



شرعی ضابطہ دیوانی

شیخ الاسلام محقق العصر حضرت علامہ شبیر الحق افغانی

نور محمد



مفت محمد

عبدالحق بن عبدالحق



مکتبہ شریعت دیوانی

شاہی بازار، بہاولپور

عرضِ حال

قارئین کرام! یہ کتاب (شرعی ضابطہ دیوانی) آج سے تقریباً چالیس برس قبل شائع ہوئی تھی۔ اس وقت یہ کتاب بوسیدہ اور نایاب ہو چکی تھی۔

حضرت جی اس کتاب کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ یہ علماء کرام کے علاوہ بیچ صاحبان، وکلاء صاحبان اور پٹواری صاحبان کے لیے یکساں ضرورت کی چیز ہے۔

تو دل میں خیال پیدا ہوا کہ اسے نئی ترتیب دے کر شائع کیا جائے۔ ایک رات خواب میں حضرت جی کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ کے ہاتھ میں شہد سے بھرا ہوا پیالہ ہے۔ شہد کے اوپر شہد کا میل (موم) موجود ہے آپ اس میں سے استعمال کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے عرض کی حضرت مجھے دیں میں اسے صاف کر دیتا ہوں اور یہ کام مجھے آتا ہے۔ آپ نے مجھے پیالہ دیا دیتے وقت شہد کا ایک صاف ستھرا قطرہ میری انگلی کو آگیا جسے میں نے چاٹ لیا اب میں زبان کو حرکت دینے لگا تو اس حرکت سے میری آنکھ کھل گئی تو میں بدستور زبان کو حرکت

(ہملہ حقوق محفوظ ہیں)

شرعی ضابطہ دیوانی
حضرت علامہ سید شمس الحق افغانی

نام کتاب

مؤلفہ

مطبع

قیمت

کمپیوٹر کمپوزنگ

محمد ذکا، الحسن، بہاول پور۔ موبائل 0321-6804318

دے رہا تھا اور میرے حلق میں شہد کا مٹھاس موجود تھا۔ وقت دیکھا تو رات کے ۲:۳۰ بجے رہے تھے۔

اس خواب سے میرے ارادے کو تقویت ملی مسبب الاسباب نے مدد فرمائی اور کتاب شائع ہو گئی جو اس وقت آپ کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے مستفید ہوں میرے اور میرے اساتذہ کرام، میرے والدین اور خصوصاً میرے معاونین حضرات کے لیے دعا فرمادیں۔

نیز (۱) ہم نے ہر صفحے کا حاشیہ اسی صفحہ پر ہی قائم رکھا ہے تو اس لیے بعض صفحات پر خالی جگہ بچتی تھی تو اس جگہ پر ایک (خط) کھینچ دیا گیا ہے اس سے مراد ہے کہ یہاں کوئی مضمون نہیں۔

حاشیہ کے نمبر مثلاً (۱)۔ (۲) وغیرہ بجائے الفاظ کے اوپر تحریر کرنے کے سطر کے درمیان میں لکھے ہوئے ہیں جن کے نیچے (خط) کھینچ دیا گیا ہے کیونکہ یہ سہولت کمپیوٹر میں موجود نہیں۔

بندہ عبد الغنی عفا اللہ عنہ

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۶۵	فصل دوازم ثبوت نسب کے بیان میں۔	۱۳	۷	پیش لفظ۔	۱
۶۹	فصل سبب و ہم نفعہ کے بیان میں۔	۱۵	۱۱	باب اول قوانین عامہ کے بیان میں۔	۲
۷۲	فصل چہارم مفقود و غائب یا مجنوں شوہر وغیرہ کے بیان میں۔	۱۶	۱۷	فصل اول پہلا مقالہ مناکحات کے بیان میں۔	۳
	دوسرا مقالہ مالیات کے بیان میں۔	۱۷	۲۱	فصل دوم محرمات کے بیان میں۔	۴
۸۱	فصل اول بیع کے قوانین۔	۱۷	۲۵	فصل سوم ولی اور کفو کے بیان میں۔	۵
۸۸	فصل دوم بیع سے کی شروط۔	۱۸	۲۹	فصل چہارم مہر کے بیان میں۔	۶
۹۰	فصل سوم بیعت بیعت۔	۱۹	۳۳	فصل پنجم طلاق کے بیان میں۔	۷
۹۱	فصل چہارم بیعت میں تصرف۔	۲۰	۴۰	فصل ششم ایلا، و نطہار کے بیان میں۔	۸
۹۶	خرید یا دیکھنے کے ارادہ سے مقدمہ چیز۔	۲۱	۴۷	فصل ہفتم خلع کے بیان میں۔	۹
۹۷	فصل چہارم خیارات کے بیان میں۔	۲۲	۵۰	فصل ہشتم لعان کے بیان میں۔	۱۰
۹۷	خیار شرط۔	۲۳	۵۶	فصل نهم عینین کے بیان میں۔	۱۱
			۶۲	فصل دہم عدت کے بیان میں۔	۱۲
				فصل یازدہم در حق تربیت اولاد۔	۱۳

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۲۴	خیار وصف۔	۹۹	۲۱	حیوانات کا کرایہ پر لینا۔	۱۳۸
۲۵	خیار نقد۔	۱۰۱	۲۲	کسی آدمی کو مزدوری پر رکھنا۔	۱۵۰
۲۶	خیار تعین۔	۱۰۱	۲۳	ضمان اجیر۔	۱۵۲
۲۷	خیار رویت۔	۱۰۳	۲۴	باب ہفتم ضمانت کے احکام۔	۱۵۳
۲۸	خیار عیب۔	۱۰۶	۲۵	باب نهم حوالہ کے احکام۔	۱۵۷
۲۹	دھوکہ دہی۔	۱۱۱	۲۶	باب دہم رہن کے بیان میں۔	۱۶۰
۳۰	احکام انواع البیوع۔	۱۱۳	۲۷	باب یازدہم امانت اور ہبہ کے احکام۔	۱۶۵
۳۱	شرکت یعنی قوانین کمپنی۔	۱۱۵	۲۸	فصل اول امانت کے احکام۔	۱۶۵
۳۲	باب سوم وقف کے بیان میں۔	۱۲۰	۲۹	فصل دوم ہبہ کے احکام۔	۱۶۸
۳۳	باب چہارم سلم کے بیان میں۔	۱۳۰	۵۰	واپسی ہبہ۔	۱۷۱
۳۴	باب پنجم وصعنا کے بیان میں۔	۱۳۲	۵۱	باب دوازدہم غصب اور	۱۷۳
۳۵	باب ششم شفعہ کے بیان میں۔	۱۳۳	۱۳۳	اسلاف کے احکام۔	
۳۶	بیان مراتب شفعاء۔	۱۳۹	۵۲	باب سیزدہم حجر اور اکراہ کے احکام۔	۱۸۰
۳۷	باب ہفتم اجارہ کے بیان میں۔	۱۴۱	۱۴۱	احکام۔	
۳۸	احکام استحقاق اجرت۔	۱۴۳	۵۳	باب چہارم ذمہ حقوق کے بیان میں۔	۱۸۷
۳۹	اجارہ زمین۔	۱۴۵			
۴۰	پوشاک ہتھیار خیمہ کرایہ پر لینا۔	۱۴۷	۵۴	احیاء موات۔	۱۹۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۵۵	باب پانزدہم مزارعت وغیرہ کے احکام۔	۱۹۲	۶۱	تیسرا قاعدہ۔	۲۴۱
۵۶	باب شانزدہم آبپاشی وغیرہ کے احکام۔	۱۹۷	۶۸	نسبت اعداد۔	۲۴۳
۵۷	باب ہفدہم مضاربہ کے احکام۔	۲۰۲	۶۹	فصل پنجم مناسخہ کے بیان میں۔	۲۴۶
۵۸	باب ہجڑدہم وصیت کے احکام۔	۲۰۶	۷۰	تمثیلات مناسخہ۔	۲۴۸
۵۹	تیسرا مقالہ۔	۲۱۰	۷۱	فصل ششم قوانین فقہ کے بیان میں۔	۲۵۳
۶۰	فصل اول تقسیم ترکہ۔	۲۱۰	۷۲	فصل ہفتم مخارج کے بیان میں۔	۲۶۱
۶۱	فصل دوم موانع توریت اور اصحاب فروض۔	۲۱۳	۷۳	چوتھا مقالہ۔	۲۶۳
۶۲	فصل سوم عصبات کے بیان میں۔	۲۲۷	۷۴	فصل اول قوانین عدلیہ کے بیان میں۔	۲۷۳
۶۳	ذوالارحام کے بیان میں۔	۲۳۳	۷۵	فصل دوم تعریضات و متعلقات دعویٰ۔	۲۷۵
۶۴	فصل چہارم حجب عمل رد وغیرہ کے احکام۔	۲۳۵	۷۶	فصل سوم خصم اور غیر خصم کی پہچان۔	۲۷۷
۶۵	پہلا قاعدہ۔	۲۴۰	۷۷	فصل چہارم مدعی اور مدعا علیہ کا فرق اور دعویٰ زائد المعیار۔	۲۷۸
۶۶	دوسرا قاعدہ۔	۲۴۱	۷۸	فصل پنجم شہادت کے احکام۔	۲۸۲
			۷۹	اخراجات گواہان۔	۲۹۰

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر	نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر
۷۹	کس فریق کی شہادت قابل قبول ہے۔	۲۹۱			
۸۰	فرعی گواہاں۔	۲۹۵			
۸۱	اقرار کے قوانین۔	۲۹۷			
۸۲	اقرار سکوتی۔	۳۰۰			
۸۳	بیمین یا قسم۔	۳۰۲			
۸۴	کیفیت قسم۔	۳۰۳			
۸۵	قرینہ قاطعہ اور علم قاضی۔	۳۰۴			
۸۶	عدالت سے انکاری یا روپوش؟	۳۰۶			
۸۷	مدعی کے حق کی وصولی۔	۳۰۸			
۸۸	توہین عدالت یا جھوٹی مقدمہ بازی۔	۳۱۰			
۸۹	جرمانہ کی سزا۔	۳۱۱			

پیش لفظ

الحمد لله و کفی و سلام علی عبادہ الذین اصطفیٰ اما بعد

حیات بشری کی نجات اور کامرانی اسی میں ہے کہ انسان کل انفرادی و اجتماعی افعال میں شرع الہی اور قانون سماوی کا پابند ہو۔ لاقانونیت کی مذمت اور قباحیت اگرچہ مسلم ہے لیکن الہی قانون کو مشعل راہ اور لائحہ حیات بنادینے کی نسبت انسانی قانون کی پیروی کو ترجیح دی جاتی ہے یہاں تک کہ اس عالمگیر گمراہی سے بہت حد تک وہ کمزور ضمیر والے مسلمان بھی کافی متاثر ہیں جنہوں نے اس ملحدانہ ماحول میں اپنی سلیم الفطرتی کھودی ہے اور جو ہر اس بُرائی کے آگے سر ڈال دینے اور اس پر فریفتہ ہونے کے ڈوگر ہیں جو پھیل کر عالمگیر ہو گئی حالانکہ

بناز کیا اس پہ زمانے نے جو بدلا ہے تمہیں

مرد وہ ہیں جو زمانے کو بدل دیتے ہیں

انسان کے لیے نظام حیات اور قانون زندگی بنانا خدا کا حق ہے نہ کہ انسان کا۔ جس کی وجوہات مختصر احسب ذیل ہیں۔

۱۔ انسانی زندگی لامحدود اور ابدی ہے دنیا اس کی زندگی کا صرف ایک اور نہایت مختصر دور ہے۔ موت کے بعد بزرخی زندگی کا دور اور حیات بعد الموت کے بعد اخروی زندگی کا لامحدود دور شروع ہوتا ہے انسانی زندگی کا لامحدود سلسلہ انسانی فہم و تجربہ سے خارج ہے اور تھوڑا بہت غلط صحیح جو کچھ وہ سوچ سکتا ہے وہ صرف دنیوی زندگی کی نسبت لیکن موسم گرما کی ضروریات اور فائدہ مند چیزیں اگر سردی کے موسم میں مضرت ثابت ہو سکتی ہیں تو کیا یہ ممکن نہیں کہ انسان دنیوی دور کے لیے جن قوانین کو مفید سمجھ کر بناتا ہے وہ زندگی کے آنے والے ادوار میں زہر قاتل ہوں۔

۲۔ انسان جو کچھ سوچ سکتا ہے صرف جسم کے متعلق روح جس پر انسانی فلاح و راحت کا مدار ہے وہ نامحسوس ہونے کی وجہ سے انسان کے دائرہ فہم و تجربات سے خارج ہے نیز بہت بہت بڑی حد تک روح و جسم کے مقتضیات و مفادات باہم متضاد ہیں جس کی وجہ سے یہ قوی خطرہ ہے کہ دونوں مفادات کی ہم آہنگی نہ ہو سکے۔

۳۔ قانون کے متعلق انسان عقل خالص سے کم اور جذبات سے زیادہ کام لیتا ہے اس لیے جو قانون انسان بناتا ہے وہ اس کی عقل کا نہیں بلکہ جذبات کا آئینہ دار ہوتا ہے۔ حکومت کی طاقت سے عالمگیر ہگاڑ کی شکل اختیار کرتا ہے۔

۴۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے یہ تسلیم بھی کر لیا جائے کہ انسان عقل خالص کی روشنی میں قانون بناتا ہے تو انسانی عقل چاہے کتنی ہی خالص ہو اپنی منفعت اور مضرت کی معرفت مکمل طور پر خصوصاً زندگی کے اصول کے متعلق نہیں کر سکتی یہی وجہ ہے کہ عقل کے خود ساختہ قوانین مسلسل بدلے جاتے ہیں۔ لیکن پھر بھی منزل کا پتہ نہیں لگتا جس سے صاف معلوم ہوا کہ اگر آنکھ کی داخلی روشنی محسوسات کے ادراک کے لیے ایک خارجی اور آسمانی روشنی (آفتاب) کی محتاج ہے تو اسی طرح زندگی کے نامحسوس اور معقول اصول کے ادراک کے لیے عقل کی صرف داخلی روشنی ناکافی ہے۔ جب تک ایک خارجی نامحسوس روشنی (وحی الہی) عقل کے ساتھ منضم اور پیوست نہ ہو۔

۵۔ قانون زندگی کا سرچشمہ اگر حکمت الہی نہ ہو بلکہ عقل انسانی ہو تو عقل انسانی کے خلاف اور بے لگامی کی وجہ سے انسان ایک ہمہ گیر انتشار کا شکار ہو جائے گا جس کو کبھی چین اور اطمینان نصیب نہ ہوگا جیسا کہ تجربہ ہو رہا ہے اس وقت انسان چونکہ تمام نظریات آزما چکا ہے اور آسمانی روشنی کے لیے بے چین ہے اس لیے ضرورت ہوئی کہ فی الحال ایک مختصر ضابطہ دیوانی مرتب کیا جائے جس پر عمل پیرا ہو کر انسان بالخصوص مسلمان اپنی کھوئی ہوئی میراث سے ہم آغوش ہو۔

اسی خیال نے مجھے اس امر پر آمادہ کیا کہ میں شرعی ضابطہ دیوانی مرتب کروں تاکہ شرعی نظام کو منظم کیا جاسکے۔ عربی زبان میں شرعی ضابطہ دیوانی و شرعی ضابطہ فوجداری دونوں کی تصنیف سے میں فارغ ہو چکا تھا جو معین القضاۃ و المفتیین کے نام سے شائع ہو چکی ہے۔ اب عوامی مفاد کا تقاضا باعث ہوا کہ میں خود پاکستان کی سرکاری زبان اردو میں یہ شرعی ضابطہ دیوانی مرتب کروں جو آپ کے سامنے ہے چنانچہ کثرت مشاغل کے پیش نظر تنگ وقت میں اسلامی قانون دیوانی کا یہ ایک مختصر خاکہ ہے جس کو صرف اسی غرض سے پیش کیا جا رہا ہے کہ آئندہ کے لیے اس پر شرعی نظام کی تفصیلی عمارت کھڑی کی جاسکے۔

(تنبیہ) ضابطہ دیوانی کے مواد فقہ اسلامی کے بیشتر کتابوں سے ماخوذ ہیں لیکن حوالہ میں نے صرف اس کتاب کا دیا ہے جس کی قانونی تعبیر زیادہ موزوں سمجھی گئی اور بعض جگہ تبصر کو عام فہم بنانے کے لیے اصل مقصد کو باقی رکھ کر کسی قدر توضیحی تصرف بھی کیا گیا ہے۔ بہر حال اردو زبان میں شرعی ضابطہ دیوانی کی تدوین سب سے پہلی کوشش ہے جو اس سلسلہ میں کی گئی ہے۔

خداوند تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ اس حقیر خدمت کو قبول فرماوے۔ (آمین)

(حضرت علامہ) شمس الحق افغانی

باب اول

قوانین عامہ کے بیان میں

- ۱۔ قانون میں الفاظ اور تعبیرات کی نسبت مقاصد و اغراض کا اعتبار کرنا ضروری ہے۔
- ۲۔ ایک یقینی امر کا ازالہ کسی مشکوک امر سے نہیں کیا جاسکتا۔
- ۳۔ قانون کی نظر میں ایک سابق ثابت شدہ امر کا ثبوت اس وقت تک باقی و برقرار متصور ہوگا جب تک قطعی طور پر اس کی نفی ثبوت نہ ہو۔
- تمثیل: اگر یہ ثابت ہو کہ زید کسی چیز کا مالک تھا تو وہ اب اس وقت تک مالک متصور ہوگا جب تک ذوال ملک کا ثابت نہ ہو۔
- ۴۔ قدیم الا یام سے جو امر چلا آتا ہو اس کو قانوناً اس طرح برقرار رکھنا چاہئے تا وقتیکہ اس کے برقرار رکھنے میں کسی فرد یا جماعت کو ضرر نہ ہو ورنہ بصورت ضرر اس کی تبدیلی ضروری ہے۔
- ۵۔ قانون کی نگاہ میں ہر آدمی دوسرے آدمی کے کسی مطالبہ سے فارغ اور بری متصور ہوگا تا وقتیکہ اس کے خلاف ثبوت مہیا نہ ہو۔
- ۶۔ امور عارفہ میں اصل اور بنیادی قانون ان کا نہ ہونا ہے جب تک ان کے

ہونے کا ثبوت مہیا نہ ہو۔

تمثیل: اگر تجارتی کاروبار میں رب المال اور مضارب میں اس امر پر اختلاف پیدا ہوا کہ تجارت میں نفع ہوا ہے۔ یا نہ! تو نفع کے عدم میں مضارب کا قول اثبات میں شہادت کا محتاج نہیں البتہ رب المال کا بیان کہ نفع ضرور ہوا ہے شہادت کا محتاج ہے کیونکہ نفع ایک عارضی امر ہے اور عارضی امور میں اصل عدم اور نہ ہونا ہے تا وقتیکہ اس کے ہونے کا ثبوت مہیا نہ ہو جائے۔

۷۔ ایک پیدا شدہ امر کے متعلق یہ فیصلہ کہ وہ کس وقت پیدا ہوا؟ قانوناً زمانہ حال سے قریب تر وقت میں اس کی پیدائش تسلیم کی جائے گی جب تک اس کے خلاف امر کا ثبوت مہیا نہ ہو۔

تمثیل: اگر زید نے عمر کے پاس کوئی چیز فروخت کی اور بکر نے اسی چیز کو کچھ نقصان پہونچایا اور تاوان نقصان لینے کے متعلق زید اور عمر کے درمیان جھگڑا پیدا ہوا ہر ایک یہی کہتا ہے کہ چونکہ نقصان پہونچنے کے وقت وہ چیز میری ملکیت میں تھی اس لیے اخذ تاوان میرا حق ہے تو فیصلہ مشتری کے حق میں کیا جائے گا۔ کیونکہ خرید کے بعد کا وقت نقصان رسائی کے وقت کو بہ نسبت زمانہ ماقبل کے زیادہ قریب ہے۔

۸۔ ضرر عام کو دفع کرنے کے لیے خاص شخص کو نقصان پہنچنا قابل لحاظ نہیں اس

لیے قانوناً غیر ماہر طبیب اور مفتی کو علاج اور فتویٰ سے روکا جاسکتا ہے۔

۹۔ حالت اضطراب سے دوسرے کے حق پر اثر نہیں پڑتا اسی بنا پر بھوک سے مضطر ہو کر اگر کسی نے دوسرے آدمی کا طعام یا کوئی دوسری مملوکہ چیز کھالی تو قیمت کی ادائیگی اس کے ذمے پر واجب ہوگی۔

۱۰۔ عادت عامہ یا خاصہ شرعی احکام میں قابل اعتبار ہے اور لوگوں کا تعامل شرع قوانین میں جحت ہے۔ بشرطیکہ نص صریح کے خلاف نہ ہو۔

۱۱۔ جس چیز کا لینا حرام ہے اس کی طلب اور دینا بھی حرام ہے اس لیے رشوت دہندہ اور گیرندہ یکساں مجرم ہیں۔

۱۲۔ فرعی قوانین زمانہ کے بدل جانے سے قابل تبدیلی ہیں۔

۱۳۔ کسی معاملہ میں ثابت بالعرف امر مشروط سمجھا جائے گا اسی طرح ارباب تجارت میں مروج معاملہ کو مشروط تصور کیا جائے گا۔

۱۴۔ مانع مقتضی کی نسبت مقدم ہے اسی بناء پر مہون چیز جب تک مرتہن کے قبضہ میں ہو قرضہ کی ادائیگی کے بغیر اس کو راءن بلا رضاء مرتہن فروخت نہیں کر سکتا۔

۱۵۔ تابع متبوع کے ساتھ وابستہ ہے قانوناً استقلالی حیثیت نہیں رکھتا اس لیے

گھوڑی کی خرید کی صورت میں اس کے پیٹ کا بچہ بھی بیع میں شامل ہے اور

جداگانہ شکل میں وہ بچہ قابل بیع نہیں۔

۱۶۔ جو شخص کسی چیز کا مالک ہو جائے تو وہ اس چیز کی ضروری تعلقات کا بھی

مالک متصور ہوگا چنانچہ جو شخص کسی مکان کو خرید کر کے اس کا مالک بن جائے وہ اس مکان کے راستے کا بھی مالک متصور ہوگا۔

۱۷۔ قانونا مشقت سہولت کا موجب ہے قرض و حوالہ اور جرد بیع و فاء کی مشروعیت اسی قاعدہ پر مبنی ہے۔

۱۸۔ کسی معاملہ کی آخری حالت میں ابتدائی حالت کی نسبت مزید سہولت کی گنجائش ہوتی ہے چنانچہ ابتداء ہبہ مشاع ناجائز ہے۔ لیکن کسی زمین کے ہبہ کروانے کے بعد اگر اس زمین کا متعین نصف حصہ بنا بر استحقاق غیر موبولہ کے قبضہ سے نکل گیا تو باقی ماندہ نصف کا ہبہ بدستور قائم ہے اگرچہ وہ حصہ بقاء ہبہ مشاع ہے۔

۱۹۔ خصوصی اختیار عمومی اختیار کی نسبت زیادہ قابل ترجیح ہے اسی بناء پر معتمد متولی وقف حاکم کی نسبت مال موقوف میں تصرف کا زیادہ حق دار ہے۔

۲۰۔ وعدہ تعلیق کی صورت میں از روئے قانون لازم الوفاء ہے۔

تمثیل: اگر زید نے عمر سے کہا کہ بکر پر فلاں چیز فروخت کرو اگر بکر نے ثمن تم کو ادا نہ

۱۔ ہدایہ کتاب الوقف ۱۲۔

کیا تو میں ثمن دوں گا ایسی صورت میں بکر نے اگر بائع کو ثمن نہیں دیا تو زید پر وعدہ کی پابندی قانوناً ضروری ہے۔

۲۱۔ جو شخص کسی شے کی تلفیدگی کی غرامت اور تاوان کا ذمہ دار ہے وہ ہی شخص اسی شے کی آمدنی کا بھی جائز مالک متصور ہوگا۔

تمثیل: اگر زید نے عمر سے خریدی ہوئی چیز عیب دار ہونے کی وجہ سے عمر کو واپس کر دی تو اسی چیز کے استعمال سے جو آمدنی زید نے حاصل کی ہے وہ زید کی ہوگی۔ کیونکہ وہ چیز اگر زید مشتری کے ہاں تلف ہو جاتی تو زید ہی کا نقصان قرار پاتا اور عمر پر اس کی ذمہ داری نہیں تھی اس لیے اس کی آمدنی کا تعلق بھی زید ہی سے رہے گا۔

۲۲۔ ہر فعل فاعل کی طرف منسوب ہوگا اگر کسی نہیں لایا اس صورت میں کہ فاعل کو مجبور کیا گیا ہو۔

مثلاً اگر زید نے عمر کو کہا کہ بکر کی گھوڑی ہلاک کر دو اور عمر نے اس کو ہلاک کیا تو تاوان فاعل یعنی عمر کے ذمہ رہے گا۔ زید کے ذمہ نہیں کیونکہ وہ آمر ہے لایا اس صورت میں کہ زید نے گھوڑی کے ہلاک پر عمر کو مجبور کیا ہو تو تاوان زید کے ذمہ واجب ہوگا۔

۲۳۔ حاضر چیز میں صفت کا تذکرہ نظر انداز ہے لیکن غائب چیز میں قابل اعتبار ہے اگر موجود گھوڑے کو یہ کہہ کر کسی نے فروخت کیا کہ میں نے یہ سفید گھوڑا تم پر فروخت کر دیا اور بائع نے قبول کیا لیکن واقع میں وہ گھوڑا سیاہ ہی تھا تو بیع درست ہے۔ اور ہونے کا تذکرہ قابل اعتبار نہیں لیکن غیر حاضر گھوڑے میں اگر متذکرہ صدر صورت میں پیش آئی تو بیع صحیح نہیں۔

۲۴۔ کسی فعل کا مباشر یا متسبب اگر دونوں موجود ہوں تو قانوناً احکام کا تعلق مباشر کے ساتھ ہوگا متسبب کے نہیں۔

مثلاً ایک عام شاہراہ میں اگر کسی نے کنواں کھودا اور زید نے کسی کا جانور پکڑ کر اس کنویں میں گرا کر ہلاک کر دیا تو ہلاک شدہ حیوان کی قیمت کی ذمہ داری مباشر یعنی زید پر ہے نہ کہ کنواں کھودنے والے پر۔

۲۵۔ مباشر اگر کسی شخص کی مالیت کو قصد تلف کر دے یا غلطی اور خطا سے دونوں صورتوں میں تلف کردہ شی کا تاوان اس کے ذمہ قانوناً لازم ہوگا۔

المجلد الشرعی فی الاحکام العدلیہ صفحہ ۱۸۰۱۔

فصل اوّل

پہلا مقالہ مناکحات کے بیان میں

(دفعہ)

نکاح کا مقصد بقاء نسل انسانی اور حفاظت انساب اور خانگی زندگی کا استحکام ہے۔ نکاح کے لیے دو جملوں کی ضرورت ہے پہلے جملہ کو ایجاب اور دوسرے کو قبول کہا جاتا ہے ان دونوں جملوں یا کم از کم ایک جملے کی تعبیر قانوناً ماضی کے الفاظ سے کرنا ضروری ہے۔

مثلاً کسی عورت کا کسی مرد سے خود یہ کہہ دینا کہ میں اپنا نفس تیرے نکاح میں دے چکی ہوں یا اس کے باپ کا کسی مرد کو یہ کہہ دینا کہ میں نے اپنی لڑکی تیرے نکاح میں دیدی یا کسی عورت کے وکیل کا کسی مرد کو یہ کہنا کہ میں نے اپنی موکلہ کا نکاح تجھ سے کر دیا اور ان سب صورتوں میں مرد نے جواب میں یہ کہہ دیا کہ میں نے قبول کیا تو نکاح قانوناً صحیح متصور ہوگا کیونکہ ایجاب اور قبول دونوں تعبیریں ماضی کے الفاظ سے ہیں۔ جو کہ نکاح کو قطعی شکل میں ظاہر کر رہی ہیں۔ اسی طرح صرف ایک تعبیر اگر ماضی ہو جب بھی قانوناً نکاح درست ہے۔

مثلاً مرد اصلانہ یا وکالتاً کسی عورت سے یوں کہہ دے کہ تو میرے ساتھ نکاح کر اور عورت اصلانہ یا وکالتاً جواب میں کہہ دے کہ میں تیرے ساتھ نکاح کر چکی تو نکاح درست ہے۔ پہلا فقرہ اگرچہ ماضی نہیں لیکن دوسرا فقرہ ماضی ہے۔

(جلد ۲ صفحہ ۳۶۱ شامی مصری)

(دفعہ ۲)

وکیل نکاح اگر عورت یا اس کے باپ کے نام میں غلطی کر کے دوسرا نام بتلا دے تو جہالت کی وجہ سے نکاح درست نہیں البتہ اگر عورت اسی مجلس میں موجود ہو اور اس کی طرف اشارہ کر دیا گیا ہو تو ایسی صورت میں عورت یا اس کے باپ کے نام میں غلطی کے باوجود نکاح درست ہے۔

(بحوالہ سابقہ جلد ۲ صفحہ ۸۷۷ شامی مصری)

(دفعہ ۳)

قانوناً نکاح اس وقت درست ہوگا جبکہ محل نکاح یعنی منکوحہ میں حسب ذیل اوصاف موجود ہوں ورنہ نکاح درست نہیں ہوگا۔

منکوحہ کا (۱) انسان ہونا (۲) عورت ہونا

(۳) مشرک نہ ہونا (۴) محرمات سے نہ ہونا۔ (رد المحتار جلد ۲)

(دفعہ ۴)

قانوناً صحت نکاح کے لیے وقت نکاح میں ایسے دو گواہوں کا وجود ضروری ہے۔ جو (۱) آزاد (۲) عاقل اور بالغ ہوں نکاح کے ہر دو فریق یعنی زن و شوہر اگر مسلمان ہوں تو مذکورہ اوصاف کے علاوہ ہر دو گواہوں کا مسلمان ہونا بھی ضروری ہے۔ البتہ گواہان کی عدالت ضروری نہیں۔ (ہندیہ)

(دفعہ ۵)

گواہان نکاح اگر فریقین نکاح کے قرابت دار ہوں تو بھی نکاح صحیح ہے۔ چنانچہ کسی عورت کا نکاح اگر اس کے سابق نکاح سے پیدا شدہ دو فرزند اس کی گواہی کی شکل میں ہو تو وہ نکاح بھی قانوناً درست متصور ہوگا۔

(دفعہ ۶)

گواہان نکاح کے لیے یہ ضروری ہے کہ دونوں نے متناکسین میں سے ہر ایک کے الفاظ و تعبیر نکاح کو سن لیا ہو۔ اگر دونوں نے صرف ایک کے الفاظ کو سنا ہو یا ایک گواہ نے ایک طرف کا لفظ سن لیا ہو۔ اور دوسرے گواہ نے

۱۔ ہر دو فریق اس سے مقصود ذمیہ کے نکاح سے استرازا کرنا ہے جبکہ وہ اپنا نکاح کسی مسلمان سے کر رہی ہو اور اگر متناکسین غیر مسلم ہیں تو ان کے نکاح کے لیے سرے سے گواہوں کا ہونا ہی شرط نہیں۔ بشرطیکہ ایسا نکاح ان کے مذہب میں بھی صحیح تصور کیا جاتا ہو۔ ۱۲

دوسری طرف کا تو نکاح قانوناً درست نہیں کیونکہ نکاح دونوں طرف کے
ایجاب اور قبول کے مجموعہ کا نام ہے لیکن متذکرہ صورت میں اس مجموعہ پر
انصاب شہادت موجود نہیں۔ (ہندیہ اول النکاح)

(دفعہ ۷)

قانوناً گواہان نکاح کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ طرفین نکاح کے الفاظ
کے معنی سمجھتے ہوں مثلاً اگر نکاح عربی الفاظ میں ایسے دو ترکی یا ہندی
گواہوں کی موجودگی میں ہوا جو عربی الفاظ کا مفہوم نہ سمجھ سکتے ہوں تو نکاح
قانوناً درست نہیں۔

(دفعہ ۸)

نکاح تحریر و کتاب کے ذریعہ بھی درست ہے اگرچہ فریقین مجلس نکاح میں
موجود نہ ہوں (ہندیہ)۔

مثلاً اگر کسی مرد نے بذریعہ تحریر عورت کو نکاح کے لیے خط لکھا اور عورت نے
گواہان کو حاضر کر کے اس مرد کی تحریر ان گواہان کو سنادینے کے بعد یہ کہہ دیا
کہ میں نے اس مرد کو اپنا نفس نکاح میں دے دیا ہے تو نکاح درست ہے۔
(رد المحتار جلد ۲ صفحہ ۲۸۶)

فصل دوم محرمات کے بیان میں

(دفعہ ۱)

جن عورتوں کے ساتھ نکاح حرام ہے

ان کی حرمت کے اسباب مندرجہ ذیل ہیں۔

- (۱) رشتہ نسبی۔ (۲) رشتہ دامادی۔ (۳) رشتہ شیر خوری رضاع
- (۴) مانع عدوی۔ (۵) مانع جمعی۔ (۶) مانع کفری۔
- (۷) مانع زوجیت۔ (۸) مانع عدت۔

رشتہ نسبی کی وجہ سے جو عورتیں حرام ہیں۔ ان کی سات اقسام ہیں جو
قرآن مجید میں مذکور ہیں۔

(۱) مائیں بالذات ہوں یا بالواسطہ مثلاً باپ یا ماں کی ماں علیٰ ہذا القیاس اوپر
تک۔

(۲) لڑکیاں بالذات ہوں یا بالواسطہ مثلاً بیٹی یا پوتی یا بیٹی یا پوتے کی لڑکیاں علی
ہذا القیاس نیچے تک۔

(۳) بہنیں سگی ہوں یا سوتیلی۔

(۴) خالائیں۔

(۵) پھوپھیاں خواہ سگی ہوں یا سوتیلی۔

(۶) بھتیجیاں۔

(۷) بھانجیاں۔ (بدایۃ المجتہد جلد ۲ صفحہ ۲۷)

(دفعہ ۲)

رشتہ دامادی یعنی مصاہرت کی وجہ سے محرمات کی چار قسمیں ہیں:-

(۱) باپ دادا یا پردادا کی منکوحات۔

(۲) بیٹے یا پوتے یا پڑپوتے کی منکوحات۔

(۳) بیویوں کی ماکیں یا دادیاں یا پڑدادیاں۔ یا نانیاں پر نانیاں

(۴) مدخولہ بیویوں کی لڑکیاں یہ اقسام بھی بقیہ قرآن حکم میں مذکور ہیں۔ (بحوالہ سابقہ)

(دفعہ ۳)

رضاع یعنی رشتہ شیر خواری۔ اگر کسی بچے کو ایسی حالت میں کسی عورت نے دودھ پلایا کہ بچہ کی عمر اڑھائی برس سے زائد ہو تو اس صورت میں بالاتفاق وہ رضاع موجب حرمت نکاح نہیں اڑھائی برس یا اس سے کم مدت میں شیر خورائی سے حرمت نکاح ثابت ہو جاتی ہے۔ جس کی تفصیل یہ ہے کہ مرضعہ یعنی شیر دہندہ کی طرف سے رضائی بیٹے یا بیٹی پر مرضعہ اور اس کے تمام وہ رشتہ دار حرام ہو جاتے ہیں۔ جو رشتہ دار کہ اس کے نسبی بیٹے یا بیٹی پر حرام ہیں۔ البتہ رضیع یعنی شیر خوار بچہ ہو یا بچی وہ خود اور ان کی اولاد یا

اولاد اولاد خود مرضعہ اور اس کے متعلقین پر نسبی اولاد یا اولاد اولاد کی طرح حرام ہو جاتی ہے باقی نہیں۔ (رد المحتار کتاب الرضاع جلد دوم ۱۲)

(دفعہ ۴)

مانع عدوی۔ عدل و انصاف کی پابندی نہ کر سکنے کی صورت میں صرف ایک بیوی جائز ہے اور عدل و انصاف کی پابندی کی صورت میں چار سے زائد نکاح کرنا حرام ہے یہ حکم قرآن حکیم میں مذکور ہے۔

(دفعہ ۵)

دافع جمعی + دو بہنوں کو ایک شخص کے نکاح میں بیک وقت جمع کرنا یا ایسی دو عورتوں کا بیک وقت ایک شخص کے نکاح میں جمع کرنا کہ اگر ان دو عورتوں میں سے کسی ایک کو مرد فرض کیا جائے تو دوسری عورت کا نکاح اس کے ساتھ حرام ہو۔ جائز نہیں۔ مثلاً بھانجی اور خالہ یا بھتیجی اور پھوپھی کو جمع کرنا۔ (کنز الدقائق)

۱۔ یعنی یہ حرمت جائنیں سے لازم آتی ہو۔ یعنی ایسی دو عورتوں میں سے جسے بھی مرد فرض کریں اس کا نکاح دوسری عورت کے ساتھ جائز نہ ہو۔ کذا فی الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۲۸۹۔

(دفعہ ۶)

مانع کفری۔ ایک مسلمان مرد کے لیے مشرک عورت کے ساتھ نکاح کرنا اور مسلمان عورت کا کسی کافر مرد سے نکاح کرنا جائز نہیں خواہ کافر کتابی کیوں نہ ہو۔ یہ حکم بھی قرآن حکیم میں مذکور ہے۔

(دفعہ ۷)

مانع زوجیت۔ کوئی عورت جب تک کسی دوسرے ۱ شوہر مسلمان یا ۲ ذمی کے نکاح میں ہو اس کو نکاح میں لانا جائز نہیں یہ حکم بھی قرآن حکیم میں مذکور ہے۔

(دفعہ ۸)

مانع عدت۔ وہ عورت جو کسی شوہر سے بوجہ موت یا طلاق یا تفریق جدا ہوئی ہو اور اس کی عدت باقی ہو تو اس کے ساتھ نکاح کرنا درست نہیں خواہ عدت وضع حمل یا حیض ہو یا اشہر یعنی مہینے ہو۔ (بدایہ المجتہد جلد ۲ صفحہ ۳۹)

۱۔ شوہر مسلمان۔ حربی کی عورت سے نکاح کرنے کے بارے میں بہت کچھ تفصیل ہے جو بڑی کتابوں میں مذکور ہے۔ من شاء فلیبر اجعہا ۱۴۔
۲۔ ذمی اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا ۱۴۔

فصل سوم

ولی اور کفو کے بیان میں

(دفعہ ۱)

۱۔ غلام، ۲۔ نابالغ، ۳۔ مجنون یا ۴۔ فاقر العقل
۵۔ اور کافر کسی مسلمان عورت کے نکاح کا ولی نہیں ہو سکتا۔ (ہندیہ)

(دفعہ ۲)

متناکسین اگر خود نکاح کرنے سے قانوناً قاصر ہوں مثلاً نابالغ فاقر العقل یا مجنون ہوں تو ان کا نکاح ولی باختیار خود کر سکتا ہے لیکن بلوغ اور صحت عقل کے بعد ان کو اس نکاح کے توڑنے کا بذریعہ عدالت اختیار حاصل ہے بشرطیکہ ان کے نکاح کا ولی باپ دادا کے علاوہ دوسرا شخص ہو۔
(السعیدیات صفحہ ۱۷)

(دفعہ ۳)

بالغہ عاقلہ عورت پر کوئی ولی نکاح کے معاملہ میں جبر نہیں کر سکتا اس لیے بوقت نکاح اس سے اجازت حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر اس عورت

کی قبل ازیں شادی نہیں ہوئی اور اجازت نکاح اس سے ولی طلب کر رہا ہو تو صریح اجازت کے علاوہ اس کی خاموشی ہنسی بھی اجازت میں داخل ہے۔
البتہ اگر وہ ایک بار شادی کر چکی ہو۔ اور نکاح ثانی کے لیے اس سے اجازت طلب کی جا رہی ہے یا پہلی مرتبہ اس کا نکاح کیا جاتا ہو لیکن اجازت نکاح کی طلب غیر ولی کر رہا ہے۔ تو دونوں صورتوں میں صریح اجازت لازمی ہے۔ (السعیديات صفحہ ۱۸)

(دفعہ ۴)

امام مالکؒ، امام جصاصؒ، امام کرخؒ فرماتے ہیں کہ نکاح میں کفالت کا کوئی اعتبار نہیں لیکن امام ابوحنیفہؒ وغیرہ مندرجہ ذیل اوصاف میں متناکسین کی مساوات ضروری قرار دیتے ہیں۔

(۱) نسب۔ (۲) اسلام۔ (۳) حریت۔

(۴) دیانت۔ (۵) حرفت۔

نسب کے اعتبار سے عرب آپس میں اور غیر عرب آپس میں کفو ہیں۔ اور اسلام کے اعتبار سے جس شخص کا باپ دادا مسلمان ہو وہ ایک ایسی عورت کا کفو ہے۔ جس کا خاندان پستہ پشت سے مسلمان ہو۔ البتہ ایسا شخص جس

۱۔ وہ شخص جس کو ولی نے اس معاملہ میں وکیل بنایا ہے یا وکیل تو نہیں بنایا لیکن صرف طلب اجازت نکاح کے لیے ولی نے اسے بھیجا ہے تو اس کا بھی یہی حکم۔ درمختار جلد ۲ صفحہ ۲۱۰ مصری۔

کا صرف باپ مسلمان ہو اس عورت کا کفو نہیں جس کے باپ دادا کئی پشت سے مسلمان ہوں۔

دیانت کی وجہ سے ایک فاسق مرد صالح عورت کا کفو نہیں یہ امام ابوحنیفہؒ اور امام ابو یوسفؒ کا قول ہے۔ اور ہدایہ میں اس کو صحیح قرار دیا گیا ہے۔ لیکن سراج و ہاج میں امام کرخؒ نے امام ابوحنیفہؒ کا صحیح مذہب یہ نقل کیا ہے کہ صلاح کے اعتبار سے کفالت ضروری نہیں۔

حرفت یعنی پیشہ کے پیش نظر کم درجہ کا پیشہ رکھنے والا مرد مثلاً حجام، جولاہا، صراف یا بزاز کا کفو نہیں لیکن ہندیہ جلد دوم صفحہ ۱۳ میں امام ابوحنیفہؒ کا مذہب ظاہر روایت کی بنا پر یہ منقول ہے کہ نکاح میں حرفت کے اعتبار سے کفالت ضروری نہیں۔ ہندیہ۔

(دفعہ ۵)

اگر باپ دادا نے کسی نابالغ لڑکے یا لڑکی کا نکاح غیر کفو یا بہت کم مہر کے ساتھ کر دیا تو نکاح صحیح ہے باپ دادا کے سوا دیگر سرپرست یا ولی کے لیے ایسا کرنا درست نہیں۔ (کنز)

(دفعہ ۶)

اگر بالغہ عورت نے پہ نفس خود غیر کفو کے ساتھ نکاح کر لیا تو بناء بر ظاہر روایت نکاح صحیح ہے اور یہی امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کا قول ہے لیکن جس نے امام ابو حنیفہؒ سے جو روایت نقل کی ہے اس کے مطابق یہ نکاح صحیح نہیں شمس الائمہ نے اسی روایت کو مختار لکھا ہے۔

(نہر قاتی)

فصل چہارم مہر کے بیان میں

(دفعہ ۱)

قانوناً نکاح میں مہر کا تقرر اگرچہ ضروری نہیں لیکن نفس مہر ضروری ہے۔ اگر نکاح میں مہر کا تقرر کر دیا گیا ہو تو مہر مسمیٰ یعنی اس مقرر کردہ مہر کی ادائیگی شوہر کے ذمہ لازم ہوگی۔ اور اگر تقرر نہ ہو تو بذریعہ منصفان منکوحہ عورت کے خاندان کی عورتوں میں سے ایسی عورت کے لیے جس قدر مہر معمول اور مروج ہو وہی مقدار شوہر کے لازم ہوگی اسی کو مہر مشل کہا جاتا ہے۔ (ہندیہ)

(دفعہ ۲)

نکاح میں اگر مہر معین اور مقرر ہو چکا تو کل مقرر کردہ مہر ادا کرنا شوہر کے ذمہ لازم ہے۔ جبکہ وہ اپنی اس منکوحہ کے ساتھ ہمبستری یا خلوة صحیحہ کر چکا ہو یا یہ کچھ نہ ہوا ہو۔ لیکن خاوند یا بیوی میں سے کوئی ایک وفات پا جائے۔ لیکن ہمبستری اور خلوة صحیحہ یا ان میں سے ایک کی موت سے قبل اگر طلاق کی نوبت آئی تو شوہر کے ذمہ اس مطلقہ کو مقرر شدہ مہر کا نصف (یعنی ۱/۲ حصہ) دینا لازم ہوگا۔

(دفعہ ۳)

اور اگر کسی عورت کے ساتھ اس شکل میں نکاح ہوا کہ اس کو مہر نہیں دیا جائے گا یا مہر کا تذکرہ ہی نہیں آیا تو ان دونوں صورتوں میں جماع خلوة صحیحہ اور موت شوہر یا بیوی کی صورت میں مہر مثل دینا پڑے گا اور جماع و خلوت وغیرہ سے قبل طلاق دینے کی صورت میں رواج کے مطابق کپڑے کا جوڑا دینا ہوگا۔ (ہندیہ باب ۷ فصل دوم)

(دفعہ ۴)

اگر منکوحہ کے رشتہ داروں نے منکوحہ کے شوہر سے کوئی رقم یا جنس منکوحہ کے حق مہر کے علاوہ وصول کر لی تو بعد از ثبوت وہ چیز شوہر کو واپس کر دی جائے گی کیونکہ ایسی چیز رشوت ہے۔ (فتاویٰ عالمگیری مطبوعہ مصر جلد اول صفحہ ۳۳۹)

(دفعہ ۵)

خلوة صحیحہ کی تفسیر یہ ہے کہ میاں بیوی ایک مکان میں مجتمع ہوں اور دونوں میں کوئی مانع ہمبستری موجود نہ ہو۔ مثلاً مرض حیض احرام حج و صوم فرض وغیرہ خواہ شوہر محبوب خصی اور عنین ہو کیونکہ ایسا اجتماع جماع کے حکم میں ہے اور موجب لزوم عدت ہے۔ (حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۶)

مہر مثل کا اندازہ منکوحہ عورت کے پدری رشتہ کی ایسی عورت کے مہر سے لگایا جائے گا۔ جو اس منکوحہ کے ساتھ ہم شہر، ہم زمان، ہم عمر ہو اور بکارت۔ دین اور جمال اور مال میں اس منکوحہ کے ساتھ برابر ہو۔ اگر منکوحہ کے پدری رشتہ کی عورتوں میں کوئی ایسی عورت دستیاب نہ ہو سکے۔ تو غیر قوم کی ایسی عورت کے مہر سے اس منکوحہ کے مہر مثل کا اندازہ لگایا جائے گا۔ (کنز الدقائق)

(دفعہ ۷)

اگر میاں بیوی کے درمیان مہر کی مقدار میں اختلاف رونما ہو جائے تو اس مقدار کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا جو مہر مثل کے مطابق ہو اور اگر دونوں میں تقرر اور عدم تقرر مہر کے متعلق جھگڑا پیدا ہوا تو مہر مثل دینا پڑے گا۔ لیکن اگر اختلاف کی یہی دو صورتیں بجائے میاں بیوی کے ان کے ورثاء میں پیش آئیں تو پہلی صورت میں بعد از قسم شوہر کے ورثاء کے قول کے مطابق فیصلہ کرنا پڑے گا۔ اور دوسری صورت میں جو فریق تقرر مہر کا منکر ہے بعد

۱۔ جو مہر مثل مثلاً خاوند اور عورت علی الترتیب ایک ہزار یا دو ہزار کے مدعی ہیں تو اگر مہر مثل ہزار یا اس سے کم ہے تو خاوند کے قول کا اعتبار کرتے ہوئے مہر ایک ہزار روپیہ تصور کیا جائے گا اور اگر مہر مثل دو ہزار یا اس سے زیادہ ہے تو عورت کا مہر دو ہزار تصور ہوگا۔ (الہدایہ جلد ۲ صفحہ ۳۱۵)

از قسم اس کے قول کا اعتبار کیا جائے گا جبکہ فریق ثانی کے پاس گواہ نہ ہوں۔
(ہدایہ شامی وغیرہ)

(دفعہ ۸)

اگر میاں بیوی میں میاں کی طرف سے منکوحہ کو بھیجی ہوئی کسی چیز کی نسبت اختلاف پیدا ہوا شوہر نے کہا کہ وہ چیز مہر میں سے ہے لیکن بیوی نے کہا کہ حد یہ ہے تو بعد از حلف شوہر کے قول کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا بشرطیکہ وہ چیز ایسی نہ ہو جو کھانے کے لیے تیار کی گئی ہو۔ (بحوالہ سابقہ)

فصل پنجم

طلاق کے بیان میں

(دفعہ ۱)

میاں بیوی میں بعض اوقات ایسے حالات پیش آ جاتے ہیں کہ ان دونوں میں بھلاؤ مشکل ہو جاتا ہے اور ازدواجی معاشرت درہم برہم ہو جاتی ہے۔ ایسی صورت میں مصلحت کا تقاضا یہی قرار پاتا ہے کہ عقد نکاح کو ختم کیا جائے ایسی صورت کے پیش نظر طلاق تجویز کی گئی ہے۔ طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ (۱) رجعی، (۲) بائن مخفف، (۳) بائن مغلط یعنی ثلاث۔

(دفعہ ۲)

رجعی طلاق خواہ ایک ہو یا دو۔ صریح بھی ہو سکتی ہے۔ مثلاً کوئی شخص اپنی بیوی سے کہدے کہ تجھ کو ایک طلاق دیتا ہوں یا دو۔ کنائی یعنی غیر صریح بھی مثلاً شوہر بیوی کو ایسا جملہ کہدے جس سے طلاق منہوہم ہو سکے اگرچہ واضح طور پر نہ ہو چنانچہ یہ کہہ دینا کہ تو عدت گزار۔ یا رحم پاک کر۔ یا تو اکیلی ہے۔ ان الفاظ سے بشرط نیت طلاق۔ طلاق رجعی واقع ہوگی۔

(دفعہ ۳)

جس منکوحہ کو طلاق رجعی دی جائے اسے عدت کے اندر اندر دوبارہ نکاح میں رکھ لینے کا خاوند کو اختیار حاصل ہے۔ شرعاً اس روک لینے کو رجوع کہتے ہیں۔ رجوع کے بعد طلاق کا اثر زائل ہو جاتا ہے۔ اور اس کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ رجوع فعلی۔ ۲۔ رجوع قولی۔

۱۔ فعلی رجوع: یہ ہے کہ طلاق دہندہ شوہر مطلقہ رجعیہ کے ساتھ دوبارہ زن و شوئی کے ا تعلقات قائم کر لے۔

۲۔ قولی رجوع: وہ یہ ہے کہ مثلاً شوہر مطلقہ رجعیہ کو کہہ دے کہ میں نے تمہاری طرف رجوع کیا یا تم کو واپس قدیم حالت کے مطابق بنالیا۔ رجوع خواہ فعلی ہو یا قولی اس سے طلاق رجعی کا اثر زائل ہو جاتا ہے اور عدت گزرنے کے باوجود نکاح بدستور قائم رہتا ہے۔ رجوع کی دونوں قسموں میں شوہر کے لیے مستحب ہے کہ وہ اپنے رجوع پر دو گواہ بنا لے تاکہ آئندہ

۱۔ مثلاً جماع کر لے شہوت کے ساتھ چھو لے یا بوسہ لے لے (۱۲ اہدایہ جلد ۲)

۲۔ قولی رجوع کی دو قسمیں ہیں صریح اور کنایہ اول کتاب میں مذکور ہے۔ اس میں نیت ضروری نہیں۔ دوم مثلاً یہ کہ مطلقہ کو کہے کہ تو میری بیوی ہے یا یوں کہے کہ تو میرے نزدیک ایسی ہے جیسے پہلے تھی ان الفاظ سے رجوع اس وقت صحیح ہوگا جبکہ رجوع کی نیت بھی کی جائے۔ (کذا فی البحر جلد ۲ صفحہ ۵۵ مصری)

بیوی اس سے انکار نہ کر سکے اور ازدواجی تعلقات قائم رکھنے میں طعن سے محفوظ رہ سکے۔

(دفعہ ۴)

عدت گزارنے کے بعد اگر زن و شوہر دونوں اس امر پر متفق ہوں کہ شوہر نے اندرون عدت رجوع کر لیا ہے تو رجوع درست ہے لیکن اگر عورت کو رجوع سے انکار ہو تو قسم کے بعد عورت کا قول دوبارہ انکار رجوع تسلیم کیا جائے گا۔ (السعیدیات صفحہ ۹۶) (در مختار ص ۳۱ شامی جلد ۲)

(دفعہ ۵)

صحیح رجوع کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا پایا جانا ضروری ہے۔

- (۱) طلاق رجعی ہو یا ن۔ یا مثلاً نہ ہو۔
- (۲) طلاق پر کوئی مالی معاوضہ شوہر نے نہ لیا ہو۔
- (۳) عورت مدخلہ یعنی اس کے ساتھ ۱۔ بہبستری ہو چکی ہو۔
- (۴) عدت قائم ہو۔ (حوالہ سابقہ)

۱۔ خلوت صحیحہ کے بعد اگر عورت کو طلاق مل گئی تو عدت لازم ہے لیکن اس عدت میں رجوع صحیح نہیں۔ ۱۲ در مختار جلد ۲ صفحہ ۲۸ شامی مصری ۱۲

(دفعہ ۶)

طلاق بائن مخفف یعنی ایسی طلاق جو صریح یا غیر صریح ایک یا دو ہوں۔ لیکن عورت کے جدا ہو جانے پر دلالت کرتے ہوں مثلاً مالی معاوضہ کے ساتھ طلاق یا جدائی کے لفظ سے یا خلع کے لفظ سے طلاق طلاق بائن کہلاتی ہے۔ جس کا حکم یہ ہے کہ ایسی مطلقہ کو اگر شوہر دوبارہ رکھنا چاہے۔ تو جدید نکاح اور جدید مہر کے ساتھ رکھ سکتا ہے جب کہ مطلقہ بھی اس پر راضی ہو ورنہ نہیں اور شوہر کے سوا دوسرا شخص ایسی مطلقہ کے ساتھ اس وقت نکاح کر سکتا ہے جبکہ عدت گزر جائے ورنہ نہیں۔ (حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۷)

جس عورت کو طلاق ثلاثہ یعنی تین طلاق دی گئی ہو اس کے ساتھ اجنبی آدمی عدت کے بعد ہی نکاح کر سکتا ہے۔ اور طلاق دہندہ شوہر مندرجہ ذیل شرائط کے تحقق کے بعد ہی نکاح کر سکتا ہے ورنہ نہیں (حوالہ سابقہ)

(۱) شوہر اول کی طلاق کے بعد عدت طلاق گزر جائے۔

(۲) عدت کے بعد وہ عورت برضا خود کسی دوسرے آدمی سے نکاح کرے۔

(۳) وہ نکاح قانوناً صحیح نکاح ہو فاسد نہ ہو۔

(۴) نکاح ثانی کے بعد ہمبستری کی نوبت بھی آ چکی ہو۔

(۵) ہمبستری کے بعد شوہر ثانی یا سر جائے یا طلاق دے دے۔

(۶) دونوں صورتوں میں عدت موت یا عدت طلاق گزر جائے۔

(۷) ختم عدت کے بعد مذکورہ عورت برضا خود شوہر اول کے ساتھ نکاح کرنا چاہے۔ (حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۸)

ایسا شوہر جو نابالغ ہو یا مجنون یا فاقر العقل یا بیماری کے غلبہ سے بے ہوش ہو یا نیند میں ہو اس کے طلاق دینے سے طلاق واقع نہیں ہوتی۔
(ہندیہ فصل من یقع طلاق)

(دفعہ ۹)

اکمرہ اور سکران کی طلاق واقع ہوتی ہے۔ لیکن امام شافعی، امام مالک اور امام احمد کے نزدیک جبری طلاق واقع نہیں ہوتی۔ (فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۳۹)

(دفعہ ۱۰)

غصہ سے اگر عقل بگڑ جائے انتہائی درجہ یا متوسط درجہ میں تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ (شامی جلد ۲ صفحہ ۵۸۷ مصری)

۱۔ مکرہ و مخفی جسے طلاق دینے پر مجبور کیا گیا ہو سکران یعنی جو نشے میں ہو۔ ۱۲

(دفعہ ۱۱)

گوں گا اگر اشارہ کے ذریعہ طلاق دے تو طلاق واقع ہوگی اگر شوہر نے کاتب سے یہ کہا کہ میری بیوی کی طلاق لکھ دو تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ لکھنے کی نوبت نہ آئے۔ (شامی مصری جلد ۲ صفحہ ۵۸۹)

(دفعہ ۱۲)

جب زن و شوہر کے درمیان ایسی تفریق واقع ہوئی ہو جس سے نکاح فسخ ہو جائے مثلاً زوجین میں سے کسی ایک کا اسلام لانا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں جانا یا خیال بلوغ اور خیال علق کے ذریعہ تفریق ہو جائے ان سب صورتوں میں دوران عدت کے اندر بھی طلاق شوہر واقع نہیں ہو سکتی اور ہر ایسی تفریق (جو طلاق کے حکم میں ہے) کے بعد دوران عدت میں شوہر طلاق دے سکتا ہے۔ (العیادیات صفحہ ۸۷ در صفحہ ۶۵۱ پر شامی جلد ۲)

۱۔ تفریق اس دفعہ کا حاصل یہ ہے کہ اگر زوجین میں ایسی تفریق واقع ہوئی جس تفریق کو قانوناً فسخ تصور کیا جاتا ہے جیسے میاں بیوی میں سے ایک کا مسلمان ہو جانا یا مرتد ہو کر دارالحرب میں چلے جانا وغیرہ ان سب صورتوں میں دوران عدت میں طلاق شوہر واقع نہیں ہو سکتی اور ہر ایسی تفریق جس کی حیثیت قانون میں طلاق کی ہے یعنی جسے قانوناً طلاق تصور کیا جاتا ہے۔ ایسی تفریق کی عدت کے دوران میں شوہر طلاق دے سکتا ہے۔ ۱۲

(دفعہ ۱۳)

اگر مریض اپنی بیوی کو رجعی یا بائن یا تین طلاق دے دے اور مر جائے تو مطلقہ بیوی عدت کے اندر اس کی وارث ہوگی۔ لیکن اگر عدت گزر چکی ہو تو وارث نہ ہوگی۔ (کنز)

(دفعہ ۱۴)

اگر شوہر بیوی سے کہدے کہ تو مجھ پر حرام ہے۔ تو طلاق واقع ہوگی اگرچہ شوہر یہ دعویٰ کرے کہ میری نیت طلاق کی نہ تھی۔
(فتاویٰ انقروی جلد اول صفحہ ۵۹)

فصل ششم

ایلاء اور ظہار کے بیان میں

(دفعہ ۱)

ایک شوہر جب اپنی بیوی کے پاس چار ماہ یا اس سے زیادہ مدت تک نہ جانے کی قسم کھائے تو شرعی قانون کے مطابق یہ ایلاء ہے۔ جس کا حکم یہ ہے کہ قسم توڑ دی اور مذکورہ مدت میں بیوی کے پاس چلا گیا تو کفارہ یمنین دینا پڑے گا۔

مثلاً دس مساکین کو کھانا یا کپڑا دینا اور اگر مالی کفارہ کی استطاعت نہ ہو تو تین پے در پے روزے رکھنا اور اگر قسم پوری کر لی اور بیوی کے پاس نہیں گیا تو بیوی پر ایک طلاق بائن واقع ہوگی۔ اب ایسی عورت نکاح جدید کے بغیر بیوی نہیں بن سکتی۔

(دفعہ ۲)

اور ترک مجامعت کی قسم چار ماہ سے کم مدت کے لیے ہو تو یہ شرعی ایلاء نہیں ایسی صورت میں اگر شوہر نے قسم توڑ کر مجامعت کر لی تو کفارہ یمنین دینا ہوگا۔ اور اگر قسم پوری کر لی تو عورت پر طلاق واقع نہ ہوگی بلکہ بدستور منکوحہ رہے گی۔ (ملخص از کنز الدقائق)

(دفعہ ۳)

شرعی ایلاء کا تعلق یا منکوحہ سے ہے یا مطلقہ رجعیہ سے اجنبی عورت یا بائن اور طلاق ثلاثہ کی مطلقہ کے ساتھ الفاظ ایلاء کہنے سے ایلاء متحقق نہیں ہوتا۔ (السعیديات صفحہ ۱۰۵، بحر جلد ۴ صفحہ ۶۶)۔

(دفعہ ۴)

امام ابو حنیفہ کے قول کے مطابق قوانین ایلاء میں مسلمان اور اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا ۱ برابر ہیں۔ (مختصر المطاوی صفحہ ۲۱۱)۔

(دفعہ ۵)

ایلاء کرنے والا شوہر اگر جماعت کرنے سے بوجہ بیماری یا بعد مسافت یا منکوحہ کی صغر سنی کے عاجز ہو اور فعلی رجوع پر قادر نہ ہو تو شوہر مذکور دوران مدت ایلاء میں یہ کہہ کر عورت کی طرف رجوع کر کے اس کو بدستور بیوی بنا سکتا ہے۔ کہ میں نے اپنی بیوی کی طرف رجوع کر لیا۔ (بحوالہ مذکورہ)

۱۔ برابر ہیں۔ یعنی اگر کوئی غیر مسلم چار مہینے تک بیوی کے پاس نہ جانے کی قسم کھائے تو قسم کو پورا کرنے کی صورت میں اسکی بیوی ہائے ہو جائیگی۔ ہاں اگر قسم کو پورا نہیں کیا تو کفارہ یحیٰن اس پر لازم نہیں۔ (تفصیلہ فی البحر جلد ۴ صفحہ ۶۶)

(دفعہ ۶)

ظہار کی تعریف یہ ہے کہ شوہر اپنی بیوی کو ایسی عورت کے ساتھ تشبیہ دیدے جو عورت اس شوہر پر ہمیشہ کے لیے حرام ہے خواہ کسی رشتہ کی وجہ سے یا رشتہ دامادی و رضاع کی وجہ سے مثلاً ماں، بہن، ساس اور رضاعی ماں۔ (السعیديات صفحہ ۱۱۲، بحر جلد ۴ صفحہ ۱۰۲)۔

(دفعہ ۷)

ظہار کے لیے قانوناً یہ ضروری ہے کہ جس عورت سے ظہار کیا جائے وہ منکوحہ ہو اور خود شوہر نابالغ مجنون یا غیر مسلم نہ ہو ورنہ ظہار متحقق نہ ہوگا۔ (السعیديات بحر جلد ۴ صفحہ ۱۰۴)۔

(دفعہ ۸)

اگر کسی شوہر نے بیوی سے یہ کہہ دیا کہ تو مجھ پر ماں کی مانند ہے جب اس سے اس کی تشریح پوچھی گئی تو اگر اس نے اس تشبیہ کا مقصد عزت قرار دیا یا طلاق اور ظہار قرار دیا تو اسی کے قول کے مطابق کاروائی عمل میں لائی جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۱۲۶)

ظہار کا حکم یہ ہے کہ ظہار کے بعد اگر شوہر اس بیوی کے ساتھ ہمبستر ہونا چاہے جس سے اس نے ظہار کیا ہے تو ایسا کرنا جب درست ہوگا کہ پہلے وہ کفارہ ادا کر دے۔

کفارہ ظہار یہ ہے غلام آزاد کرنا یا مسلسل دو ماہ (۱ جن میں رمضان نہ ہو) کے روزے ۲ رکھنا بشرطیکہ مالی استطاعت غلام آزاد کرنے کی نہ رکھتا ہو اور روزہ رکھنے کی بدنی استطاعت نہ رکھنے کی صورت میں ساٹھ مسکینوں کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلانا یا ہر ایک کو صدقہ فطر کی مقدار غلہ یا اس کی قیمت دینا۔ زکوٰۃ اور عشر کے بغیر کفارات اور فدیہ میں مالک بنانے کی ضرورت نہیں اباحت بھی کافی ہے۔ (کنز الدقائق)

۱۔ نیز یہ کہ ان میں ایسے دن بھی نہ ہوں جن میں روزہ رکھنا منع ہے۔

۲۔ ان روزوں میں یہ بھی شرط ہے کہ اس دوران میں بیوی کے پاس نہ جائے اگر اس دوران میں اپنی اسی بیوی سے جماع کر لیا تو تمام روزے کا اعدام ہو گئے۔ سارے روزے دوبارہ رکھنے پڑیں گے۔ ۱۲

خلع کے بیان میں

(دفعہ ۱)

قرآن کا ارشاد ہے کہ جب میاں بیوی میں کسی وجہ سے بے اتفاقی اور ناچاقی رونما ہو جائے تو دونوں کے خاندان میں سے ایک ایک دیانتدار منصف مقرر کیا جائے۔ تاکہ وہ زن و شوہر کے باہمی اختلاف کو رفع کر کے نباہ کی صورت نکالیں۔ اگر دونوں منصف صدق نیت سے دیانتدارانہ کوشش کریں گے تو مصالحت ہو جائے گی۔ لیکن اگر کوشش کے باوجود مصالحت نہ ہو سکی اور بیوی کچھ معاوضہ دیکر شوہر سے علیحدگی ہی حاصل کرنا چاہے اور شوہر بھی راضی ہو تو قانوناً دونوں میاں بیوی ایسا کر سکتے ہیں۔ اور یہی خلع ہے۔ اس خلع کے ذریعہ اور اسی طرح ہر مالی معاوضہ سے جو طلاق عورت اپنے شوہر سے حاصل کر لے وہ بائن ہوگی۔ (السعیدیات صفحہ ۱۰۶)

(دفعہ ۲)

لیکن خلع کی بنیاد اگر ایسی نا اتفاقی ہے جس میں شوہر قصور وار ہے کہ زوجیت کے حقوق ٹھیک طور پر ادا نہیں کرتا تو شوہر کے لیے خلع کے عوض میں بیوی سے مالی معاوضہ لینا مکروہ ہے اور اگر زیادتی عورت کی جانب سے ہے۔ تو مکروہ نہیں۔ (السعیدیات ص ۱۰۷)

(دفعہ ۳)

خلع کا معاوضہ معین نہیں فریقین جس قدر مالیت پر راضی ہو گئے وہ ہی مالیت بدل خلع بن سکتی ہے چاہے کم ہو یا زیادہ۔

(بحوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۴)

عورت اگر فاقر العقل ہو تو خلع قبول کرنے سے اس پر مال لازم نہ ہوگا۔
البتہ خلع کے لفظ سے اس پر طلاق بائن اور بالمال کی صورت میں اس پر طلاق رجعی واقع ہو جائے گی۔

(خلع البحر)

(دفعہ ۵)

خلع اور طلاق بعوض مال کی صورت میں عدت کے دوران میں مختلعه اور مطلقہ بیوی کو نفقہ دینا شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔ بشرطیکہ خلع نامہ میں عدم ادا نیگی نفقہ کی شرط مذکورہ نہ ہو اور نہ زبانی اقرار سے عدت کے اندر نفقہ کی عدم ادا نیگی طے ہو چکی ہو۔

(خلع قاضیخان)

(دفعہ ۶)

اگر شوہر نے غیر عربی دان بیوی سے خلع کا معاملہ عربی الفاظ میں طے کر لیا جس کو وہ نہیں جانتی تھی تو خلع درست نہیں اسی طرح بیعہ یا مہر کا ہبہ کر دینا یا قرضہ کا اجراء بھی ایسی عبارت سے درست نہیں جس کو وہ نہ سمجھتا ہو لیکن ایقاع طلاق کا حکم اس کے خلاف ہے۔

(فتاویٰ القروی جلد ۱ صفحہ ۸۰)۔

فصل ہشتم

لعان کے بیان میں

(دفعہ ۱)

کسی اجنبی عورت پر اگر کوئی شخص زنا کا الزام لگائے تو قانوناً اگر زنا ثابت ہو جائے تو حد زنا اس عورت پر جاری کی جائے گی۔ لیکن اگر زنا ثابت نہ ہو تو الزام لگانے والے کو حد قذف کی سزا دی جائے گی لیکن اگر اپنی بیوی پر زنا کا الزام لگائے اور زنا کا قانونی ثبوت مہیا نہ ہو سکے تو میاں بیوی آپس میں لعان کریں گے جس کی تکمیل پر حاکم میاں بیوی کے درمیان تفریق کر دے گا۔

(دفعہ ۲)

اگر شوہر اپنی منکوحہ پر زنا کا الزام لگائے یا اس منکوحہ سے جو بچہ پیدا ہے اس کی نسبت یہ کہہ دے کہ وہ مجھ سے نہیں ان دونوں صورتوں میں حاکم پہلے شوہر سے پانچ شہادتیں لے گا چار شہادتوں میں شوہر کہے گا کہ خدا کی قسم ہے کہ وہ الزام زنا یا نفی ولد کے دعویٰ میں سچا ہے۔ اور پانچویں شہادت میں کہے گا کہ اس پر خدا کی لعنت ہو اگر وہ جھوٹ بولتا ہے اگر شوہر ایسی شہادتوں سے گریز کرے تو حاکم اس کو قید کرے گا تا وقتیکہ لعان کرے یا اپنے جھوٹے

ہونے کا اقرار کر لے پھر عورت سے حاکم پانچ شہادتیں لے گا چار شہادتوں میں عورت یہ کہے گی کہ خدا کی قسم کھا کر کہتی ہوں کہ میرا شوہر جھوٹا ہے اور پانچویں شہادت میں کہے گی کہ اس پر خدا کا غضب ہوا اگر اس کا شوہر الزام لگانے میں سچا ہے۔ اگر ان شہادتوں کی تعمیل سے عورت انکار کر دے تو اس کو حاکم قید کرے گا۔ تاوقتیکہ تعمیل حکم کر دے یا شوہر کے سچے ہونے کا اقرار کر لے۔

(السعیدیات صفحہ ۱۲۱ و کنز)

لعان کے شرائط حسب ذیل ہیں:-

- (۱) لعان کے وقت دونوں میاں بیوی کے درمیان نکاح قائم ہو۔
- (۲) دونوں آزاد ہوں مسلمان ہوں۔
- (۳) دونوں عاقل اور بالغ ہوں۔
- (۴) دونوں کو حد قذف کی سزا نہ دی گئی ہو۔

ان شرائط کے بعد لعان یعنی متذکرہ صدر دس شہادتوں کو شوہر کے حق میں قائم مقام حد قذف اور بیوی کے حق میں قائم مقام حد زنا تصور کیا جائے گا۔
(السعیدیات صفحہ ۱۱۹)

(دفعہ ۳)

تمکیل لعان کے بعد زوجین میں تفریق کی جائے گی اور نفی کردہ ولد کا نسب صرف ماں سے ملحق کیا جائے گا۔ اگر الزام لگانے والا شوہر قابل شہادت نہیں تو اس کو قذف کی سزا دی جائے گی لیکن اگر شوہر قابل شہادت ہے لیکن زوجہ زانیہ ہونے کی وجہ سے اس قابل نہیں کہ اس پر الزام لگانے والے کو شرعاً قذف کی سزا دی جاسکے۔ ایسی صورت میں نہ حد ہوگی اور نہ لعان۔

(دفعہ ۴)

شوہر کا ولد کے انتساب سے انکار اس وقت قابل سماعت ہے جب کہ آغاز ولادت کے وقت (مثلاً مبارکبادی دینے کے وقت یا ولادت کا سامان خریدنے کے وقت) شوہر انکار کر دے لیکن اگر آغاز ولادت میں انکار نہیں کیا تو بعد میں انکار قانوناً درست نہیں۔ (السعیدیات ص ۱۲۴)

۱۔ اگر ولادت کے تین اور ایک روایت کی بنا پر سات دن کے بعد بچے کے نسب کی نفی کی ہے۔ تو نسب منقطع نہیں ہوگا مگر لعان کرنا پڑے گا۔ جلد ۴ صفحہ ۱۳۲۔ بزم کونز

فصل نہم

عنین یعنی نامرد شوہر کے احکام کے بیان میں

(دفعہ ۱)

اعنین ایسے شوہر کو کہا جاتا ہے جو کسی قسم کی عورت سے جماعت کرنے پر قادر نہ ہو یعنی نہ شیبہ سے نہ باکرہ سے۔ شیبہ وہ عورت جسکے ساتھ قبل ازین جماعت ہو چکی ہو اور باکرہ وہ جس کے ساتھ جماعت کی نوبت نہ آئی ہو۔

(دفعہ ۲)

جس عورت کے شوہر کا عضو مخصوص کٹ چکا ہو۔ اور عورت کو بوقت نکاح اس کا علم نہ تھا اور علم ہونے کے بعد عورت نے ایسی صورت میں اس سے موجودہ حالت پر اظہار رضا مندی بھی نہیں کیا۔ تو ایسی عورت کی تفریق عند المطالبہ اس کے خاوند سے بلا تاخیر و مہلت فوری کی جائے گی اور اگر شوہر نامرد ہو یا اس کے نصیبے نکال دیئے گئے ہوں تو حاکم عورت کے مطالبہ

۱۔ یہ عنین کے لغوی معنی ہیں جو شخص جس عورت سے جماعت کرنے پر قادر نہ ہو وہ شخص اس عورت کے حق میں عنین ہے مثلاً اگر کوئی شخص باکرہ پر قادر نہیں تو باکرہ کے حق میں وہ شخص عنین سمجھا جائے گا اگرچہ شیبہ سے جماعت پر پوری قدرت رکھتا ہو۔ جلد ۲ صفحہ ۸۱۶ درمخ شامی ۱۲۔

پر شوہر کو بغرض علاج پورا قمری سال یعنی ۳۵۴ دن کی مہلت دے گا۔ اگر آغاز ماہ میں مہلت دی گئی تو بارہ مہینے گزرنے پر مدت پوری سمجھی جائے گی لیکن اگر مہلت درمیان ماہ میں دی گئی تو ۳۵۴ دن کی تعداد پورا ہونے پر زمانہ مہلت ختم سمجھا جائے گا۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۱۳۴، ۱۳۵)۔

(دفعہ ۳)

قمری سال کے اندر اندر اگر شوہر نے عورت مذکورہ سے جماعت کر لی تو تفریق نہ ہوگی۔ ورنہ عورت کے دوبارہ مطالبہ پر حاکم دونوں کے درمیان تفریق کر دے گا۔ اور اگر میاں بیوی کے درمیان شروع میں یا بعد از مرور زمانہ مہلت اختلاف ہوا ہے زوج جماعت کا مدعی ہے اور عورت جماعت سے انکار کرتی ہے تو ایسی صورت میں کسی تجربہ کار عورت سے معائنہ کرانا ہوگا۔ اگر بعد از معائنہ اس عورت نے یہ بیان دیا کہ مدعیہ کا انکار جماع غلط ہے بلکہ اس کے ساتھ ۲ جماعت ہو چکی ہے۔ تو شوہر کو حلف دیکر اس کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور تفریق نہ ہوگی لیکن اگر شوہر نے جماع کئے

۱۔ عورت مذکورہ کا عادلہ ہو: بھی ضروری ہے۔ بحر جلد ۴ صفحہ ۱۳۶۔

۲۔ مدعیہ اگر بوقت نکاح باکرہ تھی اور معائنہ کے بعد شیبہ ثابت ہوئی یا وقت نکاح ہی سے شیبہ تھی دونوں صورتوں کا یہی حکم ہے جو کتاب میں مذکور ہے اور اگر باکرہ تھی اور معائنہ کے بعد بھی باکرہ ثابت ہوئی تو عورت کے قول کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ کذا فی الدر المختار جلد ۲ صفحہ ۵۲۱ شامی۔

جانے پر قسم کھانے سے انکار کیا تو اگر مہلت دینے سے پہلے ایسا ہوا تو شوہر کو علاج کے لیے ایک سال مہلت دی جائے گی لیکن اگر مہلت گزر جانے کے بعد مذکورہ صورت پیش آئی ہو تو تفریق کر دی جائے گی بشرطیکہ بیوی تفریق کرانا چاہے۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۱۳۶)

(دفعہ ۴)

تجربہ کار عورت ایک یا متعدد کے معائنہ کر دینے پر اگر انہوں نے بیان دیا کہ عورت کے ساتھ صحبت نہیں ہوئی تو شوہر کی نامردی اس بیان سے ثابت ہوگئی اب اگر علاج کے لیے شوہر کو ایک سال کی مہلت نہ ملی ہو تو دے دینی چاہیے اور اگر مہلت کی مدت پوری ہو چکی ہو تو تفریق کر دی جائے گی۔ لیکن عورت نے اگر شوہر کو ایک بار پسند کر لیا تو اس کے بعد ناپسند کر کے تفریق کا مطالبہ نہیں کر سکتی مدت مہلت کا آغاز حاکم کی عدالت میں مقدمہ دائر ہونے کے وقت سے شروع سمجھا جائے گا عدالت حاکم کے بغیر اگر بیوی یا کسی دوسرے شخص نے شوہر کو مہلت دیدی ہو تو اس کا کوئی اعتبار نہیں۔ (بحر الرائق حوالہ سابقہ و ہندیہ)

(دفعہ ۵)

جزام برص جنون اور انسداد محل جماع کی وجہ سے امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک زوجہ کو علیحدگی کا اختیار حاصل نہیں لیکن امام مالکؒ و شافعیؒ کے نزدیک

اختیار علیحدگی حاصل ہے اور امام محمدؒ کے نزدیک شوہر کا کوڑھ جذام بھلہ بھری برص جنون بیوی کے لیے موجب خیار ہے۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۱۳۷)
اگر حنفی قاضی نے مذکورہ عیوب کی وجہ سے میاں بیوی میں جدائی کرادی تو اس کا حکم نافذ رہے گا خواہ قاضی مجتہد ہو یا مقلد۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۱۳۸)

(دفعہ ۶)

جس طرح نامرد اور خسی شوہر کو بغرض علاج ایک سال کی مہلت دی جائے گی اسی طرح بوڑھے شوہر کو بھی مذکورہ مہلت دی جائے گی اگرچہ وہ قدرت جماع سے مایوسی ظاہر کر دے اور عورت کا حق تفریق خصوصیت کے ترک کر دینے کے باوجود اس وقت تک قائم رہے گا جب تک کہ وہ اسی شوہر کے ساتھ نکاح میں رہنے پر صاف رضامندی ظاہر نہ کر دے۔ (قاضی خاں دہندیہ)

(دفعہ ۷)

اگر شوہر اس قدر تنگدست ہو کہ مہر ادا نہ کر سکے یا فقہ بیوی کو نہ دے سکے تو ان دونوں صورتوں میں عورت کے مطالبہ پر میاں بیوی میں حاکم تفریق کر دے گا۔ یہی امام مالکؒ شافعیؒ و امام احمدؒ کا مذہب ہے۔ لیکن امام ابوحنیفہؒ کے نزدیک تفریق نہیں کی جائے گی اور متذکرہ صدر ضروریات کا انتظام قرضہ کے ذریعہ کیا جائے گا۔ (بدایۃ المجتہد جلد ۲ صفحہ ۴۳)

(دفعہ ۸)

نامردی کی وجہ سے عورت کو جو شوہر سے علیحدگی کا حق حاصل ہے وہ چند شرائط کے ساتھ ہے۔

(۱) پہلی شرط یہ ہے کہ نکاح سے پیش تر عورت کو اس شخص کے عینین ہونے کا علم نہ ہو اور اگر علم ہونے کے باوجود نکاح کر لیا تو عورت کو تفریق کا حق نہیں۔ (ہندیہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۶)

(۲) دوسری شرط یہ ہے کہ نکاح کے بعد ایک مرتبہ بھی شوہر نے اس سے جماع نہ کر لیا ہو اگر ایک مرتبہ جماع کر چکا ہو اور پھر عینین ہو گیا تو عورت کو فتح نکاح کا حق نہیں۔ (در مختار جلد ۲)

(۳) تیسری شرط یہ ہے کہ جب سے عورت کو شوہر کے عینین ہونے کا علم ہو اس وقت سے عورت نے ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح نہ کی ہو۔ مثلاً یہ نہ کہا ہو کہ جیسا بھی ہے اب تو میں اسی کے ساتھ وقت گزاروں گی اگر ساتھ رہنے پر رضا کی تصریح کر چکی ہو تو پھر اسے تفریق کا حق نہیں۔ (در مختار جلد ۲)

(۴) چوتھی شرط یہ ہے کہ سال گزرنے کے بعد جس مجلس میں قاضی یا حاکم عورت کو علیحدگی کا اختیار دے عورت اسی مجلس میں تفریق کو اختیار کر لے اگر اس مجلس سے عورت انٹھی یا حاکم اٹھ کھڑا ہوا تو پھر تفریق نہیں ہو سکتی۔

(ہندیہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۶)

(۵) پانچویں شرط یہ ہے کہ عورت کی تفریق بعد از انقضاء مدت مہلت حکم حاکم کی محتاج ہے۔ عورت بدوں حکم قاضی تفریق حاصل نہیں کر سکتی۔ (شامی جلد ۲)

فصل دہم

عدت کے بیان میں

(دفعہ ۱)

عدت کی تعریف: ایک عورت پر زوال نکاح یا زوال شبہ نکاح کے بعد نکاح ثانی کرنے کے لیے جس قدر مدت تک انتظار کرنا لازم ہے اسی مدت کا نام عدت ہے۔

(دفعہ ۲)

جس آزاد بالغ عورت کو رجعی بائن یا طلاق ثلاثی دی جائے یا خیار بلوغ یا عدم کفایت یا ارتداد کی وجہ سے اس کا نکاح فسخ ہو جائے یا نکاح کے فاسد ہونے کی وجہ سے تفریق کر دی جائے یا کسی عورت کے ساتھ منکوحہ کے شبہ میں غلطی سے ہمبستری ہو جائے ان سب صورتوں میں نکاح ثانی کے لیے تین حیض کے گزر جانے تک انتظار کیا جائے گا اور اسی قدر اس عورت کی عدت ہے۔ (درمع الشامی جلد ۲ صفحہ ۸۲۵، السعیدیات صفحہ ۱۲۸، صفحہ ۱۲۹)

(دفعہ ۳)

لیکن اگر متذکرہ صدر عورت کو بوجہ صغریٰ یا بڑھاپے کے حیض نہ آتا ہو تو اس کی عدت تین ماہ ہیں وہ بڑھاپا جس میں عورت کا حیض بند ہو جاتا ہے عام طور پر ۵۵ سال کی عمر میں ہوتا ہے۔ (بحوالہ سابقہ)

(دفعہ ۴)

لیکن اگر متذکرہ صدر عورت حاملہ ہو تو ہر حالت میں اس کی عدت وضع حمل یعنی پیدائش بچہ کے بعد فوراً ختم بھی جاتی ہے۔ (بحوالہ سابقہ)

(دفعہ ۵)

غیر حاملہ عورت کا اگر شوہر مر جائے تو اس کی عدت چار ماہ دس دن ہے لیکن عورت اگر حاملہ ہے تو وضع حمل سے عدت پوری ہو جاتی ہے۔ کینز حائضہ کی عدت طلاق و تفریق اور فسخ دو حیض اور غیر حائضہ کی ڈیڑھ ماہ اور حاملہ کی وضع حمل اور شوہر مرنے کی عدت دو ماہ اور پانچ دن ہے۔ (بحوالہ سابقہ)

۱۸

(دفعہ ۶)

نکاح صحیح کے زوال کے بعد عدت اس وقت ضروری ہے جبکہ اس منکوحہ کے ساتھ صحبت یا خلوت صحیح یا خلوت فاسدہ کی نوبت آئی ہو ورنہ عدت کی ضرورت نہیں لیکن نکاح فاسد میں جدائی کے بعد عدت کی ضرورت صرف اس صورت میں ہے جبکہ جماع کی نوبت آئی ہو ورنہ نہیں۔ خلوة صحیحہ کی تعریف فصل چہارم میں دیکھ لو۔ (رد المحتار جلد ۲)

(دفعہ ۷)

زانیہ اگرچہ حاملہ ہو اس کے نکاح کے لیے عدت کی ضرورت نہیں بشرطیکہ منکوحہ نہ ہو البتہ حاملہ ہونے کی صورت میں ایسی عورت سے اگر نکاح ہوا ہے تو وضع حمل تک جماع کی بندش رہے گی جس عورت کی تفریق نکاح فاسد ہونے کی وجہ سے ہوئی ہو یا جس عورت کو منکوحہ سمجھ کر اس کے ساتھ غلطی میں مجامعت ہو چکی ہو یا ام ولد ہو ان تمام کی عدت خواہ تفریق کی صورت میں ہو یا شوہر کی موت کی صورت میں تین حیض ہیں۔ (کنز الدقائق)

(دفعہ ۸)

اگر کسی شوہر نے مرض موت میں اپنی بیوی کو اس کی رضامندی کے بغیر بائن طلاق دے دی تو عدت و فاقہ اور عدت طلاق میں سے جو زمانہ لمبا ہو گا اس کے گذر جانے سے عدت پوری منظور ہوگی۔ (حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۹)

جس بوڑھی عورت کی عدت حیض منقطع ہونے کی وجہ سے مہینوں سے پوری ہوگئی ہو اور پھر حیض شروع ہو جائے تو اس کی عدت از سر نو تین حیض کے گزر جانے سے پوری کرنی ضروری ہے۔ (بحر مصری جلد ۴ صفحہ ۱۵۰)

(دفعہ ۱۰)

ایک نابالغ شوہر کی بیوی کی عدت (اس صورت میں جب کہ اس کا شوہر مرجائے) کی تفصیل یہ ہے کہ اگر وہ حمل شوہر کی وفات کے وقت موجود ہے یعنی وقت وفات سے ابھی چھ ماہ نہ گزرے ہوں کہ بچہ پیدا ہو گیا تو ایسی صورت میں بچے کی پیدائش کے ساتھ ہی عدت ختم سمجھی جائے گی لیکن اگر بچہ چھ ماہ گزرنے کے بعد یا اس سے زیادہ مدت گزرنے پر پیدا ہوا تو ایسی صورت میں وضع حمل کی بجائے عدت وفات یعنی چار ماہ اور دس دن کے گزر جانے پر عدت ختم سمجھی جائے گی۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۱۴۱)

۱۔ نابالغ شوہر کی حاملہ بیوی کی عدت وفات وضع حمل ہے اگر یہ حمل موت شوہر کے وقت یقیناً موزوں تھا ورنہ چار مہینے دس دن عدت ہوگی۔ اگر وفات شوہر کو ابھی چھ ماہ نہ گزرے ہوں کہ بچہ پیدا ہو گیا تب تو یقیناً پتہ چل گیا کہ یہ حمل وفات شوہر کے وقت موجود تھا کیونکہ اس سے کم مدت میں بچہ پیدا نہیں ہو سکتا اور اگر چھ ماہ کے بعد پیدا ہوا ہو تو ہو سکتا ہے کہ وفات شوہر کے وقت حمل ہو اور یہ بھی ہو سکتا ہے کہ نہ ہو اور بچے کا نسب دونوں صورتوں میں نابالغ سے ثابت نہ ہوگا۔ (مصری جلد ۴ صفحہ ۱۵۳ کنز مع ۱۲۲)

(دفعہ ۱۱)

مطلقہ عورت کی عدت کا آغاز وقت طلاق سے اور جس عورت کا شوہر مر چکا ہو اس کی عدت کا آغاز موت سے اور منکوحہ نکاح فاسد کی عدت کا آغاز وقت تفریق یا ترک ہمبستری کے عزم و ارادہ کو ظاہر کر دینے کے وقت سے شمار ہوگا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۲)

اگر عورت کہدے کہ میری عدت ختم ہوئی ہے۔ لیکن شوہر انکار کر دے تو عورت کو حلف دیکر اسی کے کہنے کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا بشرطیکہ مدت اس کی قائل ہو۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۱۵۹)

(دفعہ ۱۳)

اگر کسی شوہر نے اپنی معتدہ کے ساتھ دوبارہ نکاح کر لیا اور قبل از جماعت طلاق دے دی تو کامل مہر اور جدید عدت کی ضرورت ہوگی۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۴)

اگر ذمی شوہر نے ذمیہ کو طلاق دیدی اور وہ حاملہ ہو تو عدت ضروری ہے۔ لیکن اگر حاملہ نہ ہو اور ان کے مذہب میں عدت طلاق نہ ہو تو عدت کی ضرورت نہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۵)

لیکن اگر مسلمان شوہر نے کتابیہ ذمیہ کو طلاق دیدی یا شوہر مر گیا تو ہر حال میں عورت پر عدت لازم ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۶)

طلاق بائن یا فسخ نکاح یا شوہر کی موت کی صورت میں دوران عدت کے اندر معتدہ عورت سادہ لباس استعمال کرے گی۔ اور زینت سے پرہیز کرے گی اور اس کے ساتھ طلب نکاح کی صریح گفتگو بھی نہیں کی جائے گی۔ البتہ غیر واضح الفاظ میں نکاح کی گفتگو کی بندش نہیں۔ فوت شدہ شوہر کی بیوی دوران عدت میں اپنی ضروریات کے لیے تمام دن اور رات کے کچھ حصہ میں گھر سے باہر جاسکتی ہے۔ لیکن شب باشی اپنے گھر ہی میں کرے گی چونکہ اس کا نفقہ نہیں اس لیے متذکرہ صدر اجازت دی گئی ہے لیکن ہر قسم کی مطلقہ دوران عدت میں گھر سے نہ دن کو باہر جاسکتی ہے اور نہ رات کو۔ (کذافی البدائع)

(دفعہ ۱۷)

احد یعنی دوران عدت میں ترک زینت کی پابندی مندرجہ ذیل عورتوں پر نہیں نابائع عورت بالغہ مجنونہ کتابیہ نکاح فاسد کی معتدہ۔ طلاق رجعی کی مطلقہ۔ (کذافی البدائع)

فصل یازدہم (۱۱)

حق تربیت اولاد یعنی حضانتہ کے احکام کے بیان میں

(دفعہ ۱)

نابالغ اولاد مالی نگرانی اور بدنی تربیت میں ایک لائق اور شفیق سرپرست کی محتاج ہے شرعی قانون نے مناسبت استعداد کے پیش نظر مالی نگرانی کا حق باپ اور اس کی عدم موجودگی میں۔ دادا کے سپرد کیا ہے۔ کیونکہ یہ دونوں اولاد پر شفیق ہونے کے علاوہ مالی انتظام اور ترقی کی اہلیت اور استعداد رکھتے ہیں لیکن بدنی اور جسمانی پرورش کا حق ماں وغیرہ مستورات کو دیا کیونکہ وہ اس امر کے لیے زیادہ موزون ہیں۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۱۸۰)

(دفعہ ۲)

چنانچہ قیام نکاح کے وقت اور زوال نکاح کے بعد جن مستورات کو بچوں اور بچیوں کا حق حضانتہ شرعی قانون کے مطابق سپرد کیا گیا ہے وہ بالترتیب حسب ذیل ہیں۔

سب سے پہلے بچوں کی ماں۔ پھر نانی۔ پھر دادی۔ پھر سگی بہن (اعیانی) پھر مادری بہن (اخانی) پھر پدری بہن (علاقی) پھر حسب ترتیب سابق

خالاتیں پھر اسی ترتیب کے مطابق اچھو بھیاں۔ ماں اور نانی لڑکے کی پرورش سات برس کی عمر تک کریں گی اور لڑکی کی پرورش صرف نو برس تک کریں گی ازاں بعد باپ یا باپ کے ورثاء کو حوالہ کی جائے گی۔

(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۳)

اولاد کی ماں نے اگر ایسے شوہر سے نکاح کر لیا جو اولاد کا محرم نہیں تو ماں کا حق حضانت ختم ہو جاتا ہے۔

(دفعہ ۴)

اگر پرورش کنندہ عورت ماں ہو اور وہ پرورش کی غرض سے اپنے وطن اصلی کو بچوں کے ہمراہ جانا چاہے اور بچوں کے باپ کے شہر کو چھوڑنا چاہے تو وہ ایسا کر سکتی ہے لیکن ماں کے سوا دوسری پرورش کرنے والی عورت ایسا نہیں کر سکتی۔ (فتاویٰ الفتروی جلد ۱ صفحہ ۸۶)

۱۔ ان کے بعد ماں کی حقیقی اخیانی اور عاتی خالاتیں علی الترتیب اور ان کے بعد باپ کی حقیقی اخیانی اور عاتی خالاتیں علی الترتیب حق داہو گئے۔ (۱۳ بجز)

۲۔ وطن اصلی۔ اس میں بھی یہ قید ہے کہ وہ چین (یہ عورت اور بچوں کا باپ) کا نکاح بھی اسی شہر میں ہوا ہو اسی لیے عورت کسی ایسے شہر کی طرف بچوں کو نہیں لے جاسکتی جس شہر میں کہ خاندان اس عورت سے نکاح نہ کر چکا ہو۔ (کنز مع جہد ۴ صفحہ ۱۸۶)

(دفعہ ۵)

جو عورت پرورش کی حقدار ہو تو جب تک وہ مطالبہ نہ کرے بچہ اس کے حوالہ نہیں کیا جائے گا۔ زمانہ حضانت کے اختتام کے بعد اولاد کو اپنی بالترتیب عصبات کے سپرد کی جائے گی اور اگر کوئی عصبہ اولاد کو اپنی تحویل میں رکھنے سے انکار کر دے تو اس کو قانوناً لینے پر مجبور کیا جائے گا۔

(فتاویٰ الفتروی جلد ۱ صفحہ ۸۷)

۱۔ حضانت کے بارے میں فقہاء کا اختلاف ہے کہ یہ بچے کا حق ہے یا ماں کا حق ہے پہلے قول کی بنا پر اولاد کو پرورش کے لیے ماں کے سپرد کرنے کے لیے اس کی رضا مندی اور مطالبہ ضروری نہیں اور دوسرے قول کے مطابق ماں کی رضا مندی اور مطالبہ ضروری ہے کتاب کا مسئلہ اسی دوسرے قول پر منقطع ہے۔ ۱۲

۲۔ دیوہذا الک من البحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۸۰۔

فصل دوازدہم (۱۲)

ثبوت نسبت کے بیان میں

(دفعہ ۱)

اگر کسی شوہر کی منکوحہ کا بچہ یا بچی وقت نکاح سے چھ ماہ یا اس کے بعد پیدا ہوا اور شوہر خاموش ہے یعنی ولادت کا اقرار کر رہا ہے نہ انکار۔ یا ولادت سے انکار کر رہا ہے لیکن قابلہ یعنی دایہ گواہی دیتی ہے کہ یہ بچہ اس کی منکوحہ سے پیدا ہوا ہے تو ان دونوں صورتوں میں نسب قانوناً ثابت ہے لیکن اگر وقت نکاح سے چھ ماہ نہ گزرے ہوں کہ ولد پیدا ہوا تو نسب ثابت نہیں۔
(کنز مع بحر الرائق جلد ۳ صفحہ ۱۷۶)

(دفعہ ۲)

بعد از ولادت اگر میاں بیوی میں اختلاف ہو اس طرح کہ بیوی بیان کرتی ہے کہ ولادت وقت نکاح سے چھ ماہ کے بعد ہوئی اور شوہر چھ ماہ سے کم مدت بتلا رہا ہے تو ایسی صورت میں عورت کے کہنے کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا اور نسب ثابت قرار پائے گا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۳)

جس عورت کو شوہر نے رجعی طلاق دی اور کچھ مدت کے بعد اس کے بچہ پیدا ہوا تو دیکھا جائے اگر وقت طلاق اور وقت ولادت ولد میں دو سال سے کم کا عرصہ ہو تو ولد کا نسب ثابت ہے۔ لیکن رجوع ثابت نہیں ہوتا۔ اور اگر وقت طلاق اور وقت تولد ولد میں دو سال یا دو سال سے زیادہ عرصہ گزرا ہو تو نسب ولد اور رجوع زوجہ مطلقہ ہر دو ثابت ہو جاتے ہیں اور یہ تسلیم کیا جائے گا کہ بعد از طلاق شوہر نے زوجہ سے ہمبستر ہو کر رجوع کر لیا ہوگا جس سے یہ ولد پیدا ہوا اب مطلقہ مذکورہ شوہر سے جدا نہ ہوگی۔ بلکہ نکاح قائم رہے گا برخلاف پہلی صورت کے کہ ولد کی ولادت کے وقت اور طلاق کے وقت کے درمیان میں دو سال سے کم زمانہ گزرا ہو تو اس صورت رجوع ثابت نہ ہونے کی وجہ سے نکاح ختم سمجھا جائے گا۔

(کنز مع بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۱۷۰)

۱۔ ثابت ہے۔ اس میں یہ بھی شرط ہے کہ مطلقہ مذکورہ عدت کے گزر جانے کا اقرار نہ کر چکی ہو ورنہ نسب ثابت ہوگا نہ رجوع بشرطیکہ طلاق و اقرار کی درمیانی مدت اس کا اقرار کی تکذیب نہ کر دے۔
(کنز مع بحر جلد ۴ صفحہ ۱۷۰) شرط مذکورہ دونوں صورتوں میں ضروری ہے۔

۲۔ واضح رہے کہ یہ حکم اس وقت ہے جبکہ وہ عورت قبل از اس اپنی عدت کے اختتام کا اقرار نہ کر چکی ہو ورنہ بصورت اقرار اگر اقرار اور ولادت کے درمیان چھ ماہ کا عرصہ ہے تو اس مدت کے بعد پیدا ہونے والے بچے کا نسب ہی ثابت ہوگا اور نہ رجوع تسلیم کیا جائے گا۔ ۱۲

(دفعہ ۴)

اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی کو بائن طلاق دے دی تو اگر وقت طلاق سے لیکر دو سال پورے ہونے سے پہلے بچہ پیدا ہوا تو نسب اس کا ثابت ہے لیکن اگر دو سال پورے یا دو سال کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب ثابت نہیں ہوتا البتہ اگر شوہر نے دعویٰ کیا کہ میرا بچہ ہے۔ تو اس صورت میں بھی ثابت قرار پائے گا اور یہ تصور کر لیا جائے گا کہ دوران عدت میں غلطی سے مجامعت کی نوبت آئی ہوگی جو ثبوت نسب کے لیے مضرت نہیں۔ (کنز مع بحر ۱۲)

(دفعہ ۵)

اگر کسی عورت کا شوہر مر گیا ہو اور وہ عورت ایسے وقت میں بچہ جنے کے وقت وفات شوہر سے ابھی دو سال پورے نہیں گزرے تو ایسی صورت میں اس متوفی شوہر سے اس بچے کا نسب ثابت ہوگا لیکن اگر دو سال یا اس سے زیادہ عرصہ گزر جانے کے بعد بچہ پیدا ہوا تو اس بچے کا نسب ثابت نہ ہوگا (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۶)

مدت حمل کم از کم چھ مہینے اور زیادہ سے زیادہ دو سال ہے اور اس میں علمائے حنفیہ کا کوئی اختلاف نہیں۔ (ہدایہ فتح القدیر)

(دفعہ ۷)

اگر کسی شوہر نے اپنی بیوی کو رجعی یا بائن طلاق دے دی اور شوہر زندہ تھا کہ اس مطلقہ کے ہاں بچہ ہوا تو اگر شوہر نے اس بچے کی ولادت سے انکار کیا یا اگر شوہر مر چکا ہو اور شوہر کے وارثوں نے اس بچے کی ولادت سے انکار کیا تو ولادت پر دوسروں کا یا ایک مرد اور دو عورتوں کی شہادت کے پیش ہونے سے اس بچہ کا نسب ثابت متصور ہوگا لیکن اگر اس عورت کا حمل ظاہر معلوم ہو یا خود شوہر یا شوہر کے ورثاء حمل کا اقرار کر چکے ہوں تو ثبوت نسب کے لیے یہی کافی ہے اور شہادت کی ضرورت نہیں۔

(السعیدیات صفحہ ۱۳ مع البحر جلد ۲ صفحہ ۱۷۷)

(دفعہ ۸)

ولد ملا عنہ اور ولد الزنا کا نسب دونوں کی ماں سے ثابت قرار پائے گا اور استحقاق میراث ولد مذکور اور اس کی ماں اور اس کے مادری بھائیوں کے درمیان جاری ہوگا۔ (مختصر الطحاوی مطبوعہ دارالکتب عربی قاہرہ صفحہ ۱۳۹)

فصل سیزدہم (۱۳)

احکام نفقہ کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تعریف: خوراک پوشاک اور مکان رہائش کا نام نفقہ ہے۔

(دفعہ ۲)

ہر بیوی کے لیے شوہر پر نفقہ لازم ہے جس کی مقدار میاں بیوی دونوں کے حسب حال متعین کی جائے گی اگر میاں بیوی دونوں مالدار گھرانے کے ہوں تو مالدار گھرانے کے مطابق بیوی کو نفقہ دینا پڑے گا اور اگر دونوں غریب گھرانے کے ہوں تو غریب گھرانے کے مطابق بیوی کو نفقہ دینا پڑے گا اور اگر ایک ان دونوں میں سے غریب گھرانے کا ہو اور دوسرا مالدار گھرانے کا تو درمیانی درجہ کا نفقہ دینا شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔

(السعیدیات صفحہ ۱۳۴)

(دفعہ ۳)

اگر عورت مہر یعنی معجل وصول نہ ہونے کی وجہ سے خواہ ہمبستری کے بعد ہی ہو شوہر کے ساتھ رہنے سے انکار کرے جب بھی حق نفقہ اس کا قائم رہے گا۔ (حوالہ مذکورہ)

(۴ دفعہ)

اگر کوئی بیوی شوہر کے گھر سے بلا اجازت چلی جائے اور شوہر کے ساتھ رہنے سے بلا شرعی وجہ کے انکار کر دے تو ایسی بیوی ناشزہ کہلائے گی جس کا نفقہ ان ایام علیحدگی میں شوہر کے ذمہ لازم نہ ہوگا۔ لیکن اگر شوہر اپنی بیوی پر ناشزہ ہونے یعنی سرکشی کا الزام لگائے اور عورت کو انکار ہو تو حلف دینے کے بعد عورت کے قول کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا بشرطیکہ خاوند کے پاس نشوز کے گواہ موجود نہ ہوں۔ (السعیديات صفحہ ۱۳۵)

(۵ دفعہ)

جو منکوحہ چھوٹی ہو کہ قابل جماع نہ ہو تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں خواہ اپنے گھر میں رہے یا شوہر کے! گھر میں اسی طرح اگر کسی کی بیوی بیل میں ہو یا کوئی آدمی اس کو بھگا کر یا اغواء کر کے لے گیا ہو۔ خوشی سے عورت یا جبر سے یا کوئی جج کو چلی گئی ہو اور اس کا شوہر اس کے ہمراہ نہ گیا خواہ دوسرا محرم اور رشتہ دار ہمراہ گیا ہو یا نہ یا کوئی عورت مریضہ ہو اور اس کی رخصتی نہ ہوئی ہو ان سب صورتوں میں ان کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہوگا۔

(کنز، حوالہ مذکورہ)

۱۔ منکوحہ مذکورہ کو اگر شوہر اپنے گھر میں خدمت وغیرہ کے لیے لے آئے تو نفقہ دینا لازم ہوگا یہ خاصا شیئ کو ملحوظ رہے۔ (اختارہ فی الفقہ، (دوسرا صفحہ ۸۸۸ شامی جلد ۴)

(دفعہ ۶)

اگر کسی عورت کا پہلے سے خادم موجود ہو اور اس کا شوہر غنی ہو تو خادم کا نفقہ بھی شوہر کے ذمہ لازم ہوگا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۷)

اگر کوئی عورت تندرست ہو اور شوہر کے گھر میں چلے جانے سے انکاری نہ ہو تو اس کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم ہوگا خواہ شوہر گھر چلے آنے کا مطالبہ اس سے کر چکا ہو یا نہ۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۱۹۴)۔

(دفعہ ۸)

اگر شوہر ادائیگی مہر سے عاجز ہو اور بہبستری کی نوبت نہ آئی ہو تو عورت کے مطالبہ پر امام شافعی، امام مالک کے قول کے مطابق دونوں میں حاکم تفریق کر دے گا اسی طرح اگر شوہر ادا نفقہ پر قادر نہ ہو اور عورت تفریق کرانے کی درخواست عدالت میں پیش کر دے تو امام مالک، امام شافعی، امام احمد کے قول کے مطابق حاکم بعد تحقیق دونوں میں تفریق کر دے گا۔ لیکن امام ابو حنیفہ کے نزدیک دونوں صورتوں میں تفریق نہ ہوگی بلکہ شوہر کے نام پر قرضہ لیکر عورت کے حقوق متذکرہ کی ادائیگی کر دی جائے گی۔

(بدایۃ المجتہد جلد ۴ صفحہ ۴۳)

(دفعہ ۹)

لیکن غیر حنفی حاکم نے اگر اپنے اجتہاد کے مطابق متذکرہ صدر صورتوں میں تفریق کرادی تو حنفی قانون کے مطابق بھی یہ فیصلہ درست متصور ہوگا۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۲۰۰)

(دفعہ ۱۰)

اگر عدالت اسلامی نے زوجین کے حال کے مطابق غریبانہ نفقہ کا فیصلہ دے دیا ہو اور اس کے بعد شوہر غنی اور مالدار ہو جائے تو شوہر کو مالدار کے مطابق نفقہ دینا ہوگا۔ (کنز مع بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۲۰۲)

(دفعہ ۱۱)

گذشتہ ایام کا نفقہ شوہر سے اس صورت میں وصول ہوگا جبکہ فریقین خرچ کی کوئی مقدار باہمی رضامندی سے متعین کر چکے ہوں یا عدالت نے نفقہ کی کسی مقدار کا تعین کر دیا ہو لیکن اگر شوہر یا عورت مر جائے تو گذشتہ ایام کا متعین نفقہ بھی وصول نہ ہوگا۔ (حوالہ مذکورہ)

۱۔ حنفی حاکم کا مجتہد ہونا ضروری ہے اگر مقلد محض حاکم کرے گا تو اس کا فیصلہ درست متصور نہ ہوگا۔

(دفعہ ۱۲)

اگر باہم رضامندی یا عدالت کے فیصلہ کے مطابق پورے مہینہ کا نفقہ عورت کو دے دیا گیا ہو اور پھر زوجین میں سے ایک مر جائے تو پیشگی ادا کردہ واپس نہیں لیا جائے گا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۳)

جب کوئی عورت طلاق کی عدت میں ہو خواہ طلاق رجعی ہو یا بائن تو دوران عدت طلاق میں شوہر کے ذمہ اس کا نفقہ لازم ہوگا لیکن اگر شوہر مر چکا ہو اور اس کی بیوی عدت وفات میں ہو یا عورت ایسی عدت میں ہو جس میں میاں بیوی کی تفریق عورت کے قصور کی وجہ سے ہوئی ہو مثلاً عورت مرتد ہوگئی ہو۔ یا اس نے شوہر کی دوسری بیوی کے فرزند سے بوس و کنار کی وجہ سے تفریق حاصل کی ہو تو سب صورتوں میں دوران عدت کا نفقہ شوہر کے ذمہ لازم نہ ہوگا۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۲۱۷)

(دفعہ ۱۴)

ہر آدمی پر صغیر اولاد، والدین، دادا، دادی کا نفقہ اگر وہ غریب ہوں تو لازم ہے۔ بیوی اور اولاد کا نفقہ ہر آدمی پر لازم ہے خواہ وہ دونوں ہم مذہب ہوں یا نہ ہوں۔ (کنز الدقائق)

(دفعہ ۱۵)

کسی ایسے رشتہ دار کا نفقہ آدمی کے ذمہ لازم نہیں جو محرم ہو لیکن ہم نسب نہ ہو جیسا رضاعی بھائی یا ہم نسب ہو لیکن محرم نہ ہو جیسے چچا زاد بھائی بلکہ ایسے رشتہ دار کا نفقہ بشرطیکہ غریب ہو اور کمائی کے قابل نہ ہو لازم ہے جو ہم نسب ہونے کے ساتھ محرم بھی ہو جیسے بھائی بھتیجا لیکن ایسے لزوم نفقہ کا تعلق ہر اس شخص سے ہے جو خود غنی ہو۔ (بحر الرائق جلد ۴ صفحہ ۲۲۸)

(دفعہ ۱۶)

اگر ایک غریب آدمی کی دو اتمند ماں اور دو اتمند سگ بھائی موجود ہو تو ماں اور بھائی پر اس غریب کا نفقہ ان دونوں کے حصہ میراث کے اندازہ پر واجب ہوگا۔ (حوالہ مذکورہ ۱۲)

(دفعہ ۱۷)

ایک فقیر شخص کے ذمہ صرف چار قسم کے لوگوں کا نفقہ واجب ہے۔
(۱) نابالغ لڑکا۔ (۲) نابالغ لڑکیاں بشرطیکہ غریب ہوں۔
(۳) بیوی۔ (۴) غلام۔ (کنز الدقائق)

باپ محتاج ہونے کی صورت میں اپنے نفقہ کے لیے اپنے غائب بیٹے کا صرف منقول سامان فروخت کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کسی کے پاس اس بیٹے کی امانت ہو اور اس نے بیٹے کے امر کے بغیر اس کے والدین وغیرہ کے نفقہ میں دے دی تو وہ امین شخص ضامن ہوگا۔ (حوالہ مذکورہ)

اگر کوئی شخص اپنے مملوکہ حیوانات اور بہائم کے نفقہ میں کوتاہی کرتا ہو تو حکومت اس کو مجبور کرے گی کہ وہ یا ان مویشیوں کو فروخت کر دے یا ان کی پرورش کرے اور امام ابو یوسفؒ کی یہی رائے ہے۔ (مختصر اٹلی وی صفحہ ۲۲۸)

مفقود اور غائب یا مجنون شوہر

اور

ارتدادِ زوجہ کے بیان میں

تعریف: مفقود وہ گم شدہ شخص ہے جس کے مکان کا علم نہ ہو اور نہ یہ معلوم ہو کہ وہ مر گیا ہے یا زندہ ہے ایسا شخص قانوناً دوسرے شخص کے حق میں میت تصور ہوگا۔ چنانچہ اگر اس کا کوئی رشتہ دار مر جائے تو مفقود اس رشتہ دار کا وارث نہیں ہو سکتا لیکن اپنے ذاتی معاملات میں مفقود زندہ تصور ہوگا اسی بنا پر نہ اس کی جائیداد اس کے وارثوں میں تقسیم کی جائے گی اور نہ اس کی بیوی کوئی الحال شادی کی اجازت دی جاسکتی ہے۔ (ہندیہ)

مفقود کے متعلق بعد از تحقیق جب حاکم موت کا حکم لگا دے تو اس وقت اس کا مال اس وقت کے زندہ وارثوں میں تقسیم کیا جائے گا اور اسی طرح حکم موت کے وقت سے عدت و فوات یعنی چار ماہ دس دن گزر جانے کے بعد اس کی بیوی کو اجازت ہوگی کہ وہ اگر چاہے تو نکاح کر لے۔ ینا بیج۔ نہر فائق۔ فتح

القدر۔ زیلعی شرح کنز میں اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔ (رد المحتار صفحہ ۳۴۱)
 (مادہ) زوجہ ایسے غائب کی جس کو خط یا آدمی نہ بھیجا جاسکے اور زوجہ مذکورہ
 کے پاس نفقہ نہ ہو ان صورتوں میں وہ عورت شرعی عدالت میں دو گواہوں
 کے ذریعہ اس امر کو ثابت کرے گی کہ فلاں آدمی اس کا شوہر ہے۔ اور وہ
 غائب ہے اور اس نے نفقہ بھی نہیں چھوڑا اور نہ ہی ایسا وکیل جو نفقہ دینے کا
 ذمہ دار ہو اور نہ ہی اس نے شوہر سے نفقہ کا مطالبہ معاف کر دیا ہے اور ان
 امور پر وہ عورت قسم کھالے تو! حاکم مالکی مذہب کے مطابق ایک ماہ کے بعد

۱۔ علمائے حنفیہ نے بھی ضرورت شدید کی صورت میں مالکیہ کے مذہب کے مطابق فیصلہ کرنے کو اختیار فرمایا ہے۔ لہذا حنفی
 حاکم عورت کو ایک ماہ کی مہلت دے دے یہی نہ گزر گئے تو عورت پھر حاکم کے پاس جا کر تفریق کا مطالبہ کرے اور حاکم نکاح کو
 ختم کر دے یہ حکم صرف اس غائب کی بیوی کے لیے ہے جو کسی دور دور ملک میں ایسی جگہ پر ہو جہاں پوری حد و حدود اور امکانی
 کوشش کے باوجود بھی آدمی پیچھے کا انتظام ناممکن ہو۔

اور جو شخص غائب ہو جائے اور پتہ اسکا معلوم ہے لیکن نہ وہ خود آتا ہے نہ بیوی کو اپنے پاس بلاتا ہے۔ نہ اس کے خرچ و غیرہ کا
 کوئی انتظام کرتا ہے تو اس کی بیوی کی رہائی کے واسطے جو صورت بالافاق آتی ہے وہ یہ ہے کہ اس خاوند کو مطلع پر راضی کیا
 جائے اور اگر وہ مطلع پر بھی راضی نہ ہو تو پھر اگر یہ عورت صبر کر کے اپنا وقت صفت سے گزرا دے سکے تو بہتر درجہ قاضی کے پاس اپنا
 مقدمہ پیش کر کے غائب مذکور کے ساتھ اپنا نکاح ہونا ثابت کرے نیز یہ بھی ثابت کرے کہ وہ کچھ نفقہ نہ لکھ نہیں کیا اور نہ وہاں
 سے اس کا کچھ انتظام کیا ہے نہ میں نے نفقہ معاف کیا ہے۔ اور وہ اس غائبہ صاحب میں کوئی حق کر رہا ہے اور ان باتوں پر حلف
 بھی کرے اس کے بعد اگر کوئی شخص مزید ترقیب یا طبعی اس کے نفقہ کی کفالت کرے تو پھر درجہ قاضی اس شخص کے پاس بذریعہ
 دوشہ آدمیوں کے حکم پیچھے کہ یا تو خود حاضر ہو کر اپنی بیوی کے حقوق ادا کر دے یا اس کو بلاوے کوئی اور انتظام کر دے ورنہ اس کو طلاق
 دیدہ و جاری کر دے ان باتوں میں سے کوئی بات نہ کی تو پھر ہم خود دونوں میں تفریق کر دیں گے۔ اس پر بھی غائبہ اگر کوئی
 صورت قبول نہ کرے تو قاضی ایک مہینہ کے مزید انتظار کا حکم دے اس مدت میں بھی اگر اس کی شکایت درج نہ ہوئی تو دوبارہ
 مطالبہ پر عورت کو اس غائب کی زوجیت سے علیحدہ کر دے گا۔

نوٹ: حکم لکھ جانے والے حکمران غائب کو پہنچا کر اس سے جواب طلب کریں اور جو کچھ جواب دے یا خاموشی رہے قاضی
 کے پاس اس پر کوئی دین اور وہ اس پر فیصلہ دے۔ (حلیہ ناجزہ ملخصاً)

اور حنابلہ کے نزدیک فی الحال اور شافعیہ کے نزدیک تین دن کے بعد اس
 کے نکاح کو تو ذکر فسخ کر دے گا اسی طرح اگر عورت کا نفقہ موجود ہو لیکن اس
 کو زنا میں واقع ہونے کا خطرہ ہو تو ایک سال مہلت کے بعد مذہب مالکی
 کے مطابق اور چھ ماہ کی مہلت کے بعد حنابلہ کے مذہب کے مطابق عورت
 نکاح کو عدالت کے ذریعہ فسخ کر سکتی ہے۔ (الحلیہ ناجزہ صفحہ ۱۱۴)

(مادہ) امام قسٹائی کا قول ہے کہ اگر ضرورت کے وقت امام مالکؒ کے قول
 کے مطابق حکم دے دیا جائے تو درست ہے۔ (رد المحتار جلد ۳ صفحہ ۳۴۰)

(مادہ) ازوجہ مفقود نے عدالت کے حکم کے مطابق چار سال مہلت اور چار
 ماہ دس (۱۰) یوم عدت کا زمانہ گزارنے کے بعد اگر نکاح دوسرے شوہر سے

۱۔ ازوجہ مفقود (جس کی تعریف دفعہ اول میں گزر چکی ہے) کے لیے مفقود کی زوجیت سے علیحدہ ہونے کی
 دارالسلام میں یہ صورت ہے کہ عورت عدالت میں مقدمہ پیش کر کے بذریعہ شہادت شرعیہ اس مفقود سے اپنا
 نکاح اور اس کے بعد اس کا گم اور لا پتہ ہونا ثابت کرے بعد ازاں قاضی خود بھی مفقود کی تلاش و تفتیش
 کرے اور جب پتہ ملنے سے مایوسی ہو جائے تو عورت کو چار سال تک مزید انتظار کا حکم کرے پھر اگر اس
 مدت میں بھی مفقود کا پتہ نہ چلے تو عورت چار سال کی مدت مذکور کے اختتام پر دوبارہ مراجعہ کر کے قاضی
 سے حکم بالموت حاصل کرے اور پھر عدت و فوات چار ماہ دس دن گزارنے کے بعد اسے دوسری جگہ نکاح
 کرنے کا اختیار ہوگا۔

فائدہ: اگر زوجہ مفقود نے ایک عرصہ دراز تک مفقود کا انتظار کرنے کے بعد نہایت مجبور ہو کر اس حالت میں
 درخواست دی ہو جبکہ صبر سے عاجز ہو گئی تو قاضی صرف ایک سال مزید انتظار کی مہلت دینے کے بعد بھی
 تفریق کا مجاز ہے۔ (کذا فی فی الحلیہ ناجزہ) ان مسائل کی تفصیلات کے لیے حلیہ ناجزہ کو ضرور پیش نظر
 رکھا جائے۔ ضرورتاً صاحب ارباب فتاویٰ اہل تفسیرات کے لیے بہت نفع ہے۔

کر لیا اور مفقود شوہر واپس آیا تو دوم شوہر کا نکاح باطل ہو کر بیوی پہلے خاوند کو
عدت گزارنے کے بعد لوٹائی جائے گی اور اگر دوم شوہر نے مصاحبت
کر لی ہو تو اس کے ذمہ پورا مہر دینا لازم ہوگا۔

(مبسوط شمس الائمہ جلد ۱ صفحہ ۷۳)

(مادہ) اگر مجنون کی بیوی اس کے ساتھ نہ رہے ۱۔ سکے اور جنون عارضی ہو تو
عنین کی طرح علاج کے لیے مجنون شوہر کو ایک سال کی مہلت دی جائیگی
اگر تندرست نہ ہو تو عورت کے مطالبہ پر حاکم اس کا نکاح فسخ کر دے گا
لیکن اگر ۲۔ قدیم اور اصلی جنون ہو تو عورت اگر چاہے بذریعہ عدالت فوراً
نکاح فسخ کر سکتی ہے اسی طرح دیگر ناقابل صحت امراض میں اگر شوہر مبتلا
ہو اور امید تندرستی نہ ہو تو عورت بذریعہ عدالت فسخ نکاح کر سکتی ہے۔ یہ
امام محمد صاحب کا مذہب ہے۔ کتاب الآثار۔ مضممرات اور حاوی قدسی میں
اسی کو ترجیح دی گئی ہے۔

(ہند یہ جلد ۲ صفحہ ۱۵۷)

۱۔ نہ رہ سکے۔ نہ رہ سکے کا مطلب یہ ہے کہ خاوند (پاگل) عورت کو سخت ایذا دیتا ہو کہ عورت کو ذرا ہو
کہ کہیں مجھ کو قتل نہ کر دے۔ کذا فی الشامی۔

۲۔ احتیاط اس میں ہے کہ جنون کے قدیم اور اصلی ہونے کی صورت میں مجنون شوہر کو ایک سال کی
مہلت دی جائے۔ کذا فی الخیلة النازہ ۱۲۰۔

(دفعہ ۳)

اگر کوئی منکوحہ عورت مرتد ہو جائے تو ظاہر روایت کی بنا پر نکاح فسخ ہو جائے
گا لیکن عورت کو اسی وقت قید میں رکھا جائے گا جب تک کہ مسلمان ہو کر
شوہر سے دوبارہ نکاح نہ کر لے تاکہ شوہر سے اس ناجائز طریقہ پر رہائی
حاصل کرنے کے حیلہ کا انسداد ہو سکے۔

(قاضی خان جلد ۲ صفحہ ۲۶۷)

(دفعہ ۴)

بعض مشائخ پنج و سمرقند عورت کے ارتداد کے باوجود شوہر کے ساتھ اس کے
نکاح کو قائم قرار دیتے ہیں۔ امام ابوالنصر اور ابوالقاسم الصفار نے اسی قول کو
اختیار کیا ہے تاکہ عورت اپنے اس منحوس حیلہ کے ذریعہ اپنے مقصد میں
کامیاب نہ ہو سکے۔

(فتح القدیر جلد ۳ صفحہ ۲۹۷)

دوسرا مقالہ

مالیات کے بیان میں

فصل اول

بیع کے قوانین کے بیان میں

(دفعہ ۱)

بیع ایجاب اور قبول سے مکمل پاتی ہے۔ ایجاب اور قبول بائع اور مشتری کی جانب سے ایسے دو پہلوؤں کا نام ہے جو مقامی رواج کے مطابق خرید و فروخت کے لیے مستعمل ہوں۔

مثلاً بائع کا یہ کہنا کہ میں نے فلاں چیز اتنی رقم میں بیچی اور مشتری کا اس کے جواب میں یہ کہہ دینا کہ میں نے خرید لی یہ بیع تصور ہوگی اسی طرح بائع اور مشتری کی بالترتیب یہ تعبیریں کہ بیچتا ہوں اور خریدتا ہوں بیع تصور ہوگی کیونکہ بیع کے لیے ماضی یا حال دونوں تعبیریں کافی ہیں لیکن بائع کا یہ کہہ دینا کہ بچوں گا اور مشتری کا اس کے جواب میں یہ کہہ دینا کہ خریدوں گا۔ قانوناً بیع نہیں بلکہ بیع کا وعدہ تصور ہوگا۔ (المجلد الثرعیہ صفحہ ۲۳)

(دفعہ ۲)

ایجاب اور قبول کی تعریف یہ ہے کہ بیع کرنے والے فریقین میں سے جس فریق کی طرف سے پہلا جملہ دربارہ عقد بیع صادر ہو۔ وہ ایجاب ہے اور اس کے اجواب میں دوسرے فریق سے جو دوسرا جملہ صادر ہو وہ قبول کہلاتا ہے۔ ایجاب اور قبول دونوں کا باہم جوڑ سے بیع مکمل ہو جاتی ہے۔

(دفعہ ۳)

ایجاب و قبول قولی اور زبانی بھی ہو سکتے ہیں اور ۲ کتابت اور تحریر کے ذریعہ بھی جیسے اہم معاملات میں عام معمول ہے اور کبھی فعل مبادلہ کی شکل میں ایجاب و قبول ضمنی طور پر محقق تسلیم کئے جاتے ہیں۔

مثلاً ایک روٹی کی قیمت جب دو آٹا ہو تو نان بانی کی دوکان پر دو آٹا رکھ کر ایک روٹی بلا کسی گفتگو کے اٹھا لینا اور نان بانی کا انکار نہ کرنا فعلی مبادلہ کی شکل میں ایجاب اور قبول ہے۔ اسی طرح گونگے آدمی کی بیع اشارہ معلومہ کی شکل میں متحقق ہو جاتی ہے۔ (المجلد ۲۳، ۲۴ صفحہ ۲۳، ۲۴)

۱۔ بحر جلد ۵ صفحہ ۲۸۲۔

۲۔ جابلقین سے تحریر کے ذریعہ بھی بیع ہو جاتی ہے۔ تکرار ابن عابدین عن التمار خانیہ شامی جلد ۲ صفحہ ۱۱، ۱۰۔

(دفعہ ۴)

مال ہر اس چیز کا نام ہے جس کی طرف طبعی میلان ہو اور اس کو انسان وقت ضرورت کے لیے ذخیرہ کر کے رکھتا ہو۔ مال کی اولین قسمیں دو ہیں۔

(۱) مال متقوم۔ (۲) مال غیر متقوم۔

(۱) مال متقوم وہ مال ہے کہ شریعت کی نظر میں اس کی قیمت ہو۔

(۲) غیر متقوم وہ مال ہے کہ شریعت کی نظر میں اس کی قیمت نہ ہو۔ مثلاً شراب خنزیر۔ (کتاب المعاملات صفحہ ۲۷)

(دفعہ ۵)

مال متقوم کی پھر دو قسمیں ہیں:-

(۱) غیر منقول۔ (۲) منقول۔

(۱) غیر منقول وہ مال ہے جو قابل انتقال نہ ہو۔ مثلاً زمین، مکان۔

(۲) مال منقول وہ مال ہے جو قابل انتقال ہو۔

پھر منقول کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) مثلی۔ (۲) قیمی۔

۱۔ بحر جلد ۵ صفحہ ۲۷۷۔

(۱) مثلی وہ ہے کہ اس کے افراد باہم متماثل ہوں اور ان میں معتد بہ فرق نہ ہو یا بازار

میں اس کے افراد کی نظیریں ملتی ہوں۔ خواہ

مکملات ہوں یعنی پیانہ سے فروخت ہونے والی چیزیں۔ جیسے گندم وغیرہ اجناس۔

یا سوزنات یعنی تول سے جن چیزوں کا لین دین ہو مثلاً سونا، چاندی، لوہا وغیرہ۔

یا معدودات متقار بہ ہوں یعنی وہ چیزیں جن کی خرید و فروخت تعداد کے اعتبار سے مثلاً انڈے، لیمو یا ہم جنس کپڑے۔ (کتاب المعاملات صفحہ ۲۹)

(دفعہ ۶)

قیمتی وہ چیزیں ہیں جن کے احاد میں کافی تفاوت ہو۔ جیسے جانور یا مختلف الجنس کپڑے یا ایسی چیزیں جن کے احاد میں کافی تفاوت نہ ہو مثلاً تربوز، خربوزہ، سرہ وغیرہ۔ مثلی چیزوں کا تادان مثل کے ذریعہ اور قیمتی چیزوں کا تادان قیمت کے ذریعہ ادا کرنا پڑتا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۷)

بیع کی متعدد اقسام ہیں

۱۔ بیع لازم:- وہ بیع ہے جس میں بائع یا مشتری میں سے کسی نے اپنے لیے کسی قسم کا اختیار مشروط نہ کیا ہو اس بیع کا حکم یہ ہے کہ فی الحال بیع ہونے

(دفعہ ۸)

۲۔ بیع باطل:- وہ بیع ہے جو قانون شرعی کی نگاہ میں کالعدم ہو اور اس پر کوئی اثر

یا نتیجہ مرتب نہ ہوتا ہو مثلاً کسی مسلمان کا خنزیر کو بیچنا جو کہ مال مقوم نہیں یا کسی باغ کا پھل بیچنا ایسی حالت میں کہ باغ کا میوہ بالکل ظاہر ہی نہ ہوا ہو بلکہ بالکل معدوم ہو یہ دونوں بیع باطل ہیں۔

(دفعہ ۹)

۳۔ بیع فاسد:- وہ بیع ہے کہ اس میں مثلاً ایسی شرط لگا دی گئی ہو جو بیع کے عام

تقاضا کے خلاف ہو اور اس شرط میں شرط لگانے والے کا فائدہ ہو مثلاً کسی نے سورہ پے پر گھوڑا فروخت کیا لیکن یہ شرط بھی لگا دی کہ میں خود بھی اس پر سوار ہوں گا اس کے علاوہ بھی بیع فاسد کی بے شمار صورتیں ہیں۔

بیع فاسد کا حکم یہ ہے کہ اگر بائع کی اجازت سے مشتری بیع کو قبضہ میں لایا اور دونوں بدل مال ! ہوں تو مشتری مالک ہو جاتا ہے جیسے مثل مذکور میں۔

(دفعہ ۱۰)

۴۔ بیع موقوف :- اگر زید نے عمر کی اجازت کے بغیر اس کی کوئی چیز فروخت کر دی۔ تو یہ بیع قانوناً بیع موقوف ہے جس کا حکم یہ ہے کہ اصل مالک یعنی عمر نے اگر اس کی اجازت دے دی تو یہ بیع صحیح نافذ ہوگی لیکن اگر اجازت نہ دی تو بیع کالعدم تصور ہوگی۔ (المجلد ۱۹ صفحہ ۱۹)

(دفعہ ۱۱)

ثمن :- اس چیز کا نام ہے جو بیع کے مقابلہ میں بائع و مشتری باہم رضامندی سے طے کر چکے ہوں اور قیمت وہ رقم ہے جو بیع کی اصلی مالیت کا حقیقی بدل ہو۔

تاخیر :- کا معنی یہ ہے کہ ثمن کی ادائیگی کو کسی معین وقت پر معلق رکھا جائے۔

انتفیض :- یہ ہے کہ کسی شے کے زر ثمن کے حصص کی ادائیگی معین اوقات پر معلق کر دی گئی ہو۔

۱۔ یعنی ثمن کا قسط وار ادا کرنا۔

(دفعہ ۱۲)

تقریر :- دھوکہ دینا اس کو کہتے ہیں کہ مشتری کے رو برو بائع اپنی چیز بیع کی ایسی صفت بیان کر دے جو واقع کے برخلاف ہو۔

اغبن فاحش یعنی کھلا دھوکہ :- قانوناً ایسے دھوکہ کا نام ہے کہ مشتری سے بائع نے بیع کی ایسی قیمت وصول کر لی ہو جو بازار کے نرخ کے مطابق نہ ہو بالکل اس سے بہت زیادہ ہو۔

مثلاً اگر زمین کی خرید میں بائع نے اصل قیمت کا پانچواں حصہ اور حیوانات میں اصل قیمت کا دسواں (۱۰) حصہ اور کپڑوں میں اصل قیمت کا بیسواں حصہ عام نرخ سے زائد وصول کیا تو قانوناً ایسی دھوکہ دہی کو غبن فاحش کہا جائے گا۔ (المجلد ۲۲ جلد ۱ صفحہ ۲۴۰)

(دفعہ ۱۳)

قدیم ہر اس معاملہ کو کہا جاتا ہے جس کا آغاز کسی کو معلوم نہ ہو۔

۱۔ غبن فاحش اس کو کہا جائے گا کہ وہ ثمن متکوین کے اندازہ سے زیادہ ہو مثلاً اگر ایک چیز دس روپیہ کی قیمت ہوئی ہے۔ ایک اندازہ لگانے والا اس بیع کو پانچ روپیہ کی بتاتا ہے دوسرا چھ روپیہ کی آخر یہ اندازہ لگانے والا سات روپیہ سے نہیں بڑھتے تو غبن فاحش ہوگا ہاں اگر بعض اس کی قیمت دس روپیہ بتائیں تو غبن فاحش نہیں اگرچہ بعض اس سے کم بھی بتاتے ہوں۔ (شامی جلد ۳ صفحہ ۲۶۶)

۲۔ غبن فاحش کی تعریف جو ثمن میں درج ہے صاحب عمل نے جلد اس پر نقل کیا ہے نیز اس حاشیہ میں مذکور تعریف کی تصحیح بھی کی ہے ثمن میں نہ لہا دونوں تعریفوں کو جمع کر دیا گیا ہے۔

فصل دوم

بیع بننے کی شروط

(دفعہ ۱)

ہر وہ چیز قابل فروخت ہونے اور بیع بن جانے کی صلاحیت رکھتی ہے جن میں مندرجہ ذیل امور متحقق ہوں۔

(۱) مبیعہ مال ہو اگر کوئی چیز مال نہ ہو مثلاً مردار چیز، آزاد آدمی تو قابل بیع نہیں۔

(۲) بیع منقوم ہو اگر کوئی چیز مال نہ ہو لیکن شرعی نگاہ میں اس کی قیمت نہ ہو مثلاً شراب اور خنزیر تو ایسی چیز کی بیع ناجائز ہے۔ (مجلد صفحہ ۳۰)

(۳) مبیعہ معلوم ہو اگر کسی نے ایسی چیز فروخت کر دی جو بائع اور مشتری کو معلوم نہ ہو تو اس کی بیع درست نہیں۔ لیکن اگر کسی معلوم چیز کا کوئی حصہ مثلاً تہائی یا چوتھائی فروخت کر دیا تو یہ درست ہے۔

(۴) بیع بیع کے وقت موجود ہو تو باغ کا وہ میوہ جس کا قطعاً وجود نہ ہو قابل فروخت نہیں اور اس کی بیع ناجائز ہے۔ (مجلد صفحہ ۳۰)

(دفعہ ۲)

لیکن اگر کسی باغ میں میوہ یا سبزی ترکاری کسی قدر پہنچ گئی اور باقی بتدریج پہنچنے والی ہو تو امام محمدؒ کے نزدیک اس کی بیع درست ہے۔ اور اسی بنا پر امام فضلیؒ اور شمس الامراءؒ حلوائیؒ اور ابوبکر بن فضلؒ نے فتویٰ دیا ہے۔ (المجلہ صفحہ ۸)

(دفعہ ۳)

اگر کسی شخص نے کسی چیز کی جنس بیان کر کے فروخت کر دی لیکن وہ چیز اس کے خلاف نکلی تو بیع درست نہیں مثلاً کسی شیشہ کو الماس یعنی ہیرا ظاہر کر کے فروخت کیا پھر معلوم ہوا کہ ہیرا نہیں بلکہ شیشہ ہے تو بیع باطل ہے۔ (المجلہ صفحہ ۳۰)

(دفعہ ۴)

اگر کسی نے ایسی چیز فروخت کی جس کا مشتری کو حوالہ کرنا پائے کی قدرت میں نہ ہو مثلاً ڈوبی ہوئی کشتی یا بھاگا ہوا جانور تو بیع درست نہیں۔ (حوالہ سابقہ)

(بحر جلد ۲ صفحہ ۸۹)

نہ فی الثانی جلد ۳ صفحہ ۵۔

فصل سوم

کیفیت بیع

(دفعہ ۱)

کیفیت بیع: ناپ یا تول یا گز یا تعداد سے فروخت ہونے والی چیزوں کو اگر بلا تعین مقدار فروخت کر دیا جائے تو بھی درست ہے۔ (حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۲)

زمین کا بیچنا جس طرح گز جریب سے جائز ہے اسی طرح بیان حدود سے بھی جائز ہے۔ (المجلہ صفحہ ۹)

(دفعہ ۳)

اگر کسی خرمن کو یہ کہہ کر فروخت کر دیا گیا کہ فی سیر کی اتنی قیمت ہے تو امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک یہ بیع صرف ایک سیر کے متعلق درست ہے لیکن امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک پورے خرمن میں یہ بیع درست ہے صاحبین کے قول پر اکثر فقہاء کا فتویٰ ہے صاحب ہدایہ نے اسی کو ترجیح دی ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

۱۔ کنز مع البحر جلد ۵ صفحہ ۳۰۔

ثمن یا بیع میں قبض کرنے سے پیشتر تصرف

(دفعہ ۲)

بائع زر ثمن میں وصول کرنے سے پہلے تصرف کر سکتا ہے مثلاً وہ اپنے قرض خواہ سے یہ کہے کہ اپنے قرضہ کے بدلے میں میرا جو زر ثمن مشتری کے ذمہ ہے وہ وصول کر لو تو ایسا کرنا درست ہے۔

(المجلد صفحہ ۳۸۔ درمختار شامی جلد ۴ صفحہ ۱۷۳)

(دفعہ ۵)

مشتری نے اگر کسی سے زمین خریدی ہو اور ابھی تک اپنے قبضہ میں نہ لائی ہو تو وہ اس زمین کو فروخت کر سکتا ہے لیکن زمین کے ماسوا دوسری خریدی ہوئی چیز کا فروخت کرنا قبضہ کرنے سے پیشتر درست نہیں۔

(حوالہ مذکورہ۔ شامی جلد ۴ صفحہ ۱۶۹)

ثمن یا بیع کا قبضہ دلانا یا قبضہ کرنا

(دفعہ ۶)

زر ثمن کی ادائیگی بائع کو منجانب مشتری اولاً ہونا چاہیے ازاں بعد بائع مشتری کو بیع حوالہ کرے گا (بشرطیکہ ثمن نقدی میں سے ہو اور بیع اس کے علاوہ از قسم سامان ہو)۔

(دفعہ ۷)

بیع کا حوالہ کرنا یا مشتری کو اس پر قبضہ دلانا اس صورت میں حاصل ہو جاتا ہے کہ بائع مشتری کو مبیعہ لینے یا قبض کرنے کی اجازت دے دے اور قبضہ کا کوئی مانع موجود نہ ہو اسی کو قانوناً تحلیلہ کہا جاتا ہے۔

(المجلد صفحہ ۴۰۔ درمختار شامی جلد ۴ صفحہ ۴۴)

(دفعہ ۸)

اگر بائع نے ایسی زمین فروخت کر دی جس میں کھیتی اور میوہ دار درخت ہوں اور بیع صرف زمین کی ہوئی ہے تو بائع کو مجبور کیا جائے گا کہ وہ کھیتی اور درخت کاٹ کر خالی زمین مشتری کے حوالہ کر دے الا یہ کہ کسی دوسری جائز صورت پر دونوں کا سمجھوتہ ہو جائے۔ کنز وغیرہ (المجلد صفحہ ۴۱)

(دفعہ ۹)

عقد بیع کا قانونی تقاضا یہ ہے کہ بائع مشتری کو بیع اسی مکان میں حوالے کرے گا جس مکان میں بیع موجود ہے خواہ بیع کا معاملہ اسی مکان میں ہوا ہو یا کسی دوسرے مکان میں الا یہ کہ بطور سمجھوتہ بائع اور مشتری باہم کوئی اور صورت طے کر چکے ہوں۔ (المجلد صفحہ ۲۳)

(دفعہ ۱۰)

اگر مشتری کو پہلے سے مکان مبیعہ کا علم نہ ہو اور بعد میں علم حاصل ہوا تو اس کو یہ اختیار ہے کہ چاہے تو بیع فسخ کر دے یا بیع قائم رکھے اور مبیعہ جہاں موجود ہے وہاں لے لے یا اس پر قبضہ کر لے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۱)

اگر مشتری نے کسی چیز کو اس شرط پر خرید لیا ہو کہ فلاں جگہ میں اس کو بائع میرے سپرد کر دے تو اس مشروط جگہ میں بیع کا حوالہ کرنا ضروری ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۲)

بیع کی تسلیم یعنی ٹاپ تول وغیرہ کے اخراجات بائع کے ذمہ ہیں اور ثمن کے کھرا کرنے کے اخراجات وغیرہ مشتری کے ذمہ ہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۳)

بلا تعین مقدار فروخت کردہ چیزوں کا خرچ مشتری کے ذمہ ہے۔ مثلاً مشتری نے ایک باغ کا انگوٹ فروخت کر دیا جس کے کاٹنے کی ضرورت ہے یا انبار

غلہ بیچ ڈالا جس کو باہر نکالنے کی ضرورت ہے ان دونوں صورتوں میں اخراجات مشتری کے ذمہ ہوں گے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۴)

جو چیز گٹھڑی یا بار کی صورت میں فروخت ہوتی ہے مثلاً ایندھن یا کوئلہ تو مشتری کے گھر تک پہنچانے کے اخراجات اسی شہر کے رواج کے مطابق ادا کئے جائیں گے۔

(دفعہ ۱۵)

دستاویزات رجسٹری وغیرہ کے اخراجات مشتری کے ذمہ ہیں البتہ بیان و املاء مضمون دستاویز بائع کے ذمہ ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۶)

خرید کر لینے کے بعد اگر بیع چیز قبضہ میں لانے سے پیشتر بائع کے ہاں ہلاک ہوئی تو اس کا تاوان بذمہ ۲ بائع ہے لیکن اگر مشتری نے قبضہ میں لائی اور ہلاک ہوئی تو تاوان بذمہ مشتری ہوگا۔ (المجلد صفحہ ۴۴، شامی جلد ۲ صفحہ ۴۸)۔

۱۔ کذا فی البحر جلد ۵ صفحہ ۳۳۔

۲۔ فی تفصیل راجع المراد المحتار جلد ۲ صفحہ ۴۸۔

(دفعہ ۱۷)

مشتري نے اگر خریدی ہوئی چیز قبضہ میں لائی اور ادائیگی زر ثمن سے پیشتر افلاس کی حالت میں فوت ہوا تو بائع کو بیع واپس لینے کا حق نہیں۔ بلکہ اس کا زر ثمن دیگر قرضات کی طرح ۱۔ وصول ہوگا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۸)

مشتري اگر اداء ثمن اور قبض بیع سے قبل افلاس کی حالت میں مر گیا تو بائع کو یہ حق ہے کہ جب تک زر ثمن وصول نہ کر لے۔ اس وقت تک بیع کو ورثاء مشتري سے روک لے جس کی صورت یہ ہوگی کہ حاکم بیع کو فروخت کرے گا اگر بیع کی قیمت زر ثمن کے برابر ہوئی تو مشتري کو پورا زر ثمن ادا کر دیا جائے گا اور اگر قیمت کم ہوئی تو بیع کی قیمت مشتري کو حوالہ کر دی جائے گی اور زر ثمن کا بقیہ حصہ میت کے دوسرے قرضہ جات کی طرح وصول کیا جائے گا۔ لیکن اگر بیع کی قیمت زر ثمن سے زائد ہو تو زر ثمن بائع کو دیا جائے گا اور باقی ماندہ رقم مشتري کے دیگر قرض خواہوں میں اگر موجود ہوں ورنہ ورثاء مشتري میں تقسیم کی جائے گی ۲۔ (المجلد صفحہ ۳۵)

۱۔ در مختار مع شامی جلد ۳ صفحہ ۳۶۔

۲۔ در مع الشامی جلد ۳ صفحہ ۵۴۔

خرید یاد رکھنے کے ارادہ سے مقبوض چیز

(دفعہ ۱۹)

اگر مشتري نے بائع سے خرید کے ارادہ سے کوئی چیز لے لی اور ثمن بھی طے کر لیا پھر وہ چیز مشتري کے پاس ضائع ہوئی تو مشتري کو ضائع شدہ چیز کا تاوان دینا ہوگا۔ مثلیات میں مثل اور قیمیات میں قیمت لیکن اگر ثمن طے نہ ہو تو وہ چیز مشتري کے ہاتھ میں امانت رہے گی اگر اس نے بالقصد ضائع نہ کی ہو تو تاوان نہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۲۰)

اگر بائع سے کوئی چیز مشتري کو دکھلانے کے لیے لے لی گئی خواہ ثمن بتلایا گیا ہو یا نہ دونوں صورتوں میں وہ چیز امانت قرار پائے گی اگر بلا تعدی ضائع ہوئی تو اس کا تاوان نہیں لیا جائے گا۔ (حوالہ مذکورہ)

فصل چہارم

خیارات کے بیان میں

(دفعہ ۱)

خیار الشرط :- بائع اور مشتری میں سے ہر ایک بیع کے بعد اپنے لیے فسخ یا اجازت بیع کا اختیار ایک مدت تک کے لیے بطور شرط تجویز کر سکتا ہے۔
 صاحبین کے نزدیک یہ مدت خیار جس قدر بھی دونوں میں باہمی رضامندی سے طے ہو جائے درست ہے لیکن امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک مذکورہ خیار تین یوم سے زائد زمانہ کے لیے جائز نہیں صاحبین کے قول کو ترجیح دی گئی ہے۔
 (مجلہ صفحہ ۹)

(دفعہ ۲)

بائع اور مشتری میں سے جس نے اپنے لیے اختیار رکھا ہو وہ مدت خیار کے دوران میں بیع کی اجازت اور توڑنے کا مالک ہے اجازت قوی بھی ہو سکتی ہے کہ صاحب خیار زبان سے کہہ دے یا تحریری لکھ دے کہ میں بیع پر راضی ہوں یا بیع کی اجازت دیتا ہوں اور فعلی اجازت بھی وہ یہ کہ دوران مدت خیار میں مثلاً مشتری اس خریدی ہوئی چیز میں مالکانہ تصرف کر دے مثلاً رہن کر دے بیع ڈالے یا اجارہ پر دیدے تو ان تمام صورتوں کو منجانب مشتری فعلی اجازت قرار دیا جائے گا۔ (المجلد صفحہ ۳۶)

(دفعہ ۳)

فتح بھی قبول ہو سکتا ہے کہ زبانی یا تحریری طور پر صاحب اختیار یہ کہہ دے کہ میں نے فتح کو توڑ دیا اور فتح فعلی بھی ہو سکتا ہے مثلاً یہ کہ بائع نے اپنے لیے اختیار رکھا ہو اور وہ دوران مدت اختیار میں اس فتح کے اندر عملاً مالکانہ تصرف کر دے مثلاً کسی کے پاس فروخت کرنے کے لیے فتح کو پیش کر دے یا اسے کر دے یا اجارہ پر دیدے ان سب صورتوں کو منجانب بائع فتح فتح قرار دیا جائے گا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۴)

مدت اختیار کے اختتام تک اگر صاحب اختیار فریق نے فتح یا اجازت فتح کا اظہار نہ کیا تو فتح لازم اور قطعی متصور ہوگی۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۵)

صاحب اختیار کی وفات پر اس کے وارثوں کی طرف اختیار منتقل نہیں ہوگا۔ چنانچہ اگر بائع نے اپنے لیے اختیار کی شرط بٹھرائی تھی تو اس کی وفات پر مشتری فتح کا قطعی مالک متصور ہوگا اور اگر مشتری نے اختیار کی شرط بٹھرائی تھی اور دوران مدت اختیار میں وہ مر گیا تو ورثاء مشتری قطعی طور پر اس کے مالک متصور

ہونگے اور ان کو فتح کا اختیار نہ ہوگا اگرچہ مدت اختیار هنوز ۱ باقی ہو۔
(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۶)

اگر بائع نے اپنے لیے اختیار رکھا ہو تو فتح اس کی ملک سے خارج متصور نہ ہوگی لہذا اگر فتح مشتری کے قبضہ میں ہلاک ہوگئی تو اداہ ثمن مشتری کے ذمہ لازم نہیں بلکہ جس دن سے مشتری نے فتح پر قبضہ کیا ہے اس دن میں فتح کی جو قیمت تھی وہی قیمت مشتری کے ذمہ واجب الادا ہوگی۔ (حوالہ مذکورہ، کنز)

(دفعہ ۷)

لیکن اگر اختیار مشتری کے لیے ہو تو فتح بائع کے ملک سے خارج متصور ہوگی تو اگر فتح مشتری کے ہاں ہلاک ہوئی تو مشتری مقرر شدہ ثمن ہی بائع کو ادا کرے گا۔ (حوالہ مذکورہ)

خیار الوصف (دفعہ ۸)

اگر بائع کسی چیز کی پسندیدہ صفت کو بیان کر کے فروخت کر دے اور وہ چیز اس وصف کے برخلاف نکلی تو مشتری کو اختیار ہے اگر چاہے فتح کو فتح کر دے

اور اگر بیع لینا چاہے تو پورا ثمن ادا کر کے لے لے مثلاً بائع نے یہ کہہ کر مشتری کے پاس رات کے وقت نکلین فروخت کیا کہ وہ سرخ یا قوت کا ہے لیکن وہ زرد یا قوت نکلا تو مشتری کو متذکرہ صدر طریقہ پر کل رقم ویکر بیع لینے یا بیع فسخ کرنے دونوں باتوں کا اختیار ۱۔ حاصل ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۲)

اگر مشتری فوت ہو گیا تو متذکرہ صدر خیار وصف ان کے وارثوں کی طرف منتقل ۲ ہوگا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۳)

اگر مشتری نے بیع میں کوئی مالکانہ تصرف کر دیا تو اس کا خیار وصف ختم سمجھا جائے ۳ گا۔ (حوالہ مذکورہ)

۱۔ بحر جلد ۶ صفحہ ۸۹۔

۲۔ فتح القدیر کذا فی البحر جلد ۶ صفحہ ۲۶۔

۳۔ اس میں کچھ تفصیل ہے مراجعت کی جائے۔

خیار نقد: یعنی مقررہ وقت پر ادا ایگی ثمن کو شرط بیع ٹھہرانا

(دفعہ ۱)

اگر بیع اس شرط پر ہوئی کہ اگر مشتری نے تین دن تک ثمن ادا کیا تو بیع قطعی متصور ہوگی ورنہ اسے کالعدم تصور کیا جائے گا تو یہ خیار نقد کہلاتا ہے اس کا حکم یہ ہے کہ مشتری نے مقررہ وقت پر ثمن ادا کر دیا تو بیع درست ہے ورنہ بیع فاسد ہو جائیگی۔

(دفعہ ۲)

اگر مشتری خیار نقد کی مدت کے اندر فوت ہوا تو بیع کالعدم ۲ ہوگی۔ (حوالہ مذکورہ)

خیار تعین (دفعہ ۱)

۱۔ اگر بائع نے قیمتی اشیاء سے دو یا ۳ زیادہ چیزیں مشتری کو دے کر ہر ایک کی رقم ثمن جدا بتلا کر یہ کہہ دیا کہ وہ ان میں سے جس کو بیان کردہ قیمت پر خریدنا چاہے خرید لے اور مدت بھی متعین کر دی تو یہ خیار تعین کہلاتا ہے۔ (حوالہ ساکت)

۱۔ بحر جلد ۶ صفحہ ۷۔

۲۔ کذا فی حاشیاء البحر من السیرى ناقلہ جلد ۶ صفحہ ۱۹۔

۳۔ زیادہ چیزیں یعنی تین تک چار سے کم کم کیونکہ چار اور چار سے زیادہ چیزوں میں یہ خیار درست نہیں۔ (درمنا، جلد ۳ صفحہ ۶۱ شامی)

(دفعہ ۲)

اس خیار میں مدت کی تعیین بھی ضروری^۱ ہے اور یہ بھی ضروری ہے کہ اس مدت کے اندر صاحب خیار ان اشیاء میں سے جس چیز کو بیان کردہ رقم پر خریدنا چاہے اس کو متعین کر لے۔

(دفعہ ۳)

صاحب خیار تعیین کی وفات پر یہ خیار اس کے ورثاء کی طرف منتقل ہوگا۔ مثلاً اگر بائع نے تین قسم کے کپڑے اعلیٰ، اوسط، ادنیٰ ہر ایک کا تین متعین کر کے مشتری کو اس شرط پر حوالہ کئے کہ تین دن کے اندر اندر وہ جس کپڑے کو پسند کر لے وہی فروخت شدہ سمجھا جائے گا تو تین دن میں مشتری نے جس کپڑے کو پسند کیا اس میں بیع درست تسلیم کی جائے گی (حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۴)

لیکن اگر مدت مذکورہ گزر گئی اور مشتری نے کوئی کپڑا خرید کے لیے متعین نہیں کیا تو قانوناً اس کو ان میں سے کسی ایک کپڑے کی تعیین کرنے اور اس کی ادائیگی رقم پر مجبور کیا جائے گا۔

۱۔ ضروری ہے۔ اور یہ مدت تین دن سے زیادہ نہیں ہونی چاہئے۔ ہندو جلد ۳ صفحہ ۳۰۔ علی قول من البیضا بشرط اختیار مع خیار تعیین۔

(دفعہ ۵)

اگر مشتری خود قبل از تعیین فوت ہو گیا ہو تو اس کے ورثاء کو تعیین اور ادائگی پر مجبور کیا جائیگا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱)

اگر کوئی شخص ایک چیز خرید لے جو اس نے دیکھی نہ ہو تو دیکھ لینے کے بعد اس کو اختیار ہے اگر چاہے تو قبول کر لے ورنہ بیع فسخ کر دے اسی کا نام خیار رویت ہے۔ (المجلد صفحہ ۴۹، کنز)

(دفعہ ۲)

خیار رویت وارث کی طرف منتقل نہیں ہو سکتا اگر مشتری بیع دیکھنے سے قبل مر گیا تو بیع قطعی اور لازم ہوگئی اور مشتری کے وارثوں کو خیار رویت^۲ نہیں ہوگا۔ (حوالہ مذکورہ)

۱۔ شامی صفحہ ۶۹ جلد ۴ باب خیار الشرط۔

۲۔ شامی جلد ۴ صفحہ ۵۷۔

(دفعہ ۳)

جو چیزیں نمونہ کے دیکھ لینے پر فروخت کی جاتی ہیں ان چیزوں کا صرف نمونہ دیکھ لینا کافی ہے لیکن اگر وہ چیز نمونہ کے معیار سے کم ثابت ہو تو مشتری کو بیع قائم رکھنے یا توڑنے کا ۱۔ اختیار ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۴)

ایک حویلی کی خرید کی صورت میں اس حویلی کے ہر ایک کمرہ کو اندر سے دیکھنا ضروری ہے لیکن اگر سب کمرے ایک طرز پر تعمیر ہوئے ہوں تو صرف ایک کمرے کا دیکھنا ۲۔ کافی ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۵)

اگر ایک ہی عقد میں مختلف چیزیں خریدی گئیں تو ان میں سے ہر ایک کا دیکھ لینا ضروری ہے اگر کچھ چیزیں ان میں سے وقت بیع مشتری دیکھ چکا ہو اور کچھ نہیں تو سب کو دیکھ لینے کے بعد مشتری کو اختیار ہے کہ سب چیزیں لے

۱۔ برصغیر ۳۱ جلد ۶ دشاوی صفحہ ۶۹ جلد ۴۔

۲۔ کذا فی الشامی صفحہ ۷۰ جلد ۴۔

لے یا سب واپس کر دے یہ نہیں ہو سکتا کہ کچھ رکھ لے اور کچھ واپس کر دے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۶)

مشتری اگر خریدی ہوئی چیز کو خود دیکھے یا جس کو وکیل بنا کر وہ چیز خریدی گئی ہے وہ وکیل دیکھے یا جس کو قبضہ کرنے کے لیے مشتری نے مقرر کر دیا ہے وہ شخص بیع کو دیکھ لے تو یہ دیکھنا کافی ہے البتہ قاصد کا دیکھنا کافی نہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۷)

مشتری نے خریدی ہوئی چیز میں مالکانہ تصرف کر دیا تو اس کا اختیار رویت ختم ہو گیا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۸)

ناہیا آدمی کا کسی چیز کو بیچنا یا خریدنا درست ہے لیکن خریدی ہوئی چیز کے ٹھیک احوال بیان کر دینے پر اگر وہ راضی ہو تو پھر اس کو خیار رویت نہیں۔
(المجلد صفحہ ۵۱)

خیار عیب: (دفعہ ۱) تعریفات۔

۱۔ خیار عیب۔ اگر بیچ میں کوئی ایسا عیب مشتری کو معلوم ہو جو بوقت بیچ اس کو معلوم نہیں تھا تو مشتری کو بیچ کے قائم رکھنے یا فسخ کرنے کا جو اختیار قانوناً حاصل ہو جاتا ہے۔ اسی کو خیار عیب کہا جاتا ہے۔

۲۔ عیب۔ عیب بیچ کے اس نقصان کا نام ہے جس کی وجہ سے ارباب تجارت کے ہاں بیچ کی قیمت کم ہو جاتی ہو۔

۳۔ عیب قدیم۔ وہ عیب ہے جو بیچ میں اس وقت موجود ہو جبکہ وہ بائع کے ہاں موجود تھی۔

۱۔ ہوا۔ اس دفعہ کا حاصل یہ ہے کہ بیان احوال اگر خریدنے سے پہلے ہوا اور ناچینانے راضی ہو کر وہ چیز خرید لی تو پھر اس کو خیار رویت نہیں۔ اور اگر خریدنے کے بعد بیچ کے اوصاف بیان کئے گئے تو ناہیا کو خیار رویت حاصل رہے گا تا وقتیکہ وہ صراحت یا دلالت اظہار رضامندی نہ کر دے نیز جو اشیاء نئے یا سو گھنے سے معلوم ہو جاتی ہیں ان اشیاء میں نزل لینا اور سونگہ لینا ہی کافی ہے اب اگر ان میں سے کوئی چیز خریدے تو خیار رویت نہیں۔ جلد ۴ صفحہ ۱۷

۴۔ عیب حادث۔ وہ ہے جو بیچ کے اندر مشتری کے قبضہ میں آنے کے بعد پیدا ہوا۔ (المجلد صفحہ ۵۱)

(دفعہ ۲)

فروخت کردہ چیز میں جو جو عیوب بائع نے بوقت بیچ مشتری سے بیان کر دیئے ہوں ان عیوب کی وجہ سے مشتری بیچ کو فسخ نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر بائع تمام عیوب کی ذمہ داری سے بری ہو کر کوئی چیز فروخت کر دے تو مشتری بیچ کو فسخ نہیں کر سکتا۔ (حوالہ مذکورہ کفر وغیرہ)

(دفعہ ۳)

اگر مشتری اگر بیچ کے عیوب پر مطلع ہونے کے باوجود اس میں مالکانہ تصرف کرے مثلاً اس کو فروخت کرنے کے لیے پیش کر دے تو اس کا خیار ختم ہو جاتا ہے۔ (المجلد صفحہ ۵۲)

(دفعہ ۴)

مطلق بیچ جو بیچ کے عیب دار یا بے عیب ہونے کے تذکرہ سے خالی ہو اس کا اقتضاء یہ ہے کہ بیچ عیوب سے خالی ہو اب اگر اس میں کوئی عیب ظاہر

ہو جائے جو نو پیدا نہ ہو بلکہ بائع کی ملکیت کے وقت سے ہو تو مشتری بائع کو
مبیعہ واپس کر سکتا ہے لیکن بوجہ عیب زر ثمن گھٹا دینے کا اختیار نہیں رکھتا۔
(المجلد صفحہ ۵۱)

(دفعہ ۵)

اگر عیب قدیم اس وقت مبیع میں ظاہر ہوا جبکہ مشتری کے ہاں مبیع میں جدید
عیب بھی پیدا ہو چکا ہو تو مبیع کو مشتری واپس نہیں کر سکتا لیکن عیب قدیم کے
نقصان کو بائع سے وصول کر سکتا ہے۔ مثلاً ماہرین کے ذریعہ اس مبیع کے
بے عیب ہونے کی صورت میں قیمت طے کرائی جائے اور عیب دار ہونے
کی صورت میں بھی قیمت طے کرائی جائے دونوں قیمتوں میں جو فرق ہوگا
اس فرق کے انداز پر مشتری بائع سے رقم وصول کرنے کا حق رکھتا ہے۔
(حوالہ مذکورہ، درمختار)

(دفعہ ۶)

لیکن اگر بائع جدید عیب کے باوجود مبیع کو واپس لینا چاہے تو ایسی صورت
میں مشتری سابقہ عیب کی وجہ سے مبیع میں جو نقصان ہے اس کی وصولی کا حق
نہیں رکھتا بلکہ صرف مبیع واپس کر سکتا ہے اگر چاہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۷)

مشتری نے اگر مبیع میں کوئی ایسا تصرف کیا جس کی وجہ سے مبیع کی قیمت بڑھ
گئی مثلاً خریدے ہوئے کپڑے کو رنگایا یا خریدی ہوئی زمین میں درخت
لگائے تو ان دونوں صورتوں میں اس کا خیار ختم ہو جاتا ہے۔ (المجلد صفحہ ۵۳)

(دفعہ ۸)

یکبارگی اگر چند چیزیں کسی نے خرید لیں جن میں بعض عیب دار معلوم ہوئی
اور ابھی تک مشتری نے ان کو قبضہ خود میں نہیں لایا تو مشتری تمام چیزوں کو
واپس کر سکتا ہے یا تمام کو پورے زر ثمن میں قبول کر سکتا ہے لیکن صرف عیب
دار چیزوں کو واپس نہیں کر سکتا ہے لیکن اگر قبضہ مشتری میں آ جانے کے
بعد صورت مذکورہ پیش آئی تو اگر وہ چیزیں ایسی ہیں جن کی تفریق میں بائع
کو نقصان ہو تو مشتری یا سب کو واپس کر لے یا سب کو پوری قیمت پر لے
لے لیکن اگر ان چیزوں کی تفریق میں نقصان نہ ہو تو صرف عیب دار چیزوں
کو واپس کر سکتا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۹)

اناج اور حبوبات میں اگر مشتری نے مٹی بعد از خرید پائی تو اگر عرف و رواج کے مطابق وہ مٹی معمولی تھی تو مشتری کو بیع توڑنے کا اختیار نہیں لیکن اگر مٹی زیادہ تھی تو اختیار ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۰)

اٹھنے اور اخروٹ اور اسی طرح کی دوسری چیزیں کل کی کل اگر اندر سے خراب نکلیں تو بیع باطل ہے۔ اور مشتری بائع سے زرِ خمن واپس لے گا۔
(المجلد صفحہ ۵۴)

(دفعہ ۱۱)

لیکن اگر مذکورہ چیزیں سب خراب نہیں بلکہ اسی مقدار میں خراب ہیں جو عام رواج میں قابل توجہ نہیں۔ مثلاً تین فیصدی تو ایسی صورت میں مشتری کو بیع کا اختیار نہیں لیکن اگر خرابی اس سے زیادہ ہو تو مشتری کل بیع واپس کر کے زرِ خمن بائع سے لے سکتا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

۱۔ بحر صفحہ ۴۹ جلد ۶۔

۲۔ بحر صفحہ ۶۰ جلد ۶۔

الغبین والتغریر یعنی دھوکہ دہی

(دفعہ ۱۲)

اگر مشتری کو بیع میں کھلا دھوکہ معلوم ہو لیکن بائع نے اپنی گفتگو کے ذریعہ مشتری کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کی ہو تو مشتری کو چند مستثنیات کے علاوہ دیگر تمام صورتوں میں بیع توڑنے کا اختیار نہیں۔ جن استثنائی صورتوں میں اس کو بیع فسخ کرنے کا اختیار ہے وہ یہ ہیں:-
متذکرہ صدر غبن فاحش۔ مال یتیم۔ مال وقف اور مال بیت المال میں رونما ہو تو ان تینوں صورتوں میں بیع کو فسخ کیا جاسکتا ہے۔

(حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۱۳)

اگر بائع نے اپنی تقریر اور بیان سے مشتری کو ایسا دھوکہ دیا کہ وہ غبن فاحش میں مبتلا ہو گیا تو ایسی صورت میں مشتری بیع کو فسخ کر سکتا ہے۔

(حوالہ سابقہ)

۱۔ اگر مشتری یا دلال نے ایسا کیا تو اس کا بھی یہی حکم ہے کہ فریق ثانی کو خیارج ہوگا۔

(درمنا جلد ۴ صفحہ ۱۶۷)۔

(دفعہ ۱۴)

بائع نے اگر مشتری کو دھوکہ دیا ہو لیکن بعد ازاں اس نے مبیعہ میں مالکانہ تصرف کر دیا یا بیع قدرتی طور پر یا مشتری کے ہاتھ سے قصد ہلاک ہو یا اس بیع میں عیب پیدا ہوا یا خالی خریدی ہوئی زمین تھی جس میں مشتری نے عمارت کی تعمیر کی ان سب صورتوں میں مشتری بیع کو فسخ نہیں کر سکتا۔

(حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۱۵)

اسی طرح اگر مغبون مشتری مر گیا تو حق فسخ بیع بوجہ دھوکہ دی بائع اس کے وارثوں کو منتقل نہیں ہو سکتا۔

احکام انواع المبیوع

(۱ دفعہ)

بیع صحیح کا حکم یہ ہے کہ مشتری بیع کا اور بائع ثمن کا بلا توقف مالک بن جاتے ہیں۔ (المجلد صفحہ ۵۶)

(۲ دفعہ)

بیع باطل پر ان دونوں اثرات میں سے کوئی اثر مرتب نہیں ہوتا بلکہ کالعدم ہے۔

(۳ دفعہ)

بیع فاسد میں اجازت مالک کے ساتھ جب مشتری بیع پر قبضہ کر لیتا ہے تو مالک بن جاتا ہے۔ (کنز)

(۴ دفعہ)

مشتری کے پاس بیع کے ہلاک ہونے کی صورت میں مشتری پر تاوان لازم آتا ہے یعنی قیمت اور مثلیات میں مثل۔

(المجلد صفحہ ۵۶، بحر جلد ۶ صفحہ ۱۰۱)

(دفعہ ۵)

بیع فاسد میں ہر ایک بائع اور مشتری میں سے جب چاہے بیع فسخ کر سکتا ہے۔ الا ان صورتوں میں کہ بیع مشتری کے ہاں ہلاک ہو جائے یا اس نے بیع اور ہبہ کر کے اس کو اپنے ملک سے نکال دیا ہو یا مشتری نے اس میں زیادتی یا تغیر کر دیا ہو ان صورتوں میں بیع فسخ نہیں ہو سکتی۔

(حوالہ مذکورہ)

باب دوم

شرکت یعنی قوانین کمپنی کے بیان میں

(دفعہ ۱)

چند افراد کے درمیان تجارت میں باہمی اشتراک یا بوجہ اموال کے ہوگا یا بوجہ اعمال یا بوجہ جاہت۔
 اول: شرکت اموال۔
 دوم: شرکت اعمال۔
 سوم: شرکت وجوہ۔
 (کتاب المعاملات الشرعیۃ)

(دفعہ ۲)

شرکت اموال کی حقیقت یہ ہے کہ چند افراد میں سے ہر ایک معلوم مقدار کی رقم جمع کر کے یہ طے کر لے۔ (لابی الفتح صفحہ ۴۶۶)
 کہ اس سرمایہ سے سب ملکر تجارت کریں گے یا ہر ایک ان میں سے جداگانہ قسم کی تجارت کرے گا یا اس قسم کی کوئی تصریح نہ کرے اور ساتھ یہ بھی طے کر دے کہ ایک اس تناسب سے نفع کا مستحق ہوگا۔

(کتاب المعاملات صفحہ ۴۶۹)

(دفعہ ۳)

شرکت اعمال یہ ہے کہ چند کارنگر افراد خواہ ایک ہی قسم کی صنعت والے ہوں یا مختلف باہم یہ طے کر لیں کہ ہم اپنی صنعت سے کمائی کریں گے اور مجموعی آمدنی کو آپس میں خاص تناسب سے تقسیم کریں گے اس شرکت میں دراصل مالی سرمایہ نہیں بلکہ مہارت، فن، اخلاص اور سچائی ہی ان افراد کی پونجی ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۴)

شرکت وجوہ۔ اس شرکت کی حقیقت یہ ہے کہ کمپنی یعنی جماعت کے افراد کے پاس نہ مالی سرمایہ ہے نہ صنعت اور ہنر البتہ عوام میں ان کی وجاہت ہے اور عوام ان پر اعتماد کرتے ہیں اسی بنا پر وہ آپس میں یہ طے کر لیتے ہیں کہ ہم سب چیزیں ادھار خریدیں گے اور پھر بیچیں گے شمن کی ادائیگی کے بعد جو نفع ہوا وہ آپس میں مقررہ تناسب سے تقسیم کریں گے اور اگر نقصان ہوا وہ بھی اسی تناسب سے برداشت کریں گے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۵)

مندرجہ بالا تینوں قسم کی شرکت میں اگر اس المال نفع اور اجرت کی مساوات کی شرط نہ ہو تو اس کو شرکت عنان کہا جاتا ہے اس شرکت میں ہر فرد جو معاملہ کرے گا دیگر افراد کی طرف سے وہ وکیل تصور ہوگا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۶)

لیکن اگر مندرجہ بالا شرکتوں میں اس المال اور نفع کی مساوات جملہ شرکاء کے درمیان مشروط ہو تو اس کو شرکت مفاوضہ کہا جاتا ہے جس میں ہر فرد جو بھی معاملہ کرے وہ دیگر شرکاء کی طرف سے وکیل اور بصورت قرضہ ہونے کے دوسرے شرکاء کی طرف کفیل اور ضامن متصور ہوگا اور کسی معاملہ میں ایک شریک کا اقرار دوسرے شرکاء کے حق میں بھی اقرار متصور ہوگا۔

(مجلہ حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۷)

شرکت عنان میں منافع باہم شرائط کے مطابق تقسیم ہوگا اور اگر شرکت فاسد ہوگئی تو اس المال کی مقدار پر منافع تقسیم کیا جائے گا۔ اور اگر کسی شریک نے اپنے لیے زائد نفع کی شرط لگائی ہو اس کا اعتبار نہیں ہوگا۔

(بحر الرائق صفحہ ۷۱ جلد ۵)

۱۔ یہ جب ہے کہ اقرار ایسے شخص کے حق میں کر رہا ہے۔ کہ جس شخص کے لیے اس شریک کی گواہی قانوناً مقبول نہیں ہے۔ ورنہ مقرر خود مدعا ہوگا۔ (صفحہ ۳۰۰ جلد ۲ عالمگیری)

(دفعہ ۸)

شرکت میں اگر کسی شریک کی جانب سے تعدی و قصور کے بغیر نقصان واقع ہو جائے یا مال ضائع ہو جائے۔ تو وہ اس المال کے اندازہ پر شرکاء پر تقسیم کیا جائے گا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۹)

اگر شرکت میں منافع کی تقسیم اس المال کی مقدار کے مطابق طے کر دی گئی ہو تو درست ہے۔ خواہ شرکاء کا اس المال باہم تساوی ہو یا متفاوت اور خواہ جملہ شرکاء کی کارکردگی مشروط کی گئی ہو یا صرف بعض کی۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۰)

اگر تساوی سرمایہ کے شرکاء میں سے کسی نے اپنے لیے زائد منافع لینے کی شرط رکھی تو اگر سب شرکاء کی کارکردگی شرط کی گئی ہے تو درست ہے لیکن اگر شریک دو ہوں اور یہ شرط ٹھہرائی گئی کہ کام صرف ایک ہی کرے گا اور کام کرنے والا وہی ہو جس کے لیے زائد حصہ نفع کا رکھا گیا ہے تو یہ شرکت بھی درست ہے۔ لیکن اگر کام کرنے والا وہ ہے جس کا نفع دوسرے شریک سے کم طے ہوا ہے تو یہ صحیح نہیں اور منافع سرمایہ کے اندازے پر تقسیم ہوگا۔

(عالمگیری جلد ۲ صفحہ ۳۰۴)

۱۔ شرکت دونوں جگہ پر مطلق شرکت مراد نہیں بلکہ شرکت عین مراد ہے کیونکہ شرکت مفادہ میں تساوی اموال و منافع لازمی ہے۔ (کمال اتظلی)

باب سوم وقف کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تعریف :- امام ابو حنیفہؒ کے نزدیک وقف کی تعریف یہ ہے کہ وقف کنندہ کی ملک موقوف جائیداد پر بدستور قائم رکھتے ہوئے اس کی آمدنی کو کسی مصرف خیر میں صدقہ کر دیا جائے اس لیے جب تک وقف وصیت کی شکل میں نہ ہو یا حاکم نے اس کے وقف ہونے کا حکم نہ لگایا ہو اس وقت تک واقف وقف سے رجوع بھی کر سکتا ہے اور وقف کو فروخت بھی کر سکتا ہے۔
(مضرات نہایہ - ہندیہ)

(دفعہ ۲)

امام ابو یوسفؒ اور امام محمدؒ کے نزدیک وقف کی تعریف یہ ہے کہ وقف کے بعد موقوفہ جائیداد واقف کی ملک سے خارج ہو کر خالص خداوند تعالیٰ کی ملکیت قرار پاتی ہے۔ جس میں واقف کسی قسم کا تصرف از قسم بیع یا ہبہ نہیں کر سکتا اور نہ ہی وہ واقف کی موت کے بعد واقف کے ورثاء میں تقسیم ہو سکتی ہے۔ فتویٰ اسی قول پر ہے (ہندیہ) لیکن وقف کے لیے چند شروط ہیں جن کے بغیر وقف درست نہیں۔

(دفعہ ۳)

شرط اول:۔ صحت وقف کے لیے پہلی شرط یہ ہے کہ وقف کنندہ عاقل بالغ اور آزاد ہو۔ نابالغ، مجنون اور غلام کا وقف کرنا صحیح نہیں۔ (بدائع)

(دفعہ ۴)

شرط دوم:۔ صحت وقف کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ صاحب وقف مرتد نہ ہو بلکہ صاحب مذہب و ملت ہو خواہ مذہب اسلام ہو یا اور کوئی مذہب اسی بنا پر اسلامی حکومت کی غیر مسلم رعایا میں سے اگر کوئی شخص ایسے کام کے لیے اپنی جائیداد میں سے وقف کر دے جو اسلام اور ان کے مذہب میں نیکی کا کام ہو مثلاً اپنی اولاد پر وقف کر دے یا عام فقراء پر یا صرف اپنے مذہب کے فقراء پر تو درست ہے۔ (بحر الرائق صفحہ ۱۸۹، شامی جلد ۳ صفحہ ۳۷۷)

(دفعہ ۵)

مجوسی اگر آتش خانہ پر یا یہودی و عیسائی اپنے گرجاؤں پر اپنے مال سے وقف کر چکے ہوں اور اب وہ ذمی ہو گئے ہوں یعنی اسلامی حکومت کی رعایا بن چکے ہوں تو ان کے سابق وقف کو برقرار رکھا جائے گا۔

(بحر الرائق صفحہ ۱۹۰ جلد ۵)

(دفعہ ۶)

شرط سوم:۔ صحت وقف کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ واقف مال موقوف کا مالک ہو غصب کردہ مال کا وقف یا موبوب مال کا وقف قبضہ میں لانے سے پیشتر یا بطور وصیت دیئے ہوئے مال کا وقف وصیت کنندہ کی موت سے قبل یا ضبط کردہ زمین کا وقف صحیح نہیں کیونکہ ان سب صورتوں میں وقف کنندہ مال کا مالک نہیں۔ (بحر الرائق صفحہ ۱۸۸ جلد ۵)

(دفعہ ۷)

شرط چہارم:۔ صحت وقف کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ موقوف مال معلوم ہو مجہول نہ ہو۔ اگر کسی نے اپنی زمین کا کچھ حصہ وقف کیا جس کا تعین اس نے نہیں کیا تو یہ وقف جہالتہ کی وجہ سے درست نہیں۔ (حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۸)

شرط پنجم:۔ صحت وقف کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ واقف ایسا ہو جس کو حاکم نے بوجہ قرض یا فاتر العقل ہونے کے تصرفات سے بند نہ کیا ہو ورنہ وقف درست نہیں۔

(بحر الرائق)

(دفعہ ۹)

شرط ہشتم:- صحت وقف کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ اگر مسجد یا مقبرہ کے لیے مشترک زمین میں سے وقف کرنا ہو تو وقف جب صحیح ہوگا کہ اس زمین سے زیر وقف حصہ پہلے جدا کر کے پھر اس کو وقف کر دیا جائے۔

(دفعہ ۱۰)

مسجد و مقبرہ کے علاوہ کسی دوسرے کار خیر میں اگر کوئی مشترک چیز وقف کرنا مطلوب ہو اور وہ چیز قابل تقسیم نہیں تو یہ وقف بالاتفاق جائز ہے اور اگر قابل تقسیم ہو تو امام ابو یوسفؒ کے نزدیک اس کا وقف کرنا بھی صحیح ہے۔ (عائگیری صفحہ ۳۱۹ جلد ۲) ۲ فتویٰ اسی پر ہے۔ اور امام محمدؒ کے نزدیک صحیح نہیں۔ اور مشائخ بلخ نے قول ابی یوسفؒ اور مشائخ بخاری نے امام محمدؒ کے قول کو ترجیح دی ہے۔ (بحر الرائق صفحہ ۱۹۷ جلد ۵)

(دفعہ ۱۱)

شرط ہفتم:- صحت وقف کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وقف موقوف چیز کی فروخت کرنے اور اس کی رقم کو اپنے صرف میں لانے کی شرط نہ لگائے ورنہ صحیح نہ ہوگا۔ (نہر الفائق - ہندیہ)

۱- شرط ششم - اس کا حاصل یہ ہے اگر کوئی شخص مشترک زمین میں سے مسجد یا مقبرہ کے لیے وقف کرنا چاہے تو یہ وقف کرنا اتفاقاً درست نہیں بلکہ تقسیم قبضہ کے بعد ایسا کرنا درست ہوگا۔
۲- عمری صفحہ ۲۱۲ جلد ۵۔

(دفعہ ۱۲)

شرط ہشتم:- وقف کے لیے دوام شرط ہے۔ خواہ اس کا تذکرہ وقف نامہ میں ہو یا نہ ہو بلکہ اس کے خلاف کی بھی اگر تصریح ہو تو وقف دائم اور ابدی متصور ہوگا۔ مثلاً اگر کسی نے کوئی مکان ایک دن یا ایک مہینہ یا کسی مقررہ وقت تک کے لیے وقف کر دیا تو وقف صحیح ہے اور قانوناً دائمی اور ہمیشہ کے لیے وقف متصور ہوگا۔

(ہندیہ عن محیط الرضی)

(دفعہ ۱۳)

مندرجہ ذیل اشیاء کا وقف کرنا قانوناً درست ہے۔ زمین، حویلی، دوکان، بیل کا جوڑہ اور کھیتی کے آلات بضمن وقف زمین، گھوڑے، ہتھیار یا ایسی دیگر منقول اشیاء جن کی وقف کرنے کا رواج چلا آتا ہو۔ مثلاً پھاوڑہ، جنازہ کی چارپائی یا کپڑا تلاوت کے لیے قرآن شریف امام محمدؒ کے نزدیک ان سب کا وقف کرنا درست ہے اور اسی پر فتویٰ ہے۔

اسی طرح کتب دینیہ کا وقف برقول مفتی بہ درست ہے۔

(ہندیہ طبع الہند صفحہ ۳۱۸ جلد ۲)

(دفعہ ۱۴)

اگر واقف نے یہ شرط لگائی کہ میری زندگی تک وقف کی آمدنی اور تصرف میرے لیے ہوگا اور بعد میں فقراء کے لیے تو یہ درست ہے لیکن واقف کے مرنے کے بعد مساکین میں آمدنی صرف ہوگی۔ (بحر صفحہ ۲۲۰ جلد ۵)

(دفعہ ۱۵)

اگر واقف نے آمدنی وقف کے متعلق یہ شرط لگائی کہ میری اولاد پر صرف ہوگی تو درست ہے اور آمدنی ذکور اور اثنا دونوں پر صرف ہوگی۔ لیکن اگر اس نے ذکور اولاد پر صرف ہونے کی شرط لگائی ہو تو پھر اثنا اولاد پر صرف نہ ہوگی۔

(دفعہ ۱۶)

واقف نے اگر کوئی چیز دو بیٹوں پر اور ازاں بعد ان کی اولاد پر وقف کر دی اور ان دونوں بیٹوں میں سے ایک مر گیا تو زندہ بیٹے کو وقف کی آمدنی کا نصف دیا جائے گا اور فوت شدہ بیٹے کا نصف حصہ اس کی اولاد کی بجائے فقراء میں صرف ہوگا۔ ہاں جب دوسرا زندہ بیٹا بھی فوت ہوگا تو پھر کل آمدنی دونوں بیٹوں کی اولاد میں صرف ہوگی۔

(بحر الرائق صفحہ ۲۲۱ جلد ۵، بحر مصری صفحہ ۳۳۹ جلد ۵)

(دفعہ ۱۷)

اگر واقف نے وقف میں یہ شرط لگائی کہ مجھے یہ اختیار ہوگا کہ موقوف چیز کو جب چاہوں اپنے لیے رکھوں اور اس المال کے عوض میں دوسری چیز وقف کر دوں تو وقف بالاتفاق درست ہے۔ نیز اگر یہ شرط لگائی کہ میں وقف کو فروخت کر کے اس کے زر ثمن سے دوسری چیز خرید کر کے وقف کر سکوں گا تو بھی درست ہے اور دوسری چیز ان شرائط کے ماتحت وقف شدہ تصور ہوگی جو وقف اول کی شرائط ہیں اور جدید وقف کرنے کی ضرورت نہیں۔

(دفعہ ۱۸)

واقف نے اگر یہ شرط کر دی ہو کہ متولی وقف میری اولاد یا اولاد اولاد سے ہوگا تو حاکم کسی دوسرے شخص کو متولی نہیں بنا سکتا الا اس صورت میں کہ اس کی اولاد سے خیانت ثابت ہو جائے۔

(مختصر الخالق حاشیہ صفحہ ۲۳۲ جلد ۵ نقلا عن جامع الفصولین)

۱۔ بحر میں ہے کہ استبدال صرف امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے۔ امام محمد اس کے قائل نہیں۔

(کذا فی الشامی صفحہ ۲۹۹ جلد ۲)

۲۔ بحر مصری صفحہ ۳۳۵ جلد ۵۔

(دفعہ ۱۹)

واقف کی اولاد میں جب تک قابل تولیت شخص موجود ہو تو کسی اجنبی شخص کو متولی بنانا حاکم کے لیے جائز نہیں۔ اگر اولاد میں کوئی قابل شخص نہ مل سکے تو دوسرے اجنبی شخص کو عارضی طور پر متولی بنانا جائز ہے لیکن جب بھی واقف کی اولاد میں قابل شخص پیدا ہو تو اسی کو متولی واقف بنایا جائے گا۔

(کذا فی الاسعاف، حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۲۰)

کسی مسجد کا امام یا موزن مقرر کرنا بر قول راجح بانی مسجد کا حق ہے لیکن اگر وہ کسی ناموزوں شخص کا تقرر کرنا چاہے تو پھر اہل محلہ کا ۲ حق ہے۔

(بحر الریق صفحہ ۲۳۲ و در المختار)

(دفعہ ۲۲)

واقف بنا بر قول مفتی بہ نفس قول و تحریر سے تام ہو جاتا ہے اگرچہ متولی واقف کو

تسلیم کرنے اور قبضہ دلانے کی ۲ نوبت نہ آئی ہو۔

(رد المحتار کتاب الوقف)

۱۔ بحر مصری صفحہ ۲۶۵ جلد ۵ مع الکفر۔

۲۔ ہذا تصدیق و اختلاف الترجیح والاخذ بقول الثانی الخد کورنی الکتاب احوط و اہل۔ بحرونی الدرر و صدر

شریعہ و یہ یفتی (در مختار شامی صفحہ ۳۷۷ جلد ۳)

(دفعہ ۲۱)

متولی وقف اگر خائن ثابت ہو تو حاکم اس کو معزول کر سکتا ہے اگرچہ واقف نے اس کو معزول نہ کرنے کی شرط لگائی ہو کیونکہ ایسی شرط قانون شرع کے خلاف ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ قول کہ شرط واقف نص شارع کی طرح ہے یہ علی العموم درست نہیں۔

(بحر الریق صفحہ ۲۳۵ جلد ۵)

۱۔ واضح رہے یہ حکم اس صورت میں ہے جب کہ واقف نے یہ شرط لگادی ہو کہ متولی وقف میری اولاد میں سے افضل شخص ہوگا۔ تو اولاد میں اگر کوئی بھی تولیت کا اہل نہ مل سکے تو ایسی صورت میں اجنبی کو تولیت پردی جائے گی۔ (کذا فی البحر مصری صفحہ ۲۵۰ جلد ۵)

۲۔ بحر مصری صفحہ ۳۵۱ جلد ۵۔ ناقلہ

(دفعہ ۲۳)

اگر متعدد اوقاف کا واقف اور مصرف ایک ہو تو وقف کی فاضل رقم دوسرے وقف کے مصرف پر خرچ کرنا جائز ہے۔

(در مختار، شامی صفحہ ۳۸۴ جلد ۳)

(دفعہ ۲۴)

منافع وقف سے اگر کوئی جائیداد خریدی گئی ہو تو وہ وقف نہیں بلکہ اس کا بیع جائز ہے لیکن اس کا تصدق کرنا ضروری ہے۔

(فتاویٰ انقرویہ جلد ۱ صفحہ ۲۲۱، ہندیہ صفحہ ۳۶۳ جلد ۲)

(دفعہ ۲۵)

ایسٹ پنٹہ یا خام میں قالب کی تعین بھی ضروری ہے اور مذروعات یعنی کپڑوں میں طول و عرض کے علاوہ موٹا پتلا اور اجس چیز یا جس کارخانہ سے بنا ہوا اس کی تعین بھی ضروری ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

۱۔ یعنی رہنمی یا سوتی۔

باب چہارم
سلم کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تعریف: سلم اس کو کہا جاتا ہے کہ مشتری بائع کو نقد رقم دیکر ایک مقررہ میعاد پر بائع سے ایسی چیز خرید لے جو دونوں کے درمیان مکمل طور پر معین ہو چکی ہو۔ اس چیز کو مسلم فیہ بائع کو مسلم الیہ اور مشتری کو رب السلم کہا جاتا ہے۔

(دفعہ ۲)

سلم شرعی قانون کے مطابق صرف مندرجہ ذیل اشیاء میں درست ہے تکمیلات، موزونات، مذروعات، معدودات متقاربہ جن کی مقدار کا تعین پیمانہ، وزن اور تعداد کے لحاظ سے کیا جا چکا ہو۔ (کنز الجملہ صفحہ ۵۸)

صحبتِ مسلم کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کی پابندی ضروری ہے۔

(۱) بیع کا بیان جنس مثلاً گھیوں ہے یا چاول۔

(۲) بیان نوع مثلاً کس قسم کی ہے مثلاً آبی زمین کا یا خشک کا۔

(۳) بیان صفت اعلیٰ یا معمولی۔ (۴) بیان مقدار۔

(۵) تعیینِ ثمن۔ (۶) تعیین ۲ وقت ادائیگی بیع

(۷) تعیین مکان ۳ ادائیگی بیع۔ (۸) زر ثمن کی ۴ فوری ادائیگی

(۹) بیع کا وقت عقد سے لیکر وقت ادائیگی تک بازاروں میں دستیاب ہونا

اگر ان شرائط میں کوئی شرط متحقق نہ ہوئی تو مسلم باطل ہو جائے گا۔

(حوالہ مذکور)

۱۔ بیان مقدار۔ کہ اسے من یا گز۔

۲۔ وقت ادائیگی۔ ادائیگی بیع اور سودا کرنے کی درمیانی مدت کا کم از کم ایک ماہ ہونا لازمی ہے۔

(علیہ الفتویٰ کذائی المحیط، ہند یہ صفحہ ۸۹ جلد ۳)۔

۳۔ تعیین مکان۔ یہ جب ہے کہ مسلم فیہ بوجھل چیز ہو کہ اس کے انھوانے کے لیے مزدور یا گاڑی

وغیرہ کی ضرورت پڑتی ہو ورنہ تعیین مکان ادائیگی ضروری نہیں۔ جیسے مٹک موتی وغیرہ مسلم فیہ ہوں تو

تعیین مکان مذکور ضروری نہیں۔ (ہند یہ صفحہ ۸۹ جلد ۲)

۴۔ فوری ادائیگی۔ اس سے مراد یہ ہے کہ سودا ہو جانے کے بعد مشتری اور بائع کے علیحدہ علیحدہ

ہونے سے قبل ادائیگی زر مذکور ہو جانی چاہیے اگر دس میل بھی اکٹھے چلتے گئے اور تا حال ثمن ادا نہیں

کیا تو حرج نہیں کیونکہ علیحدگی نہیں ہوئی۔ (کذائی انہند یہ صفحہ ۸۹ جلد ۳)

استصناع کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تعریف:- استصناع اس کو کہا جاتا ہے کہ مشتری بائع سے مقررہ اوصاف

کے ماتحت ایک ایسی چیز خرید لے جو عقد کے وقت میں تیار نہیں بلکہ ایک

مقررہ میعاد پر تیار کر کے مشتری کو حوالہ کی جائے گی۔ مثلاً کسی موچی سے

جو تباوٹ گورگالی مقررہ شرائط کے ماتحت تیار کروانا یا کسی کارخانہ سے مقررہ

شرائط کے ماتحت کوئی چیز از قسم سامان جنگ یا برتن موٹر پوشاک بنوانا۔

(المجلد صفحہ ۵۸)

(دفعہ ۲)

تمام اشیاء میں استصناع جائز ہے جن میں حسب رواج استصناع کا لوگوں

میں عملدرآمد چلا آتا ہے اور اگر تعامل نہ ہو تو بیان مدت کے بعد اس کو مسلم

تصور کیا جائے گا جن میں شرائط مسلم کی پابندی ضروری ہے۔ (حوالہ مذکور)

۱۔ یہ صاحبین کی رائے ہے۔ ولیہ التتوان امام صاحب کے نزدیک اگر استصناع میں وقت مقرر کر دیا گیا تو

یہ معاملہ مسلم بن جائے گا۔ اس میں شرائط مسلم کی رعایت ضروری ہوگی البتہ اگر جلدی تیار کرنے کے لیے مثلاً

پس کہدے کہ بس ایک دو دن میں تیار کرو تو اس میں حرج نہیں۔ (ہند یہ صفحہ ۱۰۰ جلد ۲)

(دفعہ ۳)

اصحناغ میں اس قدر اوصاف کا بیان کرنا ضروری ہے جس سے خریدار کا پورا منشاء معلوم ہو سکے۔ فوری رقم ثمن دینا ضروری نہیں۔ تیار کردہ چیز اگر خریدار کے بیان کردہ اوصاف کے مطابق نہ ہو تو خریدار کو یہ اختیار حاصل ہے کہ واپس کر دے۔ لیکن اگر اس کے منشاء کے مطابق چیز تیار ہوئی ہو تو خریدار کو واپس کرنے کا اختیار نہیں۔ یہ امام ابو یوسفؒ کی رائے ہے اور یہی ۲۔ مختار ہے۔

(الجلد صفحہ ۹)

(دفعہ ۱)

تعریف:- شفعہ ایک ایسی فروخت ۱۔ کردہ چیز کی جبری کا نام ہے۔ جس کے ساتھ شفعہ کا ترجیحی حق خرید متعلق ہو۔

(دفعہ ۲)

شفعہ کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ جس فروخت کردہ چیز پر شفعہ کا دعویٰ ہو اس کی صحیح ۲۔ بیع ہو چکی ہو اور وہ شخصی ملکیت ہو اور زمین ہو جس ۳۔ قطعہ زمین کی بیع قانوناً صحیح نہیں۔ جیسے اوقاف وغیرہ اس پر شفعہ نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ زمین کے علاوہ کشتی، جہاز اور تمام منقولات پر شفعہ کرنا درست نہیں۔ وقف زمین اور سرکاری زمین پر بھی شفعہ درست نہیں کیونکہ وہ شخصی ملکیت

۱۔ چیز۔ چیز کی بجائے اگر قطعہ زمین فرماتے تو زیادہ مناسب تھا کیونکہ منقولات میں شفعہ نہیں ہوتا۔ (ہدایہ)

۲۔ صحیح بیع۔ یعنی بیع فاسد نہ ہو نیز یہ کہ بائع نے اس بیع میں اپنے لیے خیال فرمایا نہ رکھا ہو یعنی بیع بڑا اختیار للبائع نہ ہو (ہدایہ)

۳۔ بحر صفحہ ۱۵۷ جلد ۸۔

۱۔ چیز بیان کردہ اوصاف کے مطابق ہے یا نہیں دونوں صورتوں میں خریدار کو واپسی کا اعتبار حاصل ہے۔ لیکن اظہار رضامندی سے پہلے پہلے۔ مگر جب ایک مرتبہ اظہار رضامندی کر دیا تو اب اختیار نہیں۔ (کنز الدینی الشامی صفحہ ۲۲۲ جلد ۴)

۲۔ اس کے مختار ہونے میں کلام ہے صحیح امام صاحب کا مذہب ہے جو اوپر درج ہوا۔

(نقلہ الشامی عن الہدایہ)

نہیں۔ ہبہ اگر معاوضہ کے ساتھ ہو تو وہ بیع کے حکم میں ہے۔ جس پر دعویٰ شفعہ دائر ہو سکتا ہے۔
(المجلد صفحہ ۱۷۰)

(دفعہ ۳)

اگر اراضی مشفوعہ میں مشتری خود بھی حق شفعہ رکھتا ہو۔ تو اسی درجہ کا حقدار شخص اگر شفعہ کر دے تو مشفوعہ زمین مشتری اور اس کے درمیان برابر تقسیم ہوگی لیکن شفعہ کا حق اگر مشتری سے فائق ہو تو کل مشفوعہ زمین شفعہ کو دی جائے گی۔ (فتاویٰ عالمگیری جلد ۴ باب ۶ صفحہ ۱۲، بحر صفحہ ۱۳۳ جلد ۸)

(دفعہ ۴)

جو زمین بلا عوض کسی کی ملک بن جائے مثلاً بطور میراث یا وصیت یا ہبہ بلا عوض اس پر شفعہ کا دعویٰ دائر نہیں کیا جاسکتا ہے۔ (المجلد صفحہ ۱۷۱)

(دفعہ ۵)

اگر زید و عمرو نے مثلاً مکانات خود کا باہمی تبادلہ کر لیا تو ہر ۲ مکان پر اسی کی قیمت کی ادائیگی کی صورت میں شفعہ شفعہ کر سکتا ہے۔
(فتاویٰ عالمگیری جلد ۴ باب ۱۳ صفحہ ۲۱)

۲۔ اصل یہ ہے کہ اگر شفعہ مشفوعہ گھر لینا چاہے تو اس گھر کی قیمت ادا کرنا ہوگی یہ نہیں کہ شفعہ مشتری کو مشفوعہ گھر کے عوض میں کوئی دوسرا گھر دے دے۔

(دفعہ ۶)

شفعہ کے لیے تین قسم کے مطالبات کا ہونا ضروری ہے۔

۱۔ طلب مواثبتہ ۲۔ طلب اشہاد ۳۔ طلب خصومت۔

۱۔ طلب مواثبتہ :- یہ ہے کہ جس وقت شفعہ کو اس امر کا علم ہو جائے کہ مشفوعہ زمین فروخت ہوگئی تو فوراً بلا تاخیر اسی مجلس میں یہ الفاظ کہہ دے کہ میں اس مشفوعہ زمین کا شفعہ ہوں اور شفعہ طلب کرتا ہوں۔ یہ طلب مواثبتہ ہے۔ ازاں بعد فوراً شفعہ دو گواہاں کو طلب کر کے ان کے روبرو بائع یا مشتری یا مشفوعہ زمین کے پاس مطالبہ شفعہ پر ان دو گواہاں کو شاہد بنائے اگر شفعہ کسی دور جگہ میں ہو۔ تو بذریعہ اکیل یا بذریعہ ارسال خط متذکرہ صدر کارروائی عمل میں لائے یہ مطالبہ شفعہ روبرو گواہاں طلب اشہاد ہے۔
(المجلد صفحہ ۱۷۲)

۱۔ ارسال خط :- یہ اس صورت میں ہے جبکہ ان تینوں میں سے کسی ایک کے پاس خود شفعہ کا جانا یا دوسرے کو بھیجنا سخت دشوار ہو مثلاً بائع یا مشتری حکومت کے باغی لوگوں میں ہیں اور وہاں جانے میں خطرہ ہے۔ یا مثلاً شفعہ جگہ کو جارہا تھا۔ راستہ میں بیچ کا پتہ چلا تو اگر شفعہ کسی شخص کو کیل بنا دے کہ وہ شخص وہاں جا کر طلب اشہاد کر لے اگر ایسا شخص سفر میں مل سکتا ہے ورنہ کسی کے ہاتھ خط لکھ بھیجے کہ میں شفعہ طلب کرتا ہوں۔ اگر خط لے جانے والا بھی نڈل سکے تو اس کا شفعہ باطل نہیں ہوگا۔

فائدہ: اس طلب میں شہادت شرط نہیں بعض کے نزدیک۔ (شامی حانیہ)

(دفعہ ۷)

۲۔ طلب خصومت:۔ طلب اشہاد کے بعد عدالت میں باقاعدہ دعویٰ دائر کر دے اس کا نام طلب خصومت ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۸)

اگر مشغوعہ زمین کی فروخت پر اطلاع پانے کے باوجود شفع نے اسی مجلس میں طلب مواثبت نہ کی اور ا مجلس سے اٹھا۔ یا دوسرے کام میں مشغول ہوا تو شفعہ کا حق ساقط متصور ہوگا۔

(دفعہ ۹)

اس طرح اگر طلب مواثبت کے بعد اتنی مدت گزری کہ جس میں شفع طلب اشہاد کر سکتا تھا اگر چہ ارسال خط کے ذریعہ ہو لیکن شفع نے طلب اشہاد نہ کیا تو اس کا شفعہ ساقط ۲ تصور ہوگا۔ (حوالہ مذکورہ)

۱۔ مجلس سے اٹھا۔ یہ طلب فی الفور ضروری ہے بقاء مجلس تک اس کا اختیار مستند نہیں عند عامۃ الشائخ۔ ہاں بعض مشائخ کا اس میں خلاف ہے اور اسکی تصحیح بھی منقول ہے (بکذا فی فی البحر ص ۱۳۶ جلد ۸ مصری)

۲۔ تکرار مصری ص ۱۳۷ جلد ۸

(دفعہ ۱۰)

اگر طلب اشہاد کے بعد شفع نے بلا کسی عذر کے ایک ماہ کے اندر اندر طلب خصومت نہ کی یعنی دعویٰ شفعہ عدالت میں داخل نہ کیا تو شفعہ ساقط قرار پائے گا۔ (ہندیہ صفحہ ۹ جلد ۴ حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۱)

شفع کا کسی دور ملک میں سفر پر ہونا یا ایسا مریض ہونا جس کی وجہ سے دوران مدت ایک ماہ میں دعویٰ شفعہ دائر کرنا عادیہ ناممکن ہو اور کسی دوسرے شخص کے ذریعہ بھی دعویٰ دائر نہ کیا جاسکتا ہو۔ تو یہ امور تاخیر دعویٰ از میعاد کے لیے عذر بن سکتے ہیں۔ (ہندیہ صفحہ ۹ جلد ۴، رد المحتار باب شفعہ)

(دفعہ ۱۲)

مجنون فاقر العقل اور نابالغ کی طرف سے ان کا ولی اور سرپرست شفعہ دائر کر سکتا ہے۔ اگر ولی نے شفعہ دائر نہ کیا۔ تو بعد از ہوشیاری یا بعد بلوغ متذکرہ افراد شفعہ دائر نہیں کر سکتے۔ (المجلدہ صفحہ ۱۷۲)

۱۔ یہ امام محمد سے منقول ہے اور خانیہ میں ہے کہ فتویٰ اس پر ہے اور شیخین کا مذہب یہ ہے کہ مذکورہ طلب میں اگر تاخیر بھی ہوگی تو حق شفعہ باطل نہیں اور علینی میں ہے کہ فتویٰ امام صاحب کے قول پر ہے۔ (صفحہ ۱۳۸ جلد ۸ کذا فی تکرار البحر) قدت وعلیہ امتنون۔

بیان

مراتب شفعاء

(دفعہ ۱)

شفعہ میں سب سے مقدم حق اس شخص کا ہے جو فروخت کردہ زمین میں شریک ہو۔ ازاں بعد اس شخص کا جو حقوق زمین مشفوعہ مثل ذریعہ آبپاشی و طریق میں شریک ہو۔ ازاں بعد اس شخص کا جس کی زمین مشفوعہ زمین سے متصل ہو۔ پہلے کو شریک اور دوسرے کو خلیفہ، تیسرے کو جار کہا جاتا ہے۔ مستحق اول کی موجودگی میں دوم اور دوم کی موجودگی میں مستحق سوم شفعہ کا حق نہیں رکھتا۔ (ہند یہ صفحہ ۵ جلد ۴)

(دفعہ ۲)

ایک درجہ میں حقداران شفعہ اگر متعدد ہوں تو مشفوعہ زمین وغیرہ ان کی تعداد پر تقسیم کی جائے گی اور ان کی مقدار اطلاق پر تقسیم نہ ہوگی۔ (ہند یہ جلد چہارم)

۱۔ ہاں اگر اول چھوڑ دے تو دوسرے کو حق شفعہ حاصل ہے اسی طرح تیسرے کو اگر دوسرا بھی اپنا حق طلب نہ کرے (ہند یہ صفحہ ۵ جلد ۴)

(دفعہ ۳)

شفعہ اراضی مشفوعہ یا مکان مشفوعہ کا مالک باہم رضامندی یا عدالت کے حکم سے ہو سکتا ہے ان دونوں طریقوں سے مالک بن جانے سے قبل اگر شفعہ فوت ہوا تو حق شفعہ اس کے ورثاء کو منتقل نہیں ہو سکتا۔ شفعہ قابل تجزیہ نہیں اس لیے شفعہ مشفوعہ زمین کے متعلق یہ اختیار نہیں رکھتا کہ وہ مشفوعہ زمین کا کوئی جز لے اور باقی چھوڑ دے۔

(حوالہ مذکورہ) والمجلد صفحہ ۱۷۳ و ۱۷۴ و ۱۷۵ جلد ۸)

(دفعہ ۴)

عدالت کے فیصلے سے قبل اگر متعدد شفعاء میں سے ایک نے اپنا حق چھوڑ دیا تو دوسرا شفعہ تمام مشفوعہ زمین لینے کا اختیار رکھتا ہے لیکن فیصلہ عدالت کے بعد اگر یہی صورت پیش آئی تو دوسرے شفعہ کو یہ اختیار نہیں کہ جس شفعہ نے اپنا حصہ ساقط کر دیا ہے وہ اس کا حصہ لے سکے۔

(مجلد کملہ بحر مصری صفحہ ۱۴۵ جلد ۸، حوالہ مذکورہ)

باب ہفتم

اجارہ کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تعریف :- اجارہ اس کو کہا جاتا ہے کہ کسی چیز سے معاوضہ دیکر نفع اٹھانے کا حق حاصل کیا جائے۔ اجارہ کی صحت کی صورت میں مقررہ اجرت لازم الاداء ہے اور فساد اجارہ کی صورت میں اگر فساد جہالت اجرت کی وجہ سے ہو تو اجرت مثل جس قدر بھی ہو وہی ۱۔ لازم الاداء ہے اور اگر فساد اجارہ دیگر شرائط صحت اجارہ کے فقدان کی وجہ سے ہو تو اس قدر اجرت مثل لازم الاداء ہے۔ جو مقررہ کردہ اجرت سے زیادہ نہ ہو۔ کسی چیز کو اجارہ پر دینے والے شخص کو مؤجر اور جو چیز اجارہ پر لی گئی ہو تو اس کو مستاجر اور جو اجارہ پر لینے والا شخص ہو اس کو مستاجر کہا جاتا ہے۔ (المجلد از صفحہ ۶۴ تا صفحہ ۷۱)

(دفعہ ۲)

اجارے کی صحت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا تحقق ضروری ہے۔ ورنہ اجارہ فاسد ہوگا۔

۱۔ اور اگر سرے سے اجرت ملے ہی نہیں کی تو بھی یہی حکم ہے۔ (شامی صفحہ ۳۱ جلد ۵ در مختار)

(۱) اجارے کے عاقدین عاقل اور متمیز ہوں۔ مجنون اور صبی غیر متمیز کا اجارہ درست نہیں۔

(۲) عاقدین دونوں راضی ہوں۔ جبری اجارہ صحیح نہیں۔

(۳) اجارہ پردی ہوئی چیز معین ہو اگر مجہول ہو تو اجارہ درست نہیں۔

(۴) اجرت معلوم ہو جس قسم کی منفعت مستاجر لینا چاہے وہ متعین ہو۔

(المجلد صفحہ ۶۹)

(دفعہ ۳)

اگر اجارہ صحیح کے بعد ایسا عذر پیش آیا جس کی وجہ سے اجزاء اجارہ ناممکن ہو تو اجارہ فسخ ہو جاتا ہے۔ مثلاً شادی کے طعام کے لیے باورچی کو اجرت پر مقرر کیا گیا کہ زوجین میں سے ایک مر گیا یا بچے کی پرورش کے لیے کوئی عورت اجرت پر رکھی گئی کہ بچہ فوت ہوا۔ علیٰ ہذا القیاس ایسی تمام صورتوں میں اجارہ فسخ ہو جاتا ہے۔

(المجلد صفحہ ۶۸، عالمگیری صفحہ ۵۱۷)

احکام استحقاق اجرت

(دفعہ ۱)

نفس عقد اجارہ سے اجرت بذمہ مستاجر لازم نہیں۔ بلکہ لزوم اجرت مندرجہ ذیل اسباب سے ہوتا ہے۔

الف:- مزدور کو پیشگی اجرت دے دی گئی تو مزدور اس کا مالک بن جاتا ہے اور مستاجر اجرت کی واپسی کا حق نہیں رکھتا تا وقتیکہ مزدور اپنے معاہدہ پر قائم ہو۔

ب:- مزدور کے ساتھ پیشگی اجرت کی شرط ٹھہرائی گئی ہو تو وہ پیشگی اجرت لینے کا حقدار ہے۔

ج:- مزدور اپنی کارکردگی سے فارغ ہو گیا تو وہ مزدوری لینے کا حقدار ہے۔ لیکن یہ قانون اجیر مشترک کے متعلق ہے۔ جیسے دھوبی، درزی، ڈاکٹر، لوہار وغیرہ جس کی کارکردگی کسی ایک شخص سے مختص نہ ہو۔

د:- اجیر خاص یعنی وہ شخص جس کو خصوصی طور پر نوکر رکھ لیا گیا ہو وہ جتنی مدت کے لیے نوکر ہے اس مدت میں وہ اگر مستاجر کے پاس رہا تو اجرت کا مستحق ہو گیا خواہ مستاجر نے اس سے کام لیا یا نہیں۔

خ:- اگر کسی کو خاص میعاد (یومیہ، ہفتہ، ماہوار یا سہ ماہی) کے لیے ملازم رکھ لیا گیا اور مزدوری کا دینا اس مقررہ میعاد کے بعد طے کر لیا گیا ہو..... تو مزدوری کی وصولی کا..... استحقاق اس وقت ہے جبکہ مقررہ وقت پورا ہو جائے۔ (المجلہ صفحہ ۷۹)

(دفعہ ۲)

جو خیارات مثلاً خیاء شرط، خیاء رویت، خیاء عیب بیع میں درست ہیں وہ اجارہ میں بھی درست ہیں۔

(المجلہ من صفحہ ۷۶ تا صفحہ ۷۹)

اجارہ زمین

(دفعہ ۱)

دوکان یا مکان کا اجارہ پر دینا درست ہے۔ اگرچہ مالک کا سامان اس میں پڑا ہو لیکن مالک کو تحلیہ پر مجبور کیا جائیگا۔

(دفعہ ۲)

اگر کسی شخص نے اپنی زمین اجارہ پر دیدی اور جس چیز کو اسمیں کاشت کیا جاتا ہے اس کو متعین نہیں کیا اور نہ ہی ہر چیز کی کاشت کی عام اجازت دی۔ اس صورت میں اجارہ فاسد ہے۔ (المجلہ صفحہ ۸۱)

(دفعہ ۳)

بعد از اختتام میعاد اجارہ اگر زمین مستاجرہ میں کھیتی ہو تو اجارہ دار اجر مثل دیگر فصل کے کٹنے تک کھیتی کو زمین مستاجرہ میں چھوڑ سکتا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

۱۔ تکرار بحر صفحہ ۱۲ جلد ۸۔

۲۔ ہدایہ صفحہ ۲۸۲ جلد ۳۔

۱۔ تکرار بحر صفحہ ۳ جلد ۸۔

(دفعہ ۴)

اگر کسی نے اجارہ پر سکونت مکان لیا تو وہ اس میں خود بھی رہ سکتا ہے اور اپنے ساتھ دوسرے کو بھی رکھ سکتا ہے۔ لیکن ایسا کوئی تصرف کرنے کا مجاز نہیں جس سے مکان کی عمارت کو ضرر ہو یا جو عام رواج کے خلاف ہو۔
(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۵)

تمام ایسے اخراجات جو اجارہ پر لی ہوئی چیز سے فائدہ اٹھانے کے لیے ضروری ہوں مثلاً زمین کی نالیوں کی درستی یا مکان کی درستی یا پن بجلی کی درستی یہ سب بزمہ مالک ہیں۔ لیکن اگر اجارہ دار نے باجائز مالک یہ اخراجات ادا کر دیئے تو مالک سے لینے کا مستحق ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۶)

اجارہ پر لی ہوئی عمارت یا مکان سے مٹی کوڑا کرکٹ وغیرہ اٹھانا کرایہ دار کے ذمہ ہے۔ اگر کرایہ دار مکان کو خراب کر رہا ہے تو مالک مکان عدالت کے ذریعہ اجارہ فسخ کرا سکتا ہے۔
(المجلد صفحہ ۸۶)

۱۔ تکرار صفحہ ۱۱ جلد ۸ اور صرف دوسرے شخص کو ہی اس مکان میں ٹھہرانا چاہیے تو اس کی بھی اجازت ہے۔ کنز مع البحر۔

پوشاک، ہتھیار، خیمہ، زیور کا کرایہ پر لینا

(دفعہ ۱)

متذکرہ اشیاء کا کرایہ پر لینا جائز ہے بشرطیکہ زمانہ استعمال اور اجرت متعین ہو۔

(دفعہ ۲)

اگر متذکرہ صدر اشیاء کو کسی دوسری جگہ لے جانے کے لیے کسی نے کرایہ پر لیا اور پھر ان کو اپنے گھر میں رکھا خواہ استعمال کیا یا نہ کیا دونوں صورتوں میں مقررہ کرایہ دینا پڑے گا۔ (حوالہ مذکورہ صفحہ ۵۳۵ جلد ۳ عالمگیری)

(دفعہ ۳)

متذکرہ صدر اشیاء کو اگر کسی نے اپنے استعمال کے لیے کرایہ پر لیا ہو تو اس کو یہ حق حاصل نہیں کہ کسی اور کو استعمال کے لیے دیدے۔

۱۔ لباس اور زیور میں اتفاقاً بھی حکم ہے۔ البتہ خیمہ میں اختلاف ہے۔ امام ابو یوسف خیمہ کو بھی اسی میں داخل کرتے ہیں۔ امام محمد کے نزدیک خیمہ مکان کے حکم میں ہے۔ لہذا مستاجر کو یہ حق حاصل ہے کہ دوسرے شخص کو استعمال وغیرہ کے لیے دیدے۔ (ہند یہ صفحہ ۵۳۰ جلد ۳، شامی صفحہ ۲۲ جلد ۵)۔

حیوانات کا کرایہ پر لینا

(دفعہ ۱)

اگر کسی نے کوئی سواری کرایہ پر لی اور راستہ میں تھک جانے کی وجہ سے سفر جاری رکھنے کے قابل نہ رہی تو کرایہ دار کو اختیار ہے کہ یا اس کے ٹھیک ہونے کا انتظار کرے یا اجارہ فسخ کر دے۔ دوسری صورت میں قطع کردہ مسافت کی اجرت مالک سواری کو دینا ضروری ہے۔

(دفعہ ۲)

اگر کسی نے معین بوجھ کا پہنچانا مقررہ مقام تک اجرت معینہ پر کسی کے ساتھ طے کر لیا اور اس کا بوجھ اٹھانے والا حیوان بیکار ہو جائے تو اس کو یہ حق حاصل ہے کہ کسی دوسرے جانور پر اس بوجھ کو لدوا کر پہنچوا ۲ دے۔

(حوالہ مذکورہ)

۱۔ اگر جانور والا دوسرے جانور کا انتظام کر سکتا ہے اور یہی بیمار جانور سودے میں متعین بھی نہیں ہوا تھا کہ بس اسی پر بوجھ لا داجائے گا تو فسخ نہ کیا جاوے (عالمگیری صفحہ ۵۳۲ جلد ۳)۔

۲۔ یہ حکم جب ہے کہ کرایہ طے کرتے وقت وہ جانور متعین نہ کیا ہو ورنہ اجارہ فسخ سمجھا جائے گا۔ (عالمگیری صفحہ ۵۳۲ جلد ۳)

(دفعہ ۳)

اگر کسی مستاجر نے کسی سے خاص مقام تک جانے کے لیے سواری کرایہ پر لی اور اس مقام سے اس کو آگے تک لے گیا اور سواری کو نقصان پہنچا۔ یا مالک سواری کے معین کردہ راہ کو چھوڑ کر دوسرے مشکل راستہ پر لے گیا یا سواری کے لیے جانور کرایہ پر لیا لیکن بجائے سواری کے اس پر بوجھ لا دیا اور یا سواری کو بلا اجازت مالک مارا یا اجازت کی صورت میں معمول اور معتاد سے زیادہ مارا اور سواری کو نقصان پہنچایا ان سب صورتوں میں مستاجر تاوان کا ذمہ دار ہے۔

(المجلد صفحہ ۸۴ و صفحہ ۸۵)

۱۔ مشکل ایسا مشکل کہ لوگ اس راستے پر سفر نہ کرتے ہوں۔ اور اگر اس راستے میں بھی لوگوں کی آمد و رفت ہوتی رہتی ہے تو مستاجر نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ (ہدایہ صفحہ ۸۴ جلد ۳، بحر جلد ۸)

کسی آدمی کو مزدوری پر رکھنا

(دفعہ ۱)

آدمی کو مزدوری پر رکھنا جائز ہے۔ بشرطیکہ عمل یا مدت متعین ہو اور اجرت بھی معلوم ہو۔ اجرت معلوم نہ ہونے کی صورت میں اجر مثل دینا پڑے گا۔ اسی طرح اگر مزدور کی مزدوری میں قیمتی چیز مثلاً کوئی گائے یا بکری جو متعین نہ ہو طے کر لی گئی ہو تو بھی اجر مثل دینا پڑے گا۔

(المجلد صفحہ ۸۶)

(دفعہ ۲)

اگر کسی کو تعلیم یا صنعت سکھانے کے لیے نوکر رکھ لیا اور وہ حاضر ہو گیا تو اس کی تنخواہ لازم ہے خواہ شاگرد پڑھے یا نہیں لیکن اگر مدت متعین نہ ہو تو اجارہ فاسد ہے۔ اس صورت میں معلم اجر مثل کا حقدار ہے۔ بشرطیکہ شاگرد اس سے پڑھ لے ورنہ نہیں۔ لیکن اگر کسی نے بچہ استاد کے حوالہ کیا اور اجرت طے نہیں کی تو شہر کے رواج کے مطابق استاد اجرت لینے کا حقدار ہے۔

(ہندیہ صفحہ ۵۲۵، جلد ۳، حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۳)

اگر کسی نے درزی کو کپڑا سینے کے لیے دیا تو وہ درزی اس کپڑے کو دوسرے آدمی سے سلوانے کا حق رکھتا ہے۔ لیکن اگر خود اپنے ہاتھ سے ہی لینا طے ہو چکا ہو تو دوسرے سے سلوانے کا اختیار نہیں رکھتا۔ علی ہذا القیاس تمام کاری گروں کے متعلق یہی قانون ہے۔

(المجلد صفحہ ۸۷)

(دفعہ ۴)

عمل کی تکمیل کے لیے جن اشیاء کی ضرورت ہو سینے کے لیے دھاگہ یا رنگنے کے لیے رنگ ان اشیاء کی فراہمی کس شخص کے ذمہ ہے۔ اس کا فیصلہ عرف اور مقامی رواج کے مطابق کیا جائے گا۔

(حوالہ مذکورہ)

ضممان اجیر

(دفعہ ۱)

اجیر مشترک مثلاً دھوبی، درزی جو متعدد لوگوں کا کام مزدوری سے کرتا ہو اس کے افعیل سے اگر کسی چیز کو نقصان پہنچا تو خواہ اس کے قصور اور تعدی سے ہو یا نہ دونوں صورتوں میں ضامن ہے لیکن اجیر خاص یعنی خصوصی نوکر صرف اس صورت میں ضامن ہے کہ کوئی چیز اس کے قصور کی وجہ سے ضائع ہو جائے۔

(المجلد صفحہ ۹۴)

۱۔ فعل۔ فعل سے مراد یہاں پر دھوبی وغیرہ کا عمل خاص مراد ہے۔ جیسے پکڑا دھونا اور کپڑا سینا۔ اگر اس عمل خاص کی وجہ سے دھوبی، درزی وغیرہ کے ہاتھ میں چیز کو کوئی نقصان پہنچا تو وہ بہر صورت اس کا ذمہ دار ہے۔ اجیر خاص کے عمل سے اگر کچھ نقصان ہو گیا تو اس کے ذمہ تادان نہیں ہے۔ (ہدایہ ضمان ۱۱۱ اجیر ملخصاً)۔

باب ہشتم

کفالت یعنی ضمانت کے احکام کے بیان میں

(دفعہ ۱)

ضامن بن جانے کے لیے یہ ضروری ہے کہ وہ شخص جو ضامن بنے عاقل و بالغ ہو۔ اس لیے مجنون، فاقر العقل اور نابالغ کی ضمانت اور کفالت درست نہیں۔ ضمانت کی دو قسمیں ہیں۔ (۱) مال کی ضمانت (۲) حاضر کر دینے کی ضمانت۔

(دفعہ ۲)

کفالہ مالیہ میں قرض خواہ کو اختیار ہے کہ وہ چاہے قرضہ کا مطالبہ مدیون یعنی اصل سے کرے یا کفیل یعنی ضامن سے اور یا ہر دو سے۔ لیکن قرضہ جس شکل میں واجب الوصول ہو۔ تعیل یا تا جیل یا ۲ تقسیط کی صورت میں اسی کے مطابق کفیل سے بھی مطالبہ کیا جائے گا۔

(المجلد صفحہ ۹۸)

۱۔ بالغ ہو کفیل کے لیے آزاد ہونا بھی شرط ہے حریت شرط نفاذ کفالہ ہے۔ صحت کفالہ کے لیے شرط نہیں۔
۲۔ تقسیط یعنی قسط وار۔

(دفعہ ۳)

لیکن اگر کفالہ مالیہ میں اصیل کو بری کر دیا گیا ہے تو یہ حوالہ ہوا جس طرح حوالہ میں اصیل کی عدم برأت کی شرط طے کرنے سے وہ کفالہ بن جاتا ہے۔
(المجلہ صفحہ ۱۰۲)

(دفعہ ۴)

کفالہ مالیہ کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ مکفول بہ یعنی وہ مال جس کی ضمانت لی جا رہی ہے۔ ایسا ہو کہ اصیل پر اس کی ادائیگی حتماً واجب ہو اسی بنا پر قرضہ شمن صبح بدل اجارہ بقر رثن کے بعد خرید کے ارادہ سے لی ہوئی چیز اور مغصوب وغیرہ اشیاء کا کفالہ مالیہ درست ہے لیکن مال مرہون مال مستعار اور امانت کے لیے ضامن بننا درست نہیں۔ (المجلہ صفحہ ۹۸، ۹۹، ۱۰۰ جلد ۳ عالمگیری)

(دفعہ ۵)

کفیل تکمیل کفالہ کے بعد خود کفالہ کو نہیں توڑ سکتا۔ لیکن اصیل کی طرف سے ادائیگی حق کے بعد اور یا صاحب حق کے ابراء کر دینے سے کفیل مطالبہ کفالہ سے بری ہو جاتا ہے خواہ صاحب حق اصیل کو بری کر دے یا کفیل کو۔ لیکن صاحب حق نے اگر کفیل کو مطالبہ کفالہ سے معاف کر دیا تو اصیل مطالبہ کفالہ سے سبکدوش نہیں ہو سکتا۔ (المجلہ صفحہ ۱۰۲، ۱۰۳ جلد ۳ عالمگیری)

(دفعہ ۶)

اگر ضامن نے صاحب حق کی مرضی سے اصل رقم کا حوالہ کسی دوسرے شخص پر دے دیا اور اس شخص نے بھی حوالہ کسی دوسرے شخص پر دے دیا اور اس شخص نے بھی حوالہ منظور کیا تو اصیل اور کفیل ہر دو مطالبہ سے بری ہو گئے تا وقتیکہ اصل رقم کی وصولی اس تیسرے شخص سے ناممکن متصور نہ ہو۔ کفیل کی موت پر رقم کفالہ کے ترکہ سے وصول کی جائے گی۔

(صفحہ ۱۲۳ جلد ۳ عالمگیری، المجلہ صفحہ ۱۰۵، ہدایہ مع الحواشی)

(دفعہ ۷)

صاحب حق کی وفات پر مطالبہ حق کفیل سے قائم رہے گا۔ اور حقدار کے ورثاء اس سے مطالبہ کر سکتے ہیں۔
(المجلہ صفحہ ۱۰۵)

(دفعہ ۸)

کفالت بالنفس یا حاضر ضمانت میں اگر کفیل نے ملزم کو ایسی جگہ میں حاضر کر کے مدعی کو سپرد کر دیا جو از روئے کفالہ مقرر ہو چکی تھی یا کفالہ میں تعین مقام نہ تھی ضامن نے ملزم کو ایسی جگہ میں مدعی کے سپرد کر دیا جہاں اس کو منجانب حکومت امداد پہنچ سکتی ہے یا خود اس نے ملزم کو عدالت میں حاضر کر دیا ان تینوں صورتوں میں ضامن کی ذمہ داری پوری سمجھی جائے گی۔

(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۵)

اگر ضامن نے مقررہ تاریخ حاضری سے قبل ملزم کو حوالہ مدعی یا حوالہ عدالت کیا یا خود ملزم فوت ہو گیا تو ان دونوں صورتوں میں ضامن مطالبہ ضمانت سے بری سمجھا جائے گا۔

(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۰)

لیکن اگر مدعی فوت ہوا تو اس کے ورثاء وغیرہ ضامن سے مدعا علیہ کی حاضری کا مطالبہ کر سکتے ہیں اور مطالبہ بدستور ۲ قائم ہے۔

(حوالہ مذکورہ)

باب نہم

حوالہ کے احکام کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تعریف :- ایک مدیون جب اپنے قرضہ کی ادائیگی قرض خواہ کی رضامندی سے کسی دوسرے شخص کی طرف منتقل کر دے۔ تو اسی کا نام حوالہ ہے۔ مثلاً زید پر خالد کا ایک ہزار کا قرضہ تھا جس کا زید نے بکر پر حوالہ دیا کہ وہ تم کو یہ قرضہ ادا کر دے گا۔ اور تینوں اشخاص زید، خالد اور بکر اس پر راضی ہوئے تو حوالہ درست ہے۔ مدیون یعنی زید کو محیل اور قرض خواہ یعنی خالد کو محال لہ اور بکر کو محال علیہ اور ایک ہزار کی رقم کو محال بہ کہا جاتا ہے۔ (الحجۃ صفحہ ۱۰۹، ۱۱۰)

(دفعہ ۲)

حوالہ میں محیل اور محال لہ کا عاقل ہونا اور محال علیہ کا عاقل اور بالغ ہونا ضروری ہے۔ مجنون اور غیر ممیز صغیر کا احوالہ دینا یا حوالہ قبول کرنا باطل ہے۔ صغیر ممیز کا باجارت ولی حوالہ دینا اور حوالہ قبول کرنا درست ہے۔ یہ ضروری نہیں کہ محال علیہ محیل کا مدیون ہو۔ (الحجۃ صفحہ ۱۱۰، عالمگیری کتاب الحوالہ)

۱۔ حوالہ دینا۔ یعنی محیل بننا اور محال لہ بننا نیز محال علیہ بننا سب باطل ہے۔

۱۔ عالمگیری صفحہ ۱۳۲ جلد ۳۔

۲۔ عالمگیری صفحہ ۱۳۲ جلد ۳۔

(دفعہ ۳)

جن اشیاء واجب الاداء کا کفالہ درست ہے۔ ان کا حوالہ بھی درست ہے خواہ وہ واجب الاداء رقومات اصلی ہوں یا بوجہ کسی کفالہ یا حوالہ کے واجب الاداء ہوں۔

(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۴)

حوالہ کی صحت کے بعد اصل مدیون یا اگر اس کا کوئی کفیل موجود ہو تو دونوں مطالبہ سے بری ہو جاتے ہیں۔

(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۵)

مچل نے اگر حوالہ دیا اور محال علیہ نے رقم حوالہ ادا کر دی تو اگر محال علیہ کے ذمہ مچل کی اسی قدر رقم واجب الادا ہو تو رقم حوالہ اس میں بھرا ہو جائے گی ورنہ محال علیہ مچل سے رقم حوالہ واپس لے سکتا ہے۔

(دفعہ ۶)

حوالہ مقیدہ میں جبکہ مچل نے محال علیہ سے کہہ دیا کہ میرے قرضہ یا ٹمن بیج یا زرہ چارہ یا عوض مقصوب یا تعدی امانت میں سے جو رقم اس کے ذمہ ہے اسی میں سے رقم حوالہ ادا کر دو تو حوالہ درست ہے۔ نیز اگر حوالہ مقیدہ امانت غیر مضمونہ پر دید گیا ہو تو بھی درست ہے۔ محال لہ کی وفات سے حوالہ ختم ہو جاتا ہے۔

(حوالہ مذکورہ، المجلد صفحہ ۱۱۲، صفحہ ۱۳۸ جلد ۳ انگیری)

۱۔ لیکن اگر بعد میں امین کہہ دے کہ امانت ضائع ہو گئی تو حوالہ باطل ہو جائے گا۔

(صفحہ ۱۳۸ جلد ۳ انگیری)

باب دہم

احکام رہن کے بیان میں

(دفعہ ۱)

مدیون اگر اپنے دائن یعنی قرض خواہ کے پاس اپنی ملکیت کی کوئی منقول یا غیر منقول چیز اس مقصد کے لیے گروی کر دے کہ بوقت ضرورت دائن اس سے اپنا قرضہ وصول کر سکے تو اس چیز کا نام رہن یا مرہون ہے اور اس کے رکھنے والے یعنی مدیون کو راہن اور جس دائن کے پاس وہ رکھی گئی ہے اس کو مرتہن کہا جاتا ہے۔ (الحجۃ صفحہ ۱۱۴)

(دفعہ ۲)

لزوم وصحت رہن کے لیے مندرجہ ذیل امور ضروری اور شرط ہیں۔

الف:- راہن اور مرتہن عاقل ہوں اگرچہ بالغ نہ ہوں۔

ب:- رہن دینے اور لینے کے متعلق ایجاب و قبول عمل میں لایا جائے اور

مرتہن رہن پر قبضہ بھی کر لے۔

ج:- رہن کا مقابل ایسا قرضہ ہو جس کی ادائیگی راہن پر لازم ہو مثلاً شمن

بیع قرض مال مفسوب مہر وغیرہ امانت کے مقابل رہن رکھنا درست

نہیں۔ (ہدایہ)

ج۔ مرہون موجود۔ مال مقبوم۔ قابل تسلیم چیز ہو۔ (المجلد صفحہ ۱۱۵)

(دفعہ ۳)

راہن تکمیل رہن کے بعد مرہون میں زیادتی یا اس مرہون کو دوسرے مرہون سے جوائی مالیت کا ہونہ بلی یا ۲ مرتبہ دین میں زیادتی کر دینے کا حق رکھتے ہیں۔ (المجلد صفحہ ۱۱۷)

(دفعہ ۴)

مرہون چیز کی حفاظت سے متعلق اخراجات مرتبہ کے ذمہ ہیں۔ لیکن مرہون اگر حیوان ہو تو اس کی گھاس اور چرانے کی اجرت یا اگر زمین ہو تو اس کی آبادی سے متعلق اخراجات راہن کے ذمہ ہیں اگر ایک فریق کے ذمہ متعلقہ اخراجات دوسرے فریق نے اسکی اجازت کے بغیر ادا کئے تو وہ اخراجات لینے کا حقدار نہیں۔ لیکن اگر ۳ اجازت لیکر ادا کر دے تو واپس لے سکتا ہے۔ (المجلد صفحہ ۱۱۸)

۱۔ مرہون چیز تقسیم شدہ۔ راہن کے سامان سے فارغ پھل ہو تو درخت سے اتارا ہوا ہونا چاہیے تاکہ قبضہ تمام ہو سکے اور معلوم بھی ہو۔ (بکدانی فی الہدایہ مع حواشیہ صفحہ ۵۱۳)

۲۔ یہ امام ابو یوسف کا مذہب ہے طرفین کے نزدیک دین میں زیادتی کرنا درست نہیں کہ پہلے ایک چیز دس روپیہ میں راہن تھی پھر اور دس روپیہ میں بھی اسی پہلی چیز کو رہن کر دے کہ اب کل میں روپے میں رہن رہے گی یہ درست نہیں۔ (بکدانی العالگیریہ صفحہ ۱۶۰ جلد ۴)

۳۔ یہی حکم ہے اگر ایک فریق دوسرے فریق کے اخراجات بحکم عدالت ادا کرے یعنی دوسرے سے واپس لے سکتا ہے۔ (ہند یہ صفحہ ۱۵۹ جلد ۴)

(دفعہ ۵)

مرہون چیز کے منافع اور حاصلات کا مستحق راہن ہے نہ مرتبہ۔ لیکن زوائد رہن مثلاً مرہونہ گھوڑی کا بچہ اصل مرہون کی طرح مرتبہ کے پاس رہن ادا رہے گا۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۶)

رہن کا حکم یہ ہے کہ کل دین کی ادائیگی تک مرہون چیز دائن کے قبضہ میں رہے گی اور اگر راہن نے دین کا کوئی جزء ادا کیا تو اس کے مقابلہ میں مرہون کے کسی جزء کو ملک کرانے کا وہ مستحق نہیں الا اس صورت میں کہ مرتبہ راضی ہو۔ (المجلد صفحہ ۱۱۹، ہدایہ)

(دفعہ ۷)

اگر راہن فوت ہو جائے تو دیگر قرض خواہوں کی نسبت مرتبہ کو مرہون کی قیمت سے قرض وصول کرانے کا ترجیحی حق حاصل ہے۔

(عالمگیری صفحہ ۱۳۹ جلد ۴)

۱۔ لیکن راہن کی طرح مضمون نہیں اگر مر جائے تو اس کے مقابلہ میں دین ساقط نہیں ہوگا۔

(ہند یہ صفحہ ۱۶۰ جلد ۴)

(دفعہ ۸)

صرف مرہن رہن کو فسخ کر سکتا ہے لیکن راہن بلا اجازت مرہن رہن کو فسخ نہیں کر سکتا نیز دونوں کے فوت ہو جانے سے بھی رہن خود بخود فسخ نہیں ہو جاتا۔

(المجلد صفحہ ۱۱۷، صفحہ ۱۱۹، ہدایہ صفحہ ۵۳۵ جلد ۲)

(دفعہ ۹)

ادائیگی دین سے قبل راہن بلا اجازت مرہن مرہون کو فروخت نہیں کر سکتا ہے۔ راہن اور مرہن کی رضامندی سے مرہون کو ایک تیسرے امین شخص کے پاس رکھا جاسکتا ہے۔ لیکن ادائیگی قرض سے پیشتر وہ ثالث شخص مرہون چیز کو بلا رضامندی راہن و مرہن کسی کے پاس رکھنے کا مجاز نہیں۔

(المجلد صفحہ ۱۲۱، بحر کتاب الرہن صفحہ ۲۹۱)

(دفعہ ۱۰)

راہن یا مرہن میں سے کوئی بھی مرہون چیز کو دوسرے کی رضامندی کے بغیر فروخت کرنے کا مجاز نہیں البتہ قرض کی ادائیگی کی مقررہ میعاد آنے پر اگر راہن ادا قرض سے انکاری ہو تو حاکم مرہون کو فروخت کر کے مرہن کا قرضہ ادا کر سکتا ہے۔

(دفعہ ۱۱)

اگر رہن کردہ چیز کے تلف کا خطرہ ہو تو باذن حاکم مرہن مرہون کو فروخت کر کے اس کی قیمت اپنے پاس رکھے گا اسی طرح اگر راہن مفقود الجز ہو تو باجائز حاکم مرہون کو فروخت کر کے مرہن کا قرضہ ادا کیا جائے گا۔

(المجلد صفحہ ۱۲۲)

باب یازدہم ۱۱

احکام امانت اور ہبہ کے بیان میں

فصل اول

امانت کے احکام میں

(دفعہ ۱)

تعریف:- ہر ایسی چیز جو حفاظت کی غرض سے کسی کو سپرد کی جائے یا کسی معاملہ کے ضمن میں تفویض کی جائے مثلاً بضمن اجارہ کسی کو گھوڑا یا کپڑا یا کتاب یا بضمن عاریت یعنی مفت نفع اٹھانے میں کوئی چیز کسی کے حوالہ ہوئی یا بلا قصد و عقد قدرتی طور پر کوئی چیز کسی شخص کی حفاظت میں آگئی۔ مثلاً ہوانے اڑا کر کسی کا کپڑا کسی دوسرے آدمی کے گھر میں پھینک دیا۔

ان سب صورتوں میں وہ چیز قانوناً امانت کہلائے گی اور امانت کے احکام اس پر جاری ہونگے۔ (المجلد صفحہ ۱۲۵)

(دفعہ ۲)

امانت اگر ایسی صورت میں ضائع ہوئی جس میں امین کے فعل یا قصور کو دخل نہ ہو تو اس کا تاوان امین کے ذمہ نہیں۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۳)

اگر کسی نے کوئی چیز غصب کر لی یا راستہ سے اس خیال کے ماتحت اٹھائی کہ اپنے کام میں لائے گا یا کسی آدمی کی چیز اس کی اجازت کے بغیر اٹھائی اور پھر وہ چیز ضائع ہوئی تو اس کا تاوان ان سب صورتوں میں اس شخص کے ذمہ ہے جس کے قبضہ میں وہ چیز ضائع ہوئی خواہ قدرتی طور پر ضائع ہوئی ہو یا بالارادہ۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۴)

اگر مالک امانت مفقود الخیر ہو تو اس چیز کی حفاظت امین اس وقت تک کرتا رہے گا کہ مالک کی موت یا حیات متحقق ہو جائے لیکن زیر امانت چیز اگر دیر تک رہنے کے قابل نہ ہو تو بااجازت حاکم فروخت کر کے اس کی قیمت زیر امانت رہے گی۔ (صفحہ ۳۰۹، صفحہ ۱۵۷ جلد ۳ عالمگیری، الجبلہ صفحہ ۱۲۹)

(دفعہ ۵)

زیر امانت چیز مثلاً گھوڑا بیل وغیرہ کے اخراجات بذمہ مالک امانت رہیں گے۔ اگر مالک غائب یا مفقود الخیر ہو تو بحکم حاکم مناسب صورت دوبارہ اخراجات اختیار کی جائے گی یا اس چیز کو اجارہ پر دیکر خرچ اس کی آمدنی سے

کر دیا جائے گا یا اگر یہ ممکن نہ ہو تو فروخت کی جائے گی یا تین دن تک بحکم حاکم امین اس پر خرچ کر کے فروخت کر دینے کے بعد امین اپنی خرچ کردہ رقم کا مطالبہ کر دے۔ لیکن امین ایسے جملہ اخراجات کے مطالبہ کا مستحق نہیں جو اس نے زیر امانت چیز پر بلا اجازت حاکم کر دیئے ہوں۔

(عالمگیری صفحہ ۶۷ جلد ۳، حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۶)

امانت کی واپسی مالک کو امین بدست خود اور بذریعہ امعتمد خود دونوں طرح کرنے کا مجاز ہے کہ امانت مالک کو پہنچائے جس مکان میں اس کو امانت سونپی گئی اسی مکان میں حوالہ کرنا امین کے ذمہ ہے خواہ مالک امانت وہاں مقیم ہو یا دوسری جگہ میں۔

(الجبلہ صفحہ ۱۳۱)

۱۔ معتمد خود۔ واپسی امانت کے لیے یہ ضروری ہے کہ امین بدست خود واپس کرے یا ایسے شخص کے ہاتھ کر وہ شخص امین کے عیال میں ہے یہاں تک اگر ایسے بالغ لڑکے کے ہاتھ جو لڑکا کہ باپ سے جدا ہے۔ امانت بغرض واپسی بھیجی اور وہ ضائع ہو گئی تو تاوان آئے گا۔ (صفحہ ۶۷ جلد ۳ عالمگیری)

فصل دوم

ہبہ کے احکام میں

(دفعہ ۱)

تعریف :- ہبہ اس کو کہا جاتا ہے کہ کوئی شخص دوسرے آدمی کو اپنی مملوک چیز کا مالک بنادے اور اس سے کوئی معاوضہ نہ لے۔ اس چیز کو موہوب اور ہبہ کرنے والے کو واہب اور جس کو مالک بنایا گیا ہے اس کو موہوب لہ کہا جاتا ہے۔ (المجلہ صفحہ ۱۴۰)

(دفعہ ۲)

صحت ہبہ کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا تحقق ضروری ہے :-

الف :- قولی یا فعلی رنگ میں ایجاب منجانب واہب اور قبول منجانب موہوب لہ۔

ب :- یہ ضروری ہے کہ ہبہ کے وقت میں موہوب چیز موجود ہو۔ اگر باغ کا میوہ جو ابھی تک نہیں پہنچا یا کسی گھوڑی کا وہ بچہ جو ابھی تک پیدا نہیں ہوا۔ کو ہبہ کر دیا جائے تو صحیح نہیں۔

ج :- یہ ضروری ہے کہ موہوب چیز واہب کی ملکیت ہو اس لیے دوسرے کے ملک کو ہبہ کرنا درست نہیں۔

د :- یہ ضروری ہے کہ موہوب معین ہو۔ اگر دو گھوڑوں میں ایک

غیر معین گھوڑے کو بہہ کر دیا تو درست نہیں۔ لیکن اگر مجلس بہہ میں قبل از تفریق تعیین کردی تو بہہ درست ہو جائے گا۔

۵:- یہ ضروری ہے کہ واہب عاقل، بالغ ہو اس لیے صغیر، مجنوں اور فاقر اعقل کا بہہ درست نہیں۔

۶:- یہ ضروری ہے کہ بہہ رضامندی سے ہوا ہو۔ اس لیے جبری بہہ درست نہیں۔

۷:- اگر مرض کی حالت میں کسی وارث کو بہہ کرنا ہو تو باقی ورثاء کی اجازت اور رضامندی بھی اس صحت بہہ کے لیے ضروری ہے۔

۸:- اگر کسی کا ترکہ اس قدر ہو جس قدر اس پر قرضہ ہے تو صحت بہہ کے لیے قرض خواہوں کی رضامندی ضروری ہے۔ ورنہ بہہ صحیح نہیں۔ (المجلد ۱۳۲ ص ۱۳۵۵)

۹:- موہوب کا تقسیم شدہ اور غیر مشترک ہونا بھی صحت بہہ کے لیے ضروری ہے۔ بہہ مشاع جائز نہیں بشرطیکہ وہ چیز قابل تقسیم ہو۔

۱۰:- تکمیل بہہ کے لیے قبض موہوب لہ بھی ضروری ہے۔ ورنہ بلا قبض بہہ کروینے سے موہوب لہ موہوب کا مالک نہیں بن سکتا۔

(حوالہ مجلد صفحہ ۴۰)

۱۔ اگر بار رضامندی و رضامندی نے کسی کو بہہ کر کے قبضہ کر دیا تو کل مال کی تہائی تک نافذ اور صحیح

سمجھا جائے گا۔ (صفحہ ۳۹۹ جلد ۳۰ لکھنؤ)

(دفعہ ۳)

اگر واہب نے صرف بہہ کر دیا تو یہ واہب کی طرف سے قبض موہوب کی غیر صریح اجازت ہے جس کے لیے مجلس بہہ میں موہوب کو قبض کرنا ضروری ہے۔ لیکن اگر واہب نے صاف کہہ دیا کہ جا کر فلاں موہوب چیز لے لو تو یہ صریح اجازت ہے جس میں موہوب لہ کو اختیار ہے خواہ اس چیز کو مجلس بہہ میں قبض کر لے یا اس کے بعد دونوں صورتیں درست ہیں۔ (المجلد صفحہ ۱۳۱)

(دفعہ ۴)

اگر کسی ایسے صغیر کو چیز بہہ کر دی گئی جو ہوشیار ہو تو وہ خود موہوب چیز پر قبضہ کر کے بہہ کی تکمیل کر سکتا ہے اگرچہ اس کا ولی موجود ہو لیکن غیر ہوشیار صغیر کو بہہ کردہ چیز پر قبض اس کا ولی اور سرپرست ہی کر سکتا ہے۔

(حوالہ مذکورہ، صفحہ ۳۹۵ جلد ۳۰ لکھنؤ)

(دفعہ ۵)

مشتري اپنی خریدی ہوئی چیز وصول کرنے سے پیشتر بائع کو بہہ کر سکتا ہے۔ اسی طرح اگر زید کی کوئی چیز بکر کے ہاتھ میں ہو اور زید نے بکر کو بہہ کر دی تو بہہ درست ہے اور سابق قبضہ کافی ہے جدید قبضہ کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح دائن نے اگر مدیون کو رقم دین بہہ کر دی تو بھی بہہ درست ہے۔

(حوالہ مذکورہ)

واپسی ہبہ

(دفعہ ۱)

واہب غیر قبض کردہ ہبہ واپس آ کر سکتا ہے۔ اگرچہ موہوب لہ راضی نہ ہو لیکن ہبہ قبض کردہ کی واپسی کے لیے یہ ضروری ہے کہ یا موہوب لہ راضی ہو یا عدالت کے ذریعہ واپس کرایا جائے۔ (المجلد صفحہ ۱۴۳)

(دفعہ ۲)

مندرجہ ذیل صورتوں میں ہبہ قبض کردہ کی واپسی شرعاً نہیں ہو سکتی۔

- ۱۔ جو ہبہ کسی ۲ رشتہ دار کو کیا جائے مثلاً اصول فرود اور بھائی، بہن اور ان کی اولاد چچا، پھوپھی۔
- ۲۔ شوہر یا بیوی میں سے کسی ایک نے اگر دوسرے کو ہبہ کر دیا۔
- ۳۔ جس ہبہ میں واہب نے کسی قسم کا عوض لیا ہو۔
- ۴۔ جس ہبہ میں موہوب لہ نے موہوب میں ایسا تصرف کیا ہو جس سے موہوب کی قیمت بڑھ گئی۔ مثلاً ہبہ شدہ زمین میں باغ لگایا یا آبادی کر دی۔

۱۔ واپس کر سکتا ہے۔ لیکن سخت نا پسندیدہ ہے (مکذاتی الماگیر یہ صفحہ ۴۹۰ جلد ۳)

۲۔ رشتہ دار۔ رشتہ دار سے مراد ایسا نسلی رشتہ دار ہے جن سے نکاح درست نہیں۔ (ماگیر یہ صفحہ ۴۹۰ جلد ۳)

۵۔ جس موہوب میں ایسا تصرف منجانب موہوب لہ عمل میں آیا ہو جس کی وجہ سے وہ موہوب لہ کے ملک سے خارج ہو گیا ہو۔ مثلاً موہوب چیز کو موہوب لہ نے فروخت کر دیا یا قبض کے ساتھ ہبہ کر دیا۔

۶۔ موہوب چیز موہوب لہ کے پاس ہلاک ہوئی یا ضائع ہوئی۔

۷۔ واہب یا موہوب لہ میں سے کوئی ایک مر جائے۔

۸۔ دائن نے اگر مدیون کو دین ہبہ کر دیا ہو۔ ان سب صورتوں میں ہبہ واپس نہیں ہو سکتا۔

(المجلد صفحہ ۱۴۳، ۱۴۴)

(دفعہ ۳)

ہبہ مضافہ درست نہیں۔ مثلاً اگر زید نے عمرو سے یہ کہا کہ فلاں آنے والے مہینہ کی پہلی تاریخ کو میں نے یہ چیز تم کو ہبہ کر دی تو یہ صحیح نہیں۔

(المجلد صفحہ ۱۴۱)

(دفعہ ۲)

ہبہ عمری صحیح ہے لیکن شرط باطل ہے۔ مثلاً اگر زید نے عمرو کو زمین یا کوئی اور چیز اس شرط پر ہبہ کر دی کہ جب تک عمرو زندہ ہے۔ وہ فائدہ اٹھائے اور جب مر جائے تو واپس زید یا اس کے ورثاء کو وہ ہبہ کردہ چیز دی جائے تو ہبہ درست ہے۔ اور شرط باطل ہے۔ اگر عمرو مر گیا تو موہوب چیز واپس نہ ہوگی بلکہ عمرو کے ورثاء کی ملکیت قرار پائے گی۔

(زیلعی صفحہ ۱۰۴ جلد ۵)

(دفعہ ۵)

صدقہ یعنی وہ چیز جو ثواب کی غرض سے کسی کو دی جائے انہیں بھی ہبہ کی طرح قبض اور قابل تقسیم چیز میں اس کو جدا کر کے حوالہ کرنا ضروری ہے۔ لیکن صدقہ میں رجوع اور واپس کر لینا درست نہیں۔

(حوالہ مذکورہ)

باب دوازدہم

غصب اور اتلاف کے احکام میں

(دفعہ ۱)

تعریف: کسی کا مال بلا اجازت قبضہ میں لانا غصب کہلاتا ہے۔ اس فعل کے کرنے والے کو غاصب اور مال کو مغصوب اور مالک مال کو مغصوب منہ کہا جاتا ہے۔ امین اگر امانت کی واپسی سے انکار کر دے وہ بھی غاصب کے حکم میں ہے۔ (الحبلہ صفحہ ۱۴۸، ۱۵۰)

(دفعہ ۲)

غاصب کے ہاتھ میں جب مغصوب چیز ضائع یا ہلاک ہو جائے خواہ غاصب کی تعدی سے یا قدرتی طور پر دونوں صورتوں میں اگر وہ چیز مثلی ہو تو مثل کی شکل میں اور اگر قیمتی ہو تو قیمت کی صورت میں غاصب عوض دینے کا ذمہ دار ہے۔ (الحبلہ صفحہ ۱۴۹)

۱۔ جب مالک نے غاصب پر دعویٰ کیا اس وقت وہ مثل اگر بازار سے نہ مل سکتی ہو تو بھی ان دنوں کے ہماؤ کے مطابق قیمت ادا کرنا ہوگی۔ (ہدایہ صفحہ ۳۷۰ جلد ۳)

(دفعہ ۳)

اسی طرح اگر غاصب نے مغضوب چیز میں ایسا تصرف کر دیا کہ اس تصرف سے اس مغضوب کا نام تبدیل ہو جائے۔ مثلاً اناج کو آٹا بنایا تو بھی غاصب اسی قدر اناج دینے کا ذمہ دار ہے۔ (حوالہ سابقہ، ہدایہ صفحہ ۴۷۴، جلد ۳)

(دفعہ ۴)

لیکن اگر غاصب نے تصرف کر کے مغضوب کے صرف وصف کو تبدیل کر دیا۔ مثلاً غصب کردہ کپڑے کو رنگایا تو مالک کو اختیار ہے کہ چاہے کپڑے کی قیمت غاصب سے لے لے یا کپڑا لیکر رنگانے کا عوض غاصب کو ادا کر دے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۵)

اسی طرح اگر مغضوب کو غاصب نے استعمال کیا جس سے اس کی قیمت کم ہو گئی تو وہ بھی غاصب سے وصول کی جائے گی۔ اسی طرح مغضوب چیز سے جو چیز پیدا ہوئی۔ مثلاً باغ کا میوہ یا غصب شدہ جانور کا بچہ وہ اگر غاصب کی

۱۔ کا عوض۔ یوں کہنا زیادہ مناسب تھا کہ کپڑے کی جتنی قیمت رنگائی کی وجہ سے بڑھ گئی ہے اتنی قیمت غاصب کو ادا کر دے فقط رنگائی ہی نہیں۔ (ہدایہ صفحہ ۴۷۸، جلد ۳)

تعدی سے ضائع ہو گیا تو غاصب اس کے تاوان کا ذمہ دار ہے۔

(المجلہ صفحہ ۱۵۰، ہدایہ صفحہ ۳۷۹، جلد ۳)

(دفعہ ۶)

غاصب کی مجرمانہ ذمہ داری اس وقت ختم ہو جاتی ہے جبکہ اگر مغضوب چیز موجود ہو تو بعینہ اسی کو واپس کر دے اور اگر ضائع ہو گئی تو اس کا عوض مالک کو ادا کر دے۔ (المجلہ صفحہ ۱۴۸)

(دفعہ ۷)

کوئی شخص اگر کسی کا مال تلف کر دے قصد آیا بلا قصد تو وہ تاوان کا ذمہ دار ہے۔ خواہ تلف کنندہ بالغ ہو یا نابالغ۔ خواہ اس نے تلف کردہ مال کو اپنا مال سمجھ کر ایسا کیا ہو۔ اور اگر وہ چیز بالکل تلف نہ ہوئی لیکن ایسا نقصان اس کو پہنچا ہو جس سے اس کی قیمت میں کمی آگئی تو ایسی صورت میں اس کی کمی کی ذمہ داری اس پر ہوگی۔ (المجلہ صفحہ ۱۵۳)

(دفعہ ۸)

اگر کوئی شخص دوسرے شخص کے نقصان کا سبب بن جائے اگرچہ فاعل نہ ہو تو وہ بھی نقصان کا ذمہ دار ہے۔ بشرطیکہ تعدی موجود ہو مثلاً اگر کسی شخص نے

حکومت کی اجازت کے بغیر راہ عام میں گڑھا کھودا اور اس میں کسی کا جانور گر کر ہلاک ہوا تو کھڈہ کھودنے والا اس جانور کی قیمت کا ذمہ دار ہے لیکن اگر اپنی مملوکہ زمین میں گڑھا کھودا اور اس میں کوئی جانور گر کر ہلاک ہوا تو ذمہ دار نہیں۔ (المجلہ صفحہ ۱۵۳، ہدایہ صفحہ ۶۰۰ جلد ۴)

(دفعہ ۹)

لیکن فاعل اور متسبب اگر جمع ہو جائے تو متسبب تاوان سے بری ہے اور سارا تاوان بذمہ فاعل ہے مثلاً زید نے راہ عام میں یا کسی دوسرے کی ملکیت میں گڑھا کھودا اور عمرو نے کسی کا جانور پکڑ کر اس میں گرا دیا یا دھکیل دیا جس میں وہ ہلاک ہوا تو مؤثر الذکر شخص چونکہ فاعل ہے اس لیے تاوان اس کے ذمہ ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۰)

راہ عام میں ہر کسی کو جانے کا حق حاصل ہے۔ لیکن بیٹھ جانے کا حق نہیں اور نہ ہی کسی چیز رکھنے یا کسی قسم کا تصرف کرنے کا حق ہے۔ بجز اس صورت کے کہ حکومت سے اجازت حاصل کر لی جائے بناء علیہ اگر کسی راہ چلتے کے ہاتھ کی چنگاری سے کسی راہ روکا کپڑا جل گیا یا کسی نے راستہ میں تیل یا پانی گرایا جس پر پھسل کر کوئی جانور مر گیا تو چنگاری لے جانے والا کپڑے کا اور

پانی وغیرہ چیز گرانے والا جانور کی قیمت کا ذمہ دار ہے۔ (المجلہ صفحہ ۱۵۵، ہدایہ صفحہ ۵۹۹ جلد ۴)

(دفعہ ۱۱)

اگر کسی کی دیوار گر جانے سے کسی کا نقصان ہوا تو مالک دیوار نقصان کا ذمہ دار نہیں لیکن اگر کسی کی دیوار گرنے کے قریب ہو اور اتنی تہہ کر دینے کے باوجود اس دیوار کو درست نہیں کیا تو ایسی صورت میں اس کے گر جانے سے پیدا شدہ نقصان کا ذمہ دار ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۲)

عام قانون شرعی کے مطابق جانور کے ذریعہ پیدا شدہ نقصان ذمہ داری سے بری ہے لیکن راہ عام میں اگر چلتے جانور کی وجہ سے کوئی نقصان ہوا اور ایسا شخص موجود ہو جو اس جانور پر سوار ہو یا اس کو کھینچ رہا ہو یا بانک رہا ہو تو

۱۔ تنبیہ۔ مثلاً یوں کہ بھی تنہا دیوار گرنے والی ہے اس کو گرا دو۔ بطور مشورہ تنبیہ کافی نہیں مثلاً یوں کہے کہ گرا دینی چاہے نیز یہ تنبیہ و طلب ایسے شخص سے صادر ہونی چاہیے کہ اس شخص کا راستہ میں حق بھی ہو ورنہ نقصان کا ذمہ دار نہ ہوگا۔ (ہدایہ مع حواشیہ صفحہ ۶۰۳)

ایسی صورت میں مذکورہ اشخاص تاوان کے اذمہ دار ہیں۔ لیکن اگر وہ جانور بوجہ سرکشی کے سوار کے قابو میں نہ آ سکتا ہو تو ایسی صورت میں وہ ذمہ دار نہیں۔

(الحجۃ صفحہ ۱۵۷)

(دفعہ ۱۳)

جو آدمی راہ عام میں جانور کو ٹھہرا دے یا باندھ لے یا راہ عام میں اس کو آزاد چھوڑ دے تو ان صورتوں میں جانور سے پیدا شدہ نقصان اس جانور کے مالک کو ادا کرنا ہوگا۔

(حوالہ مذکورہ)

۱۔ ہر وہ چیز جس کا ضمان سوار پر ہے ہانکنے اور کھینچنے والے پر بھی اس کا ضمان آئے گا البتہ اگر سواری سے کوئی آدمی پکڑا گیا کہ وہ مر گیا تو سوار پر کفارہ بھی ہوگا اور دیت بھی لازم ہوگی اور اگر کوئی جانور کو کھینچ رہا تھا یا بانک رہا تھا سوار نہیں تھا تو آدمی پکڑا گیا تو دیت ہی لازم آئے گی۔ کفارہ نہیں جانور کے دولتی بار دینے کی صورت میں سب بری ہیں۔ (صفحہ ۶۰۸، ۶۰۹ جلد ۴ ہدایہ)

۲۔ چھوڑ دے۔ اور وہ جانور چھوڑنے ہی کچھ نقصان کر دے تو چھوڑنے والا ضامن ہے اگر دائیں بائیں مڑ گیا یا ٹھہر کر پھر چلا اور کچھ نقصان ہو گیا تو چھوڑنے والا ذمہ دار نہیں۔ (ہدایہ صفحہ ۶۱۱ جلد ۴)

باب سیزدہم حجر اور اکراہ کے احکام

(دفعہ ۱)

تعریفات:- حجر اس کو کہتے ہیں کہ کسی انسان کو قوی تصرفات سے روکا جائے اور اکراہ یہ ہے کہ کسی پر جبر کر کے اس سے کوئی کام کرایا جائے۔
(کنز الدقائق صفحہ ۷۰، ۷۱، صفحہ ۱۷۱)
صغیر غیر ممیز وہ ہے جو خرید اور فروخت کی حقیقت نہ جانتا ہو اور نہ کھلے اور معمولی دھوکہ میں فرق کر سکتا ہو اور جو صغیر ایسا نہ ہو وہ ممیز ہے۔
مجنون مطبق وہ ہے جو تمام اوقات میں مجنون اور زائل العقل ہو مجنون غیر مطبق وہ ہے جس کو بعض اوقات عقل اور فہم ہو اور بعض اوقات نہ ہو۔ معتوہ وہ فاجر العقل ہے۔ جس کے کلام میں بے ربطی ہو اور تدبیر میں نامعقولیت ہو۔ سفیہ وہ شخص ہے جو بے موقعہ مال خرچ کرتا ہے اور ضروری مواقع میں اسراف کرتا ہے۔
(الحجۃ صفحہ ۱۵۹، ۱۶۰)

(دفعہ ۲)

صغیر غیر ممیز مجنون اور معتوہ کے قوی تصرفات کا عدم ہیں لیکن اگر ان کے کسی فعل سے کسی کا مالی نقصان واقع ہوا تو ان کے مال سے وصول ہوگا۔
(الحجۃ صفحہ ۱۶۱)

(دفعہ ۳)

سفید اگرچہ متذکرہ صدر تین اشخاص کی طرح بنیادی طور پر تصرفات سے بند نہیں لیکن حاکم کو حق حاصل ہے کہ ان کو لین دین سے بند کر دے اسی طرح حاکم ان مقرض اشخاص کو بھی تصرفات سے بند کرا سکتا ہے۔ جن کے قرض خواہ ان کے متعلق ایسا مطالبہ کر دیں۔ (حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۴)

حاکم سفید یا مدیون کا حجر اعلان کے ذریعہ کر سکتا ہے خواہ یہ دونوں حاضر ہوں یا غیر حاضر لیکن غیر حاضری میں ان کو اطلاع پہنچانا ضروری ہے۔ اطلاع یابی سے قبل ان کے تصرفات قانوناً صحیح متصور ہوں گے اگرچہ وہ ہندش تصرفات کے بعد واقع ہوئے ہوں لیکن اطلاع یابی سے قبل ہوں۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۵)

فیش اور بدکرداری کی وجہ سے کسی شخص کو مجبور نہیں کیا جاسکتا جب تک مال ضائع کرنے اور اسراف کا مرتکب نہ ہوا ہو۔

۱۔ یہ صاحبین کے مذہب کی بنا پر درست ہے۔ (کمالا علی)

(دفعہ ۶)

صغیر ممیز کے وہ قوی تصرفات درست ہیں جو خالص فائدہ مند ہوں جیسا ہدیہ اور ہبہ قبول کرنا اگرچہ ولی کی اجازت سے ہوں اور وہ تصرفات جو نفع اور نقصان دونوں کا احتمال رکھتے ہوں جیسے بیع اور اجارہ ان میں اگر ولی کی طرف سے اجازت ہو تو درست ہے ورنہ نہیں۔

(المجلد صفحہ ۱۶۲)

(دفعہ ۷)

معتوہ کا حکم صغیر ممیز کا ہے اور مجنون مطبق کا حکم صغیر غیر ممیز کا ہے مجنون غیر مطبق حالت ہوشیاری میں اس کا حکم عاقل کا ہے۔

(المجلد صفحہ ۱۶۳)

۱۔ مجنون مطبق۔ فقہاء نے مجنون کی کئی قسمیں قرار دی ہیں ایک مجنون مطبق دوسرا مجنون غیر مطبق ان دونوں کی تعریف کتاب میں موجود ہے۔ تیسرا مجنون جس پر ہمیشہ جنون غالب رہتا ہے۔ چوتھا ایسا مجنون جس پر بعض اوقات میں جنون کا غلبہ ہوتا ہے۔ یعنی جنون تو ہمیشہ رہتا ہے لیکن غلبہ بعض اوقات میں ہوتا ہے۔ پہلے اور تیسرے کا ایک ہی حکم ہے کہ ان کے تصرفات بالکل نافذ نہیں ہیں۔ دوسرے کا حکم حالت ہوشیاری میں عاقل کا سا ہے۔ چوتھے کا حکم صغیر ممیز کا ہے۔ معتوہ غالباً اس سے عام ہے۔ لیکن معتوہ کا حکم صغیر ممیز کا ہی ہے واللہ اعلم (ہدایہ: باب الحجر)

(دفعہ ۸)

صغیر جب بالغ ہو جائے لیکن دانا اور ہوشیار نہ ہو تو اس کا مال اس کے قبضہ میں اس وقت تک نہ دینا چاہیے جب تک اس کی ہوشیاری پوری ظاہر نہ ہو۔
(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۹)

لڑکی کے بلوغ کی ابتداء نو برس اور انتہاء پندرہ برس ہے۔ اور لڑکے کی ابتداء بلوغ بارہ برس اور انتہاء پندرہ برس ہے۔ دونوں مدت بلوغ میں فتویٰ اسی پر ہے۔ کہ پندرہ برس ہے۔ امام اعظمؒ کے قول کے مطابق لڑکے کا وقت بلوغ اٹھارہ اور لڑکی کا سترہ برس ہے۔
(کنز و مجلہ صفحہ ۱۶۴)

(دفعہ ۱۰)

سفیہ اگرچہ معاملات میں صغیر متمیز کی طرح ہے لیکن اس پر حق ولایت صرف حاکم کو ۲ ہے باپ دادا وغیرہ اقارب کو نہیں سفیہ کے تصرفات قولیہ بعد از

۱۔ یہ صاحبین کا مذہب ہے امام صاحب فرماتے ہیں کہ جب ایسا بالغ بچپس ۲۵ برس کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کا مال اس کے سپرد کر دینا چاہیے خواہ وہ کیسا ہی ہو۔ (صفحہ ۳۵۲ جلد ۳ ہدایہ)

۲۔ یہ ولایت صرف حاکم کو ہے یا حاکم کے مقرر کردہ کو ہے۔

بندش حاکم صحیح نہیں اور قبل از بندش صحیح ہے۔ سفیہ سے متعلق حقوق اس کے مال سے ادا ہوں گے۔
(المجلہ صفحہ ۱۶۵)

(دفعہ ۱۱)

ایسا مدیون جس کا قرضہ اس کے مال کا مساوی یا اس سے زیادہ ہو حاکم اس کے تصرفات کو بند کر سکتا ہے بشرطیکہ اس کے قرض خواہ ایسا مطالبہ کریں ازاں بعد اگر وہ خود قرضہ ادا کرنے سے انکاری ہو تو حاکم اس کے مال کو بجز ضروری لباس و خوراک کے انیلاں کر کے اس کا قرضہ ادا کر دے گا۔
(المجلہ صفحہ ۱۶۶)

(دفعہ ۱۲)

اکراہ اور جبر کے لیے از روئے شرع دو شرطوں کی ضرورت ہے۔

(۱) اول یہ کہ جبر کرنے والا اس کام پر قدرت رکھتا ہو جس کی ذمہ داری کے اثر سے وہ مجبور سے کام کراتا ہے۔

(۲) دوم یہ کہ مجبور کیا ہوا شخص بظن غالب یہ تصور کرتا ہو کہ اگر اس نے

۱۔ نیام۔ فائدہ۔ یہ صاحبین کا مذہب ہے۔ امام صاحب فرماتے ہیں کہ مدیون کو قید کر دیا جائے تاکہ وہ تنگ ہو کر خود بخود اپنا مال بیچے۔ حاکم کو یہ اختیار نہیں ہے۔ (ہدایہ صفحہ ۳۵۱ جلد ۳)

وہ کام نہ کیا جس کے کرنے کے لیے اس کو مجبور کیا جا رہا ہے تو جبر کرنے والا وہ عمل ضرور واقع کرے گا جس کی وہ دھمکی دے رہا ہے۔
(المجلد صفحہ ۱۶۷)

(دفعہ ۱۳)

متذکرہ صدر دو شرطوں کے بعد جو اکراہ یا جبر متحقق ہو جاتا ہے اس کی دو قسمیں ہیں:-

(۱) اکراہ ملجی۔ (۲) اکراہ غیر ملجی۔

۱۔ اکراہ ملجی:- وہ ہے جس میں جبر کرنے والے نے مجبور کر دہ شخص کو قتل کرنے کی دھمکی دی ہو یا کسی عضو کو کاٹنے کی۔

۲۔ اکراہ غیر ملجی:- وہ ہے جس میں ان دونوں چیزوں کی دھمکی نہ ہو بلکہ ضرب یا جھس یا اطلاق یا مال کی دھمکی ہو۔ (حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۱۴)

اکراہ ملجی میں مجبور کے کل تصرفات فعلیہ اس کے حق میں کالعدم تصور کئے جاتے ہیں۔

۱۔ الا یہ کہ اگر کسی کو زنا پر مجبور کیا گیا تو حد تو نہیں آئے گی لیکن عقوبت دینا ہوگا۔

اور اکراہ غیر ملجی میں نہیں بلکہ مجبور ان کا خود ذمہ دار ٹھہرے گا۔ مثلاً زید نے عمرو کو مجبور کیا جبر قوی یعنی اکراہ ملجی کے ساتھ کہ تو فلاں آدمی کا مال تلف کر دے ورنہ میں تم کو قتل کر دوں گا۔ یا کوئی عضو کاٹ دوں گا اور اس نے ایسا کیا تو اس کا یہ فعل اس کے حق میں بوجہ اکراہ کے کالعدم ہے اور تاوان کی ذمہ داری جبر کرنے والے پر ہے لیکن صورت مذکورہ میں اگر ضرب یا جھس کے ساتھ دھمکی دی گئی جو جبر ضعیف یعنی اکراہ غیر ملجی ہے اور مجبور کر دہ شخص نے وہ کام کر دیا تو تاوان تلف کر دہ مال کا خود ذمہ فاعل ہوگا۔

(المجلد صفحہ ۱۶۸)

باب چہارم حقوق کے بیان میں

(دفعہ ۱)

بوقت ضرورت راہ عام میں شامل کرنے کے لیے حکومت قیمت دیکر جبری طور پر ایسی زمین خریدنے کی مجاز ہے جو راہ عام سے ملحق ہو۔ اسی طرح بااجازت حکومت راہ عام کا ایسا حصہ جو ضرورت سے زائد ہو ایک شخص اس کو خرید کر کے اپنے مکان میں شامل کر سکتا ہے۔ بشرطیکہ راہ پر گزرنے والوں کو اس سے ضرر نہ ہو۔ (المجلد صفحہ ۲۰۵)

(دفعہ ۲)

راہ عام میں ہر ایک شخص کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنے مکان کا دروازہ اس کی طرف کھول دے لیکن راہ خاص میں دوسرے شرکاء کی اجازت کے بغیر ایسا نہیں کر سکتا اور نہ ہی کوئی شخص کسی نو تعمیر شدہ مکان کا پرٹالہ بلا اجازت شرکاء راہ خاص کی طرف لگا سکتا ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۳)

راہ خاص میں اگر کسی مکان کا پرٹالہ پہلے سے موجود ہو یا اس کی طرف پہلے سے دروازہ کھلا ہوا موجود ہو اس کو بند نہیں کیا جاسکتا اور اگر راہ عام یا خاص میں اپنے مکان کی لپائی کے لیے گارایا مرمت کے لیے سامان کوئی شخص رکھ دے تو اس کو یہ حق حاصل ہے۔ بشرطیکہ راہ پر گزرنے والوں کو اس سے تکلیف نہ ہو۔

(دفعہ ۴)

کسی دوسرے کے مکان میں اگر کوئی شخص حق مرور یا حق اجراء آب قدیم سے رکھتا ہو تو اس کو بدستور قائم رکھا جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک صاحب مکان قدیم سے دوسرے شخص کے مکان کے مٹن سے گذرتا ہو تو اس کو بند نہیں کیا جاسکتا۔

(دفعہ ۵)

مندرجہ ذیل اشیاء تمام لوگوں کے لیے یکساں مباح ہیں۔ اور کسی خاص شخص کی ملکیت نہیں۔ پانی خواہ دریائے کا ہو یا زیر زمین۔ آگ۔ ۲۔ خود رو گھاس۔ خود رو درخت۔ سمندر اور بڑے بڑے جھیل۔ شکار۔ خشکی کا ہو یا دریائے کا۔ ان اشیاء میں سب انسان برابر حق رکھتے ہیں لیکن ان میں سے اگر کسی مباح چیز کو کسی نے اپنے قبضہ میں لایا مثلاً گھاس یا لکڑی کو جمع کیا یا پانی کو برتن میں ڈالا یا شکار کو پکڑ لیا۔ تو ایسی صورتوں میں دوسروں کا حق ختم ہو جاتا ہے اور دوسروں کو اس میں دست اندازی کا حق حاصل نہیں ہے۔

(المجلد صفحہ ۲۰۸ تا صفحہ ۲۱۱)

۱۔ یعنی آگ کے شعلہ سے آگ حاصل کرنے اور سینکے کا ہر شخص مجاز ہے لیکن دھکا کوئلہ مملوک ہے۔

۲۔ خود رو۔ پروردہ اگرچہ خود رو ہے مملوک ہے۔ (مخبر صفحہ ۲۳۲ جلد ۴)

احیاء موات

(دفعہ ۱)

موات یعنی غیر آباد زمین اصطلاحاً ایسی زمین کا نام ہے جو کسی شخص کی ملکیت نہ ہو۔ اور نہ ہی کسی گاؤں یا قصبہ کی چراگاہ ہو اور گاؤں یا قصبہ سے اس قدر دور ہے کہ بلند ترین آواز آدمی کی وہاں نہ پہنچ سکے ایسی زمین کو باجائز حکومت جو شخص آباد کر دے وہی اس کا مالک قرار پائے گا۔

(المجلد صفحہ ۲۱۲)

(دفعہ ۲)

لیکن آباد کرنے کے بعد اگر کاشت کرنے والے نے اس زمین کو تین سال معطل چھوڑا تو زمین اس سے حکومت لیکر دوسرے شخص کو حوالہ کر دے گی اسی طرح اگر کسی نے ایسی زمین میں کنواں کھودا تو وہ بھی اسی کا مالک ہو جائے گا۔

(حوالہ مذکورہ، بحر صفحہ ۱۳۰ جلد ۸)

۱۔ نہ ہو۔ یہ موات کامل ہے نیز ایسی مملوکہ زمین دارالسلام میں جس کا مالک معلوم نہیں وہ بھی موات کے حکم میں ہے۔ (بحر صفحہ ۲۳۹ جلد ۸ ملخصاً)

(دفعہ ۳)

متذکرہ صدر زمین ہر شخص اپنے کنواں کے گرد اگر ہر طرف سے چالیس ذراع چشمہ یا کا زیر کے گرد اگر ہر طرف سے بطور حریم پانچ سو ذراع زمین کا مالک ہے ان حدود کے اندر دوسرے آدمی کو کنواں کھودنا یا اور کسی قسم کے تصرف کرنے کا حق حاصل نہیں۔ اسی طرح جس نے درختوں کا باغ باجائز حکومت زمین موات میں لگایا ہو تو ہر طرف سے ۱۰ بھصد ذراع زمین اس باغ کی حریم یعنی حد محفوظ قرار پائے گی جس میں دوسرے کو تصرف کا حق نہیں۔

(المجلد صفحہ ۲۱۳ و صفحہ ۲۱۴)

۱۔ ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسی زمین باغ لگوانے کی صورت میں باغ کے ارد گرد پانچ پانچ شرعی گز تک کوئی دوسرا شخص درخت وغیرہ لگانے کا مجاز نہیں ہے لہذا بیع صد درست معلوم نہیں ہوتا۔ (ہدایہ صفحہ ۳۸۰ جلد ۲)

باب پانزدہم

مزارعت اور مساقات کے احکام میں

(دفعہ ۱)

تعریف :- مزارعت ایک ایسی شرکت کا نام ہے جس میں ایک فریق کی جانب سے زمین اور دوسرے فریق کی جانب محنت ہو اور پیداوار دونوں پر تقسیم ہو۔ مساقاۃ اسی شرکت کا نام ہے جس میں ایک جانب سے درخت اور دوسری جانب سے پرورش ہو اور پیداوار دونوں پر تقسیم ہو۔

(المجلد صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱)

(دفعہ ۲)

مزارعت کے دو رکن ہیں ایجاب اور قبول مالک زمین جب یہ کہہ دے کہ میں نے تجھ کو فلاں زمین اس قدر حصہ پر دی ہے اور کاشتکار نے کہا میں راضی ہوں تو ایجاب اور قبول پائے گئے لیکن مزارعت کی شرعی صحت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا وجود ضروری ہے :-

- ۱۔ عاقدین مزارعت عاقل ہوں اگرچہ بالغ نہ ہوں اسی بنا پر مجنوں صغیر غیر عاقل کا عقد مزارعت صحیح نہیں اور صغیر مازون کا عقد اگر سمجھ دار ہو تو صحیح ہے۔

۲۔ مزارعت میں یہ ضروری ہے کہ کاشت جس چیز کی ہو اس کی تعیین کی جائے یا عام اجازت دی جائے کہ جو چاہو کاشت کرو۔

۳۔ عقد مزارعت کے وقت یہ معین کیا جائے کہ کاشتکار کو پیداوار کا اتنا حصہ مثلاً نصف یا ثلث ملے گا لیکن اگر کاشتکار کا حصہ معین مقدار کی شکل میں ملے کر دیا گیا کہ اتنا من غلہ یا پیداوار اس کو دیا جائے گا تو مزارعت صحیح نہیں۔ (صفحہ ۲۴۰)

۴۔ میراث متعین ہو کہ دو سال یا تین سال مثلاً۔

۵۔ فریقین میں جس کے ذمہ بیج ہو اس کو متعین کیا جائے۔

۶۔ زمین قابل کاشت ہو اور حوالہ کی جائے۔

(ذیلی شرح کنز صفحہ ۲۷۹ جلد ۵)

یہ سب شرائط صاحبین یعنی امام ابو یوسف اور امام محمد کے قول پر ہیں جو مزارعت کے جواز کے قائل ہیں۔ امام ابو حنیفہ مزارعت کو ناجائز قرار دیتے ہیں لیکن فتویٰ صاحبین کے قول پر ہے۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۳)

اگر متذکرہ صدر شروط میں سے کوئی شرط موجود نہ ہو تو مزارعت فاسد ہوگی جس کا حکم یہ ہے کہ جس نے بیج ڈالا سب پیداوار اس کی ہے اور دوسرے فریق کو اگر مالک زمین ہو تو زمین کا اجر مثل اور اگر کاشتکار ہو تو محنت کا اجر مثل ملے گا۔ (المجلد صفحہ ۲۴۰)

(دفعہ ۴)

تقسیم پیداوار کے متعلق جیسا معاہدہ طے ہو چکا اسی کے مطابق پیداوار تقسیم ہوگی اور اگر مالک زمین فوت ہو جائے تو کاشتکار کو بیدخل نہیں کیا جائے گا تا وقتیکہ فصل کٹ نہ جائے۔ اسی طرح کاشتکار کی موت پر اس کے ورثاء تا وقتیکہ فصل کی دیکھ بھال کرتے ہوں بیدخل نہیں کئے جائیں گے الا اس صورت میں کہ فصل برداشت ہو۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۵)

فصل جب کمال کو پہنچ جائے تو اس کے بعد جو اخراجات ہوں مثلاً فصل کی کٹائی اور یا نقل و حمل کی اجرت یا گندم کو مثلاً روندنا صاف کرنا یا گنا سے گز بنانا یا کپاس کی چٹائی یہ سب اخراجات کاشتکار اور مالک زمین دونوں کے ذمہ ہونگے۔ (ذیلی شرح کنز صفحہ ۳۸۲ جلد ۵ معرۃ زیادۃ توضیح)

اگر زمین کئی سال کے لیے بنائی پر دی گئی تھی تو مذکورہ بھیتی کی برداشت کے بعد بنائی کا معاملہ باطل ہے۔ اصل یہ ہے کہ اگر مالک فصل بونے سے پہلے مرجائے تو بنائی ختم کجی جائے گی اگرچہ مزارع کچھ محنت بھی کر چکا ہو۔ اور اگر بونے کے بعد اگلنے سے پہلے مالک مر گیا تو اس میں اختلاف ہے۔ اور اگر فصل اگلنے کے بعد پکنے سے پہلے مالک کی موت واقع ہوئی تو اس کا حکم کتاب میں مذکور ہے۔ (ہدایہ کتاب المزارعت)

نائدہ: بیج مزارعت کے لیے قضاء قاضی یا رضاء فریق ثانی شرط ہے یا نہیں؟ بعض کے نزدیک شرط نہیں۔ (بحر صفحہ ۱۸۵ جلد ۸) فصل مذکور کی تقسیم حسب معاہدہ سابقہ ہوگی۔ (ہدایہ)

(دفعہ ۶)

مساقات :- مساقات کے لیے ایجاب اور قبول کے علاوہ مندرجہ ذیل شرائط کا تحقق ضروری ہے۔

۱۔ طرفین معاملہ عاقل ہوں۔

۲۔ مالک درختان باغ اور عامل میں سے ہر ایک کا حصہ پیداوار باغ

کا ایک ایسا جز ہو جو معلوم المقدار نہ ہو بلکہ پیداوار کی کمی و بیشی

سے اس میں بھی کمی بیشی ممکن ہو جیسا نصف یا تہائی مثلاً

۳۔ باغ عامل کو حوالہ کر دینا۔

۴۔ پیداوار باغ کو حسب معاہدہ آپس میں تقسیم کر دینا۔

(المجلد صفحہ ۳۴۱)

(دفعہ ۷)

مساقات اگر مندرجہ بالا شرائط میں سے کسی شرط کے فقدان کی وجہ سے فاسد

ہوئی تو پیداوار کل صاحب باغ کے لیے ہے اور عامل اور کارکن کو اپنے عمل

کے مطابق اجرت ملے گی۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۸)

اگر مالک باغ فوت ہو گیا اور میوہ کپا تھا تو میوہ پک جانے تک ورثاء مالک

باغ عامل کو کام سے نہیں روک سکتے۔ اسی طرح اگر عامل مر جائے اور اس

کے ورثاء باغ کی کارگزاری کرتے ہوں تو مالک باغ میوہ باغ کے پک

جانے تک ان کو بیدخل نہیں کر سکتے۔

(حوالہ مذکورہ)

باب شانزدہم آپاشی اور سیرابی کے احکام میں

(دفعہ ۱)

پانی کی چار قسمیں ہیں۔

- ۱۔ سمندر کا پانی
- ۲۔ دریا کا پانی مثلاً دریائے سندھ
- ۳۔ ایسی نہر کا پانی جو خاص قوم یا شہر کی ملکیت ہو۔
- ۴۔ وہ پانی جو کسی مملکت وغیرہ میں کسی نے محفوظ کیا ہو۔

۱۔ پہلی قسم یعنی سمندر سے آفتاب و مہتاب اور ہوا اور روشنی کی طرح نفع حاصل کرنا تمام اولاد آدم کا حق ہے اور کوئی کسی کو منفعت اٹھانے سے جس طرح بھی ہو روکنے کا حق نہیں رکھتا۔

۲۔ دوسری قسم یعنی دریاؤں کا پانی اس میں سے ہر آدمی کو جانور یا زمین کو سیراب کرنے کا حق حاصل ہے۔ اور اس سے نہر نکالنے، پن بجلی لگانے کا بھی مجاز ہے بشرطیکہ عوام کو ضرر نہ ہو۔

۳۔ قسم سوم یعنی مخصوص لوگوں کی نہر کا پانی اس میں سے جانوروں کو سیراب کرنے کا حق سب کو حاصل ہے اور زمین سیراب کرنے کا حق تمام شرکاء کی اجازت کے بغیر کسی کو حاصل نہیں۔

(ہندیہ صفحہ ۱۳۰ جلد ۴)

۴۔ چوتھی قسم یعنی منکے میں رکھا ہوا پانی اس کا استعمال بلا اجازت مالک کسی کے لیے جائز نہیں۔

(دفعہ ۲)

پہاڑوں سے جو پانی بہہ کر نہر کی صورت میں جا رہا ہو تو اوپر والے لوگ اس کو بند کر کے اپنی زمین سیراب کر سکتے ہیں لیکن بلا ضرورت پانی کو روک کر نیچے والوں کو نقصان پہنچانے کے مجاز نہیں۔ (ہندیہ صفحہ ۱۳۲)

(دفعہ ۳)

مشترک پانی میں امام اعظمؒ کے مذہب کے مطابق وہ لوگ اپنی زمینوں کو پہلے سیراب کرنے کا حق رکھتے ہیں۔ جن کی زمین نیچے واقع ہو اور وہ لوگ بعد میں سیراب کریں گے جن کی زمین اوپر ہے۔ (عنائیہ)

(دفعہ ۴)

پانی کی نوبت یا حصہ فروخت کرنا بضمن فروخت زمین بالا اتفاق جائز ہے اور صرف پانی کا حصہ بغیر زمین کے تعامل کی وجہ سے مشارکین کے مختار کے

مطابق جائز ہے اور اگر کسی نے دوسرے آدمی کا پانی بلا اجازت اپنی زمین کی سیرابی میں خرچ کیا تو تاوان دے گا۔

(زیلعی صفحہ ۵۲ جلد ۴)

(دفعہ ۵)

نہر مشترک میں کسی شریک کو دوسرے شرکاء کی اجازت کے بغیر یہ حق حاصل نہیں کہ اس سے اپنی زمین کی طرف نالی نکال دے یا قديم طریقہ نوبت کو تبدیل کر دے یا اپنی اس زمین کو پانی لے جائے جس کا حق سیرابی اس نہر میں نہ ہو اور اگر شرکاء نے اپنی رضامندی سے اجازت دیدی تو بھی خود وہ شرکاء یا ان کے ورثاء جب چاہیں اجازت واپس لے کر ان تصرفات کو بند کر سکتے ہیں۔

(المجلد صفحہ ۴۱۲، کنز و بحر صفحہ ۲۴۵ جلد ۸)

۱۔ دیگا۔ صرف پانی کی باری اگر پیچھے یا اس کو کوئی غصب کرے تو اس میں دو قول ہیں۔ فتویٰ عدم ضمان و عدم جواز پر ہے۔ ہاں مشارکین نے ضمان اور جواز کے قول کو اختیار فرمایا ہے۔

(بحر صفحہ ۲۴۶ جلد ۸)

(دفعہ ۶)

سرکاری نہروں کی مرمت اور اصلاح سرکاری خزانہ سے کرائی جائے گی۔
 اگر سرکاری خزانہ میں اتنی رقم نہ ہو تو لوگوں کو مجبور کر کے نہر کو درست کرایا
 جائے گا۔ لیکن مشترک نہر کی مرمت کے اخراجات تمام شرکاء کے ذمہ ہیں
 اگر کوئی انکار کر دے تو اس کو مجبور کیا جائے گا۔ نہر کی طرح سڑکوں کا بھی حکم
 ہے۔ سرکاری سڑک سرکاری خزانہ سے درست کی جائے گی اگر اس میں
 گنجائش نہ ہو تو لوگوں سے جبراً مرمت کرائی جائے گی اور خاص راستہ جو چند
 افراد میں مشترک ہو ان افراد سے جبراً درست کرایا جائے گا۔

(المجلد صفحہ ۲۲۰، ۲۲۱، ہندیہ صفحہ ۱۲۹ جلد ۴)

(دفعہ ۷)

لیکن تمام سرکاری بیگاروں سے عورتیں اور نابالغ بچے بشرطیکہ وہ بیگار حفاظت
 جان سے متعلق ہو مستثنیٰ ہوں گے لیکن اگر وہ بیگار حفاظت املاک سے متعلق
 ہو تو بمقتدار ملک تمام افراد بلا استثناء اس میں شریک ہوں گے۔

(المجلد صفحہ ۱۹۳، ۱۹۴)

(دفعہ ۸)

حق مرور اور حق مسیل یعنی پانی لے جانے کا حق اور حق شرب یعنی سیرابی
 زمین کا حق فروخت کرنا زمین اور کاریز کے ضمن میں درست ہے۔

(المجلد صفحہ ۳۰)

(دفعہ ۹)

تقسیم آب مطابق عرف نہر میں بند لگا کر یا ایام اور گھنٹوں کے ذریعہ درست
 ہے۔ بشرطیکہ شرکاء میں سے کسی کو ضرر نہ ہو یا باہم رضامندی سے ایسا کرنا
 طے ہو چکا ہو۔

(رد المحتار صفحہ ۲۹۵ جلد ۵)

باب ہفدہم احکام مضاربہ کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تعریف :- مضاربہ ایک ایسی شرکت کا نام ہے جس میں ایک شخص کی جانب سے سرمایہ ہو اور دوسرے شخص کی جانب سے کارگزاری ہو۔
مضاربہ کی دو قسمیں ہیں۔

۱۔ مطلق مضاربہ ۲۔ مقید مضاربہ

۱۔ مضاربہ مطلق وہ ہے جس میں کسی شخص یا مکان یا زمان یا کسی خاص قسم تجارت کی تخصیص نہ ہو۔

۲۔ مضاربہ مقید وہ ہے کہ جس میں معاملہ کو یا ایک خاص شخص کے ساتھ یا ایک خاص شہر یا جگہ یا خاص موسم یا خاص اشیاء کے ساتھ مقید کر دیا گیا ہو۔ (المجلد صفحہ ۲۳۵، ۲۳۶)

(دفعہ ۲)

مضاربہ کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا تحقق ضروری ہے۔

۱۔ ہر دو فریق عاقل ہوں اگرچہ نابالغ نہ ہوں۔

۲۔ سرمایہ از قسم زمین یا پارچہ جات یا قرض نہ ہو بلکہ نقود ہوں۔ البتہ

اگر صاحب مال نے کہا کہ زمین یا پارچہ جات کو بیچ ڈالو اس کے

ثمن سے مضارت کرو یا کہد یا کہ میرا قرض وصول کر کے اس سے تجارت کرو اور مضارب نے قبول کیا۔ تو مضارب بت صحیح ہے۔
(صفحہ ۴۳۷ جلد ۳ عالمگیری)

۳۔ اس المال مضارب کو سپرد کر دیا گیا ہو۔

۴۔ فریقین مضاربہ میں سے ہر ایک کا حصہ معین اور شائع ہو مثلاً نصف ثلث وغیرہ اور جس میں صرف شرکت نفع ذکر ہو تو تنصیف مراد لی جائے گی۔

(دفعہ ۳)

اگر مندرجہ بالا شرائط میں سے کوئی شرط موجود نہ ہوئی تو مضارب بہتہ فاسد ہوگئی جس میں نفع تمام مالک کا ہوگا اور کارکن کے لیے اجر مثل ہے۔
(حوالہ مذکورہ صفحہ ۲۳۹)

(دفعہ ۴)

مضارب مال میں امین اور نفع میں شریک اور تصرفات میں وکیل اور فساد مضارب بہتہ کی صورت میں اجیر یعنی مزدور اور مالک مال کے کہنے کی مخالفت کرنے کی صورت میں غاصب ہے۔

۱۔ غاصب ہے۔ تو ایسے مخالفت کے مواقع پر نفع و نقصان کا وہی ذمہ دار ہوگا مالک ذمہ دار نہیں ہوگا۔ (ہند یہ صفحہ ۴۳۲ جلد ۳)

(دفعہ ۵)

مضارب بہتہ مطلقہ میں مضارب حسب ذیل تصرفات کر سکتا ہے:-

- ۱۔ مال نقد اور قرضہ پر فروخت کر سکتا ہے بشرطیکہ قرضہ بہت زیادہ لمبی مدت کے لیے نہ ہو جو کہ صرف تجارت میں معمول نہ ہو۔
- ۲۔ فروخت کردہ مال کے زر ثمن کا حوالہ قبول کر سکتا ہے۔
- ۳۔ دوسرے شخص کو خرید اور فروخت میں وکیل بھی بنا سکتا ہے۔
- ۴۔ مال مضارب بہتہ کو کسی کے ہاں امانت بھی رکھ سکتا ہے۔
- ۵۔ مال مضارب بہتہ کو بسلسلہ معاملہ مضارب بہتہ کسی کے پاس رہن رکھنا یا کسی سے بعوض دین رہن لینا اسی طرح اجارہ پر کسی چیز کو لینا اور دینا مضارب ان سب امور کا مجاز ہے۔

۶۔ مضارب سفر کرنے کا بھی مجاز ہے۔

- ۷۔ اگر کسی شہر میں یہ صرف رواج ہو کہ مضارب مال مضارب بہتہ کو اپنے مال کے ساتھ مخلوط کرتا ہے تو خلط کرنے کا بھی مجاز ہے۔ لیکن مضارب ہیہہ کرنے یا قرضہ حسنہ دینے یا اس المال سے زائد دین کے ارتکاب کے لیے مجاز نہیں تا وقتیکہ مالک مال کی طرف سے صریح اجازت نہ ہو۔ (المجلہ صفحہ ۲۳۷، عالمگیری صفحہ ۴۴۰ جلد ۳)

۱۔ مجاز غالباً اس صورت میں مضارب نقصان کا ذمہ دار ہوگا۔ (بکذا فی عالمگیری صفحہ ۴۳۸ جلد ۳)

۲۔ ہدایہ صفحہ ۲۵۱ جلد ۳۔ فصل فیما یلحق المضارب۔

(دفعہ ۶)

مضارب نے اگر اپنے مال کے ساتھ مال مضاربہ کو خطہ کر دیا تو نفع مال کی مقدار پر تقسیم ہوگا۔

(دفعہ ۷)

سز کی صورت میں مضارب مطابق رواج اخراجات سفر کا مستحق ہے لیکن غبن فاحش پر خریدی ہوئی چیز مال مضاربہ میں شمار نہ ہوگی بلکہ اس کی ذاتی چیز متصور ہوگی۔ (المجلہ صفحہ ۲۳۸، ۲۳۷)

(دفعہ ۸)

اگر مضارب نے امر مالک کی مخالفت کی تو اس صورت میں تمام نقصان اس کے ذمہ ہوگا۔ عام حالات میں جب کہ امر مالک کے خلاف مضارب نے کوئی عمل نہ کیا ہو تو دونوں نفع اور نقصان میں شریک ہیں۔

(دفعہ ۹)

مضارب یا مالک کی موت سے مضاربہ ختم ہو جاتی ہے اور اگر مالک نے مضارب کو معزول کیا اور اس کو اطلاع ہوئی تو بھی مضاربہ ختم ہو جاتی ہے۔ (المجلہ صفحہ ۲۳۹)

باب ہژدہم

احکام وصیت کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تعریف :- وصیت ایک شخص کے ایسے مالی تصرف کا نام ہے جو اس کے مرنے کے بعد شرعی یا انسانی متعلقہ حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں کیا گیا ہو یا کسی شخص کو وصیت کنندہ نے بطور احسان اپنی مملوک چیز کی ذات یا انتفاع کا مالک بنادیا ہو۔ (مخص بحر الرائق صفحہ ۴۱۳ جلد ۸)

(دفعہ ۲)

وصیت کی صحت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا تحقق ضروری ہے۔

- ۱۔ وصیت کنندہ بالغ ہونا بالغ کی وصیت درست نہیں۔
- ۲۔ آزاد اور عاقل ہو۔ غلام، مجنون یا فاقر العقل کی وصیت درست نہیں۔
- ۳۔ وصیت کنندہ پر اتنا قرض نہ ہو جو کل ترکہ کے برابر ہو ورنہ وصیت درست نہیں۔
- ۴۔ وصیت کنندہ اگر اپنے متروکہ اموال کے تیسرے حصہ سے زائد مقدار کی وصیت کرے تو یہ وصیت جب درست ہوگی کہ اس

(دفعہ ۶)

مضارب نے اگر اپنے مال کے ساتھ مال مضاربہ کو خطا کر دیا تو نفع مال کی مقدار پر تقسیم ہوگا۔

(دفعہ ۷)

سفر کی صورت میں مضارب مطابق رواج اخراجات سفر کا مستحق ہے لیکن غبن فاحش پر خریدی ہوئی چیز مال مضاربہ میں شمار نہ ہوگی بلکہ اس کی ذاتی چیز متصور ہوگی۔ (المجلد صفحہ ۲۳۷، ۲۳۸)

(دفعہ ۸)

اگر مضارب نے امر مالک کی مخالفت کی تو اس صورت میں تمام نقصان اس کے ذمہ ہوگا۔ عام حالات میں جب کہ امر مالک کے خلاف مضارب نے کوئی عمل نہ کیا ہو تو دونوں نفع اور نقصان میں شریک ہیں۔

(دفعہ ۹)

مضارب یا مالک کی موت سے مضاربہ ختم ہو جاتی ہے اور اگر مالک نے مضارب کو معزول کیا اور اس کو اطلاع ہوئی تو بھی مضاربہ ختم ہو جاتی ہے۔ (المجلد صفحہ ۲۳۹)

باب ہر دہم

احکام وصیت کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تعریف:- وصیت ایک شخص کے ایسے مالی تصرف کا نام ہے جو اس کے مرنے کے بعد شرعی یا انسانی متعلقہ حقوق کی ادائیگی کے سلسلے میں کیا گیا ہو یا کسی شخص کو وصیت کنندہ نے بطور احسان اپنی مملوک چیز کی ذات یا انتفاع کا مالک بنادیا ہو۔ (مخلص بحر الرائق صفحہ ۳۱۳ جلد ۸)

(دفعہ ۲)

وصیت کی صحت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا تحقق ضروری ہے۔

- ۱۔ وصیت کنندہ بالغ ہونا بالغ کی وصیت درست نہیں۔
- ۲۔ آزاد اور عاقل ہو۔ غلام، مجنون یا فاقر العقل کی وصیت درست نہیں۔
- ۳۔ وصیت کنندہ پر اتنا قرض نہ ہو جو کل ترکہ کے برابر ہو ورنہ وصیت درست نہیں۔
- ۴۔ وصیت کنندہ اگر اپنے متروکہ اموال کے تیسرے حصہ سے زائد مقدار کی وصیت کرے تو یہ وصیت جب درست ہوگی کہ اس

کے سب وارث بالغ ہوں اور سب اجازت دے دیں ورنہ صرف تہائی میں نافذ ہوگی۔

۵۔ اگر وصیت موسیٰ اپنے کسی وارث کے حق میں کر دے تو ایسی

وصیت کی صحت کے لیے بھی یہ شرط ہے کہ سب ورثاء بالغ ہوں

اور سب کے سب ایسی وصیت کی اجازت دیدیں ورنہ وصیت

مذکور درست نہیں۔

۶۔ اگر وصیت کنندہ کو کسی شخص نے زخمی کر دیا ہو خواہ قصد سے خواہ

غلطی سے اور اسی زخم سے وہ فوت ہو رہا ہو۔ تو اپنے قاتل کے حق

میں اس کی وصیت درست نہیں بجز ان صورتوں کے کہ وہ قاتل

موسیٰ یا مجنون ہو یا مقتول کا تہا و ہی وارث ہو یا سب ورثاء وصیت

کی اجازت دیتے ہوں۔

۷۔ جس شخص کے حق میں وصیت کی گئی ہو بوقت وصیت اس کا موجود

ہونا ضروری ہے خواہ زمین پر یا شکم مادر میں بناء علیہ اگر کسی نے

زید کے ایسے بیٹے کے لیے وصیت کی جو تازہ نو ز پیدا نہیں ہوا اور نہ

ہی شکم مادر میں موجود ہے تو ایسی وصیت درست نہیں۔

(دفعہ ۳)

جس شخص کے حق میں وصیت کی جائے وہ مرتد نہ ہو اور نہ کسی برسر جنگ غیر

اسلامی حکومت کی ارعیت ہو ورنہ وصیت درست نہیں۔

(فتاویٰ عالمگیری صفحہ ۲۴۳ جلد ۴، بحر جلد ۷ صفحہ ۴۰۳)

(دفعہ ۴)

وصیت جس شخص کے حق میں کی جائے یہ ضروری ہے کہ وہ بھی اس وصیت کو

قبول کر چکا ہو خواہ واضح طور پر کہ زبان سے اقرار کر لیا ہو یا غیر واضح طور پر

مثلاً یوں کہ وہ شخص جس کے حق میں وصیت کر دی گئی ہے۔ بلا انکار وصیت

فوت ہوا تو یہ بھی قبول متصور ہوگا۔ لیکن قبول یا عدم قبول وصیت موسیٰ کے

مرنے کے بعد ہی معتبر ہے نہ قبل ازیں بنا بریں اگر زید کے حق میں وصیت

کی گئی اور وصیت کنندہ کی زندگی میں زید نے وصیت رد کر دی تو وصیت کنندہ

کی وفات کے بعد وہ وصیت کو قبول کر کے اپنا حق وصیت حاصل کر سکتا

ہے۔

(فتاویٰ ہندیہ یعنی عالمگیری صفحہ ۲۴۲ جلد ۴)

۱۔ اگر حربی یا سپورٹ وغیرہ حاصل کر کے اسلامی سلطنت میں داخل ہوا تو اس کے حق میں وصیت

جائز ہے۔ (صفحہ ۲۴۳ جلد ۴ عالمگیری)

(دفعہ ۵)

مسلمان اگر غیر مسلم ذمی کے حق میں وصیت کر لے یا ذمی مسلمان کے حق میں تو یہ دونوں درست ہیں۔ (ہندیہ صفحہ ۲۳۳ جلد ۴)

(دفعہ ۶)

وصیت جس طرح ایک چیز کی تملیک کی صورت میں درست ہے بلا تملیک صرف کسی چیز سے فائدہ اٹھانے کے ساتھ بھی درست ہے۔
(ہندیہ صفحہ ۲۳۹ جلد ۴)

(دفعہ ۷)

ہر وصیت کنندہ اپنی زندگی میں وصیت سے رجوع کر کے وصیت کو ختم کر سکتا ہے۔ خواہ اقراری رجوع ہو کہ زبان سے صاف کہہ دے میں وصیت واپس لیتا ہوں یا عملی ہو کہ وہ ایسا فعل کرے جو رجوع وصیت پر دلالت کرتا ہو مثلاً وصیت شدہ چیز کو فروخت کر دے۔ ہبہ کر دے یا ایسا فعل کر دے جس سے اس چیز میں تغیر پیدا ہو مثلاً وصیت شدہ چیز سوٹا یا چاندی ہو اور اس سے زیور بنوایا یا کپڑا ہو اور اسے سلوایا یا وصیت شدہ چیز زمین ہو اور وصیت کنندہ نے اس میں مکان تعمیر کیا۔ علیٰ ہذا القیاس ایسی تمام صورتوں کو وصیت سے رجوع تصور کیا جائے گا۔ (فتاویٰ ہندیہ یعنی عالمگیریہ صفحہ ۲۲۲ جلد ۴)

تیسرا مقالہ

قوانین میراث کے بیان میں
فصل اول تقسیم ترکہ

(دفعہ ۱)

تعریفات:-

- ۱- ترکہ: میت کا وہ مال جس کو وہ وارثوں کے لیے چھوڑ گیا ہے ترکہ کہلاتا ہے۔
 - ۲- ذوی الفروض وہ لوگ ہیں جن کے لیے شریعت میں خاص حصے مقرر کئے گئے ہیں۔
 - ۳- عصبہ ایسے رشتہ داروں کا نام ہے جو ذوی الفروض کی موجودگی میں ان کے مقررہ حصص کی ادائیگی کے بعد باقی ماندہ ترکہ کے مستحق ہوتے ہیں اور ذوی الفروض کی عدم موجودگی میں کل ترکہ کے عصبہ کی تین قسمیں ہیں۔
- عصبہ بنفسہ وہ مذکر ہے۔ جس کا عصبہ ہونا کسی اور وارث کی وجہ سے نہ ہو اور اس کے اور میت کے درمیان کسی موث کا واسطہ نہ ہو وہ عصبہ بنفسہ کہلاتا ہے مثلاً میت کا باپ یا بیٹا عصبہ بغیرہ وہ موث ہے جو اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ ہو جائے۔

مثلاً میت کی سگی یا سوتیلی بہن یا میت کی بیٹی اور پوتی جو اپنے اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔

۶۔ عصبہ مع غیرہ میت کی وہ سگی یا سوتیلی بہن ہے۔ جو میت کی بیٹیوں یا پوتیوں کے ساتھ جمع ہو کر صرف خود عصبہ بن جاتی ہیں۔ اصلی عصبہ بنفسہ ہے باقی دو قسمیں ذوالفروض ہیں۔ جن کا عصبہ بن جانا مخصوص حالات کے ماتحت ہوا ہے۔

ذوی الارحام میت کے وہ رشتہ دار ہیں جو نہ ذوی الفروض ہوں اور نہ عصبہ ذوالارحام کہلاتے ہیں۔ مثلاً بیٹیوں یا پوتیوں یا بہنوں کی اولاد۔ (سراجی صفحہ ۱۴، ۱۵، ۱۶)

(دفعہ ۲)

چونکہ غلامی کا سلسلہ کہیں موجود نہیں اس لیے اس کو نظر انداز کر کے احکام لکھے جائیں گے۔ اکثر حالات میں میت کا ترکہ بالترتیب ذیلی مصارف و مستحقین میں تقسیم کیا جائے گا۔

۱۔ میت کا ترکہ سب سے پہلے اس کی تکفین و تجہیز میں صرف کیا جائے گا۔

۱۔ عصبہ مع غیرہ۔ ہر ایسی عورت کو کہتے ہیں جو دوسری کسی عورت کے ساتھ عصبہ بن جائے۔

۲۔ اگر کچھ مال باقی رہا تو پھر ادا قرضہ انسانی میں صرف ہوگا۔ البتہ الہی قرضے مثلاً زکوٰۃ و کفارات و موت کے بعد دنیا میں واجب الطلب نہیں رہتے۔

۳۔ ادا قرضہ کے بعد اگر مال باقی رہا تو ایک تہائی کی حد تک میت کی وصیت میں صرف کیا جائے گا۔

۴۔ وصیت کے بعد ورثاء پر ترکہ تقسیم ہوگا سب سے پہلے اصحاب فروض کو ان کے مقررہ حصص دیئے جائیں گے۔

۵۔ اگر اصحاب فروض کے حصص سے کچھ مال بچ گیا تو عصبہ میں تقسیم ہوگا۔

۶۔ عصبہ نہ ہونے کی حالت میں باقی ماندہ مال واپس اصحاب فروض پر ان کے حصص کے تناسب سے تقسیم ہوگا۔

۷۔ اصحاب فروض و عصبات نہ ہونے کی صورت میں امام ابو حنیفہؒ کی رائے کے مطابق باقی مال ذوی الارحام میں تقسیم ہوگا۔ اور امام مالکؒ و امام شافعیؒ وغیرہ کے نزدیک بیت المال میں رکھا جائیگا۔ (سراجی ج ۲ صفحہ ۳۲، ۳۳)

۱۔ اگر ذوی الارحام بھی نہ ہوں تو جس شخص کے متعلق مورث ایسا اقرار کر چکا ہو کہ جس اقرار کی وجہ سے اس شخص کا مورث کے باپ دادا وغیرہ کی اولاد سے ہونا ثابت ہو جیسے کسی اجنبی شخص کو کہے کہ یہ میرا بیٹا ہے۔ یا چچا ہے تو ایسا شخص مال لے گا۔ اس کے بعد جس کے حق میں مورث نے تمام مال کی وصیت کر دی ہو پھر بیت المال کا درجہ ہے۔

فصل دوم

موانع توریث اور

اصحاب فروض کے بیان میں

(دفعہ ۱)

غلامی کے سلسلے کی نظر اندازی کے بعد مندرجہ ذیل اسباب سے استحقاق وراثت ختم ہو جاتا ہے۔

۱۔ قتل ۲۔ اختلاف دین ۳۔ اختلاف مملکت

۱۔ قتل: اگر کسی وارث نے مورث کو قتل کیا خواہ قصداً یا غلطی اور خطا سے خواہ خطرناک آلہ سے یا معمولی آلہ قتل سے ان سب صورتوں میں وہ اس مقتول شخص کا وارث نہیں ہو سکتا۔

۲۔ اختلاف دین: چونکہ حق یعنی اسلام کے بالمقابل کفر کی تمام قسمیں باطل ہونے کے اعتبار سے ایک چیز ہے اس لیے غیر مسلموں میں باہمی مذہب اختلاف حق وراثت کا مانع نہیں۔
البتہ مسلم و غیر مسلم کا اختلاف چونکہ ایک قومی اور شدید اختلاف

۱۔ اگر مورث نے اپنے وارث پر حملہ کیا وارث نے مدافعت کی اور مورث مدافعت مذکور کی وجہ سے مارا گیا تو وارث مذکور کو حق پہنچے گا۔ اسی طرح اگر بچے یا پاگل نے اپنے مورث کو مار دیا تو بھی مقتول کے وارث ہونگے۔ (محرر صفحہ ۵۵ جلد ۸)

ہے۔ اس لیے مانع حق وراثت ہے۔

۳۔ اختلاف مملکت: مورث اور وارث اگر دونوں مسلمان ہوں
اگرچہ دو مختلف سلطنتوں کے باشندے اور رعایا ہوں ان کے لیے
اختلاف مملکت مانع حق وراثت نہیں لیکن غیر مسلم مورث اور
وارث اگر دو مختلف سلطنتوں کے باشندے اور رعایا ہوں تو ایک
دوسرے کے وارث نہیں ہو سکتے۔ (بحر صفحہ ۵۵ جلد ۸)

(دفعہ ۲)

اصحاب فروض کی کل تعداد بارہ ہے جس میں چار مرد ہیں۔

۱۔ باپ۔ ۲۔ دادا۔ ۳۔ شوہر۔ ۴۔ اخیانی یعنی مادری بھائی۔
اور آٹھ عورتیں ہیں۔

۱۔ بیٹی۔ ۲۔ پوتی۔ ۳۔ سگی بہن۔ ۴۔ علاقائی یعنی پردی بہن۔

۵۔ اخیانی یعنی مادری بہن۔ ۶۔ بیوی۔ ۷۔ ماں۔

۸۔ جدہ صحیحہ یعنی ایسی دادی یا نانی کہ میت کی طرف اس کو منسوب کرنے

میں ایسا مرد واقع نہ ہو جس کے اور میت کے درمیان کوئی عورت آگئی ہو

کیونکہ ایسی صورت میں وہ جدہ فاسدہ ہے جو ذوی الارحام سے ہے۔

جدہ صحیحہ کی مثال جیسے میت کے باپ یا دادا کی ماں یا ماں اور نانی کی ماں۔

۱۔ ایسے مرد کو جد فاسدہ کہتے ہیں۔

جدہ فاسدہ کی مثال جیسے میت کے نانا کی ماں چونکہ اصحاب فروض میں سے
ہر ایک جب دوسرے ورثاء کے ساتھ جمع ہو جاتا ہے تو حکم بدل جاتا ہے اس
لیے حالات مختلف لکھے جاتے ہیں۔ (سراجی صفحہ ۶ تا ۷ مع حواشیہ)

(دفعہ ۳)

باپ کے احکام چونکہ میت کی اولاد کے اعتبار سے تبدیل ہوتے ہیں۔ اور
میت کی اولاد نسبت تین صورتیں ہیں میت کی یا مذکر اولاد بالذات مثلاً بیٹا یا
بواسطہ فرزند پوتا ہوگی یا مونث اولاد بالذات جیسے بیٹی یا بواسطہ فرزند جیسے
پوتی پڑپوتی ہوگی۔ یا دونوں قسموں کی اولاد نہ ہوگی۔ نہ مذکر نہ مونث پہلی
صورت میں جب میت کا بیٹا یا پوتا یا پڑپوتا موجود ہو تو میت کے باپ کو اس
کے ترکہ میں سے چھٹا حصہ ۱/۶ ملے گا مثلاً زید مرگیا اور اس کا باپ اور ایک
بیٹا رہ گیا تو کل جائیداد کا چھٹا حصہ ۱/۶ اس کا باپ لے گا۔ اور باقی پانچ
حصص ۵/۶ بیٹا لے گا جو عصبہ ہے۔

۱۔ باپ اس صورت میں صرف اصحاب الفروض سے ہے۔

دوسری صورت کہ میت کی صرف بیٹی یا پوتی یا پڑپوتی موجود ہو یعنی
نرینہ اولاد نہ ہو ایسی صورت میں بیٹی پوتی وغیرہ کو ان کا حصہ
دینے کے بعد باقی سب مال باپ کا ہے۔

تمثیل: مثلاً زید مرگیا اور اس کے ورثاء باپ اور ایک بیٹی ہے۔ تو کل

جائیداد کے چھ حصے کر دیئے جائیں گے جن میں سے نصف یعنی تین حصے منجملہ چھ بیٹی کو دیئے جائیں گے اور چھٹا حصہ ۱/۶ باپ کو اصحاب الفروض میں سے ہونے کی وجہ سے ملے گا۔ باقی دو حصے رہ گئے جو عصبہ کا حق ہے۔ چونکہ اس صورت میں باپ ہی عصبہ ہے۔ اس لیے وہ باقی دو حصے بھی باپ کو ملے اس صورت میں باپ صاحب فرض بھی ہوا اور عصبہ بھی۔

تیسری صورت کہ میت کی اولاد ہی نہ ہو نہ مذکر نہ مؤنث اس صورت میں باپ خالص عصبہ ہے۔

تمثیل: اگر زید مرگیا اور صرف باپ اس کا وارث ہو تو کل جائیداد باپ کی ہے اور زید کی اگر بیوی بھی ہو تو اس کو اس کا مقرر حصہ چوتھا ۴/۱ دلانے کے بعد باقی ماندہ مال ۳/۳ باپ ہی لے گا۔

(سراجی صفحہ ۷۷ تا ۷۸)

(دفعہ ۵)

شوہر: شوہر کی وراثت کی صرف دو حالتیں اور صورتیں ہیں:-

۱۔ پہلی صورت یہ کہ میت کی اولاد لڑکا یا لڑکی موجود ہو۔ اس صورت میں شوہر کو کل مال متروکہ کا چوتھا ۴/۱ حصہ ملتا ہے۔

تمثیل: اگر سعیدہ نام کی کوئی عورت مر گئی اور ایک شوہر، ایک بیٹا چھوڑ گئی

تو تمام مال کے چار حصے کر دیئے جائیں گے۔ چوتھا ۴/۱ شوہر

لے گا اور باقی تین ۳/۳ عصبہ یعنی بیٹے کا حق ہے۔

ترکہ میں سے لیتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ میت کا بیٹا یا پوتا اخیر سلسلہ ہو۔

۲۔ دوسری صورت یہ کہ چھٹا ۶/۱ حصہ بنا پر فرضیت اور باقی ماندہ مال بطور عصبیت دادا کو ملتا ہے۔ یہ اس صورت میں کہ میت کی بیٹی یا پوتی تا آخر سلسلہ ہو۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ دادا کل باقیماندہ ترکہ کا حقدار ہے۔ یہ اس صورت میں کہ میت کی کوئی اولاد ذکور و اناث نہ ہو۔

تینوں صورتوں کی مثالیں باپ کے احوال کے بیان میں گذری ہیں۔ ان مثالوں میں بجائے باپ کے دادا مقرر کر لو تو بعینہ وہی مثالیں دادا کی وراثت کی تینوں صورتوں کی مثالیں بن جائیں گی۔

(دفعہ ۴)

دادا کے ساتھ چونکہ میت کا تعلق باپ کے توسط سے ہے۔ اسی بنا پر اگر کسی میت کا باپ موجود ہو تو دادا حق وراثت سے محروم ہے باپ نہ ہونے کی صورت میں دادا کے حق وراثت کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ فرضیت کی بنا پر صرف چھٹا ۶/۱ حصہ

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ میت کی اولاد لڑکا یا لڑکی نہ ہو اس صورت میں شوہر نصف ترکہ کا حقدار ہے۔

تمثیل: حمیدہ مرگنی اور اس کے دو وارث رہ گئے۔ ایک شوہر اور ایک بھائی۔ تو کل مال دو حصوں میں تقسیم ہوگا۔ نصف ۱/۲ شوہر کا حق ہے اور باقی نصف ۱/۲ اعصابہ یعنی بھائی کا حق ہے۔ (سراجی صفحہ ۷)

(دفعہ ۶)

۳۔ اخیانی یعنی مادری رشتہ کے بھائی بہن۔ چونکہ اخیانی بھائی میت کی میراث کے مستحق اس وقت ہیں کہ نہ میت کا باپ موجود ہو اور نہ دادا اور نہ ہی کسی قسم کی اولاد ہو۔ اسی بنا پر اس کی وراثت کی دو صورتیں ہیں۔

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ ایک ہو۔ یعنی صرف مادری بھائی یا صرف مادری بہن۔ اس صورت میں اس کو مال متروکہ کا چھٹا ۱/۶ حصہ ملے گا۔ (سراجی صفحہ ۷)

تمثیل: مثلاً زید مرگیا اور ایک اخیانی بہن اور ایک چچا چھوڑ گیا۔ تو کل مال کے چھ حصے کئے جائیں گے جن میں چھٹا ۱/۶ حصہ ایک اخیانی بہن کو اور باقی پانچ ۵/۶ چچا کا حق ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ متعدد ہوں خواہ وہ دو ہوں یا دو سے

۱۔ اولاد ہو یعنی نہ بیٹا نہ بیٹی نہ پوتا نہ پوتی تا آخر سلسلہ۔

زیادہ۔ اور خواہ سب اخیانی بھائی ہوں یا سب کے سب اخیانی بہنیں یا مخلوط ہوں کر اخیانی بھائی بھی ہوں اور بہن بھی ہو اس صورت میں سب کے سب حصہ برابر مشترک طور پر کل مال کے تہائی ۳/۱ حصہ کے حقدار ہیں۔

تمثیل: خالد مرگیا اور تین اخیانی بھائی یا بہن چھوڑ گیا اور ایک چچا تو کل مال کے تین حصے ہونگے۔ ایک تہائی ۳/۱ اخیانی بھائیوں یا بہنوں کا مشترک حق ہے اور باقی دو تہائی ۲/۳ حصہ عصبہ یعنی چچا کا حق ہے۔ یہ یاد رکھنا چاہیے کہ صرف مادری بھائی بہن ایسے ہیں جن میں مذکر اور مؤنث کا حصہ برابر ہیں۔ (سراجی صفحہ ۷)

(دفعہ ۷)

بیٹی: بیٹی کی وراثت نہ صورتیں تین ہیں۔

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ بحیثیت فرضیت کل ترکہ کے نصف حصہ ۱/۲ کی مستحق ہوتی ہے۔ یہ اس وقت کہ بیٹی صرف ایک ہو اور میت کا بیٹا نہ ہو۔

تمثیل: زید مرگیا اور اس نے ایک بیٹی اور چچا و رشاء چھوڑے۔ اس صورت میں مال کے دو حصے کئے جائیں گے نصف ۱/۲ بیٹی بطور فرضیت لے گی اور دوسرا نصف ۱/۲ اعصابہ یعنی چچا کا حق ہے۔

۲۔ دوسری صورت یہ کہ بیٹیاں متعدد ہوں خواہ دو ہوں یا دو سے زیادہ

اس صورت میں کل ترکہ کی دو تہائی $2/3$ بیٹیوں کا حق ہے۔

تمثیل: خالد مرگیا اور اس کے حسب ذیل ورثاء رہ گئے۔ تین بیٹیاں اور

ایک چچا۔ کل ترکہ کی دو تہائی $2/3$ مشترک طور پر تین بیٹیوں کا حق

ہے۔ اور باقی ایک تہائی $1/3$ چچا کا حق ہے۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ میت کا بیٹا بھی ہو اور بیٹی بھی۔ اس

صورت میں بیٹی بھائی کی وجہ سے عصبہ بن گئی خواہ دونوں کی ماں

ایک ہو یا جدا۔

تمثیل: بکر مرگیا اور وہ حسب ذیل ورثاء چھوڑ گیا۔ ایک بیٹا اور ایک

بیٹی۔ تو کل مال کے تین حصے کر دیئے جائیں گے جن میں سے دو

حصے بیٹے کو اور ایک حصہ بیٹی کو ملے گا۔ اسی طرح اگر بیٹے اور

بیٹیاں متعدد ہوں تو بھی کل ترکہ ان پر اس طرح تقسیم ہوگا کہ ہر

بیٹے کو بیٹی کی نسبت دو گنا حصہ دیا جائے گا۔ (سراجی مع حاشیہ صفحہ ۸)

(دفعہ ۸)

پوتی۔ پوتی چونکہ دو صورتوں میں میت کی وارث نہیں ہوتی۔

الف۔ کہ میت کا بیٹا موجود ہو۔

ب۔ یا میت کی دو بیٹیاں موجود ہوں اور پوتا موجود نہ ہو۔ اسی بنا پر پوتی

کی وارثانہ صورتیں پانچ ہیں۔

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ اس کو ترکہ کا نصف $1/2$ حصہ ملتا ہے۔ جبکہ

پوتی صرف ایک ہو اور میت کا بیٹا بیٹی اور پوتا موجود نہ ہو۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بطور فرضیت کل ترکہ کی دو تہائی $2/3$

لے گی جبکہ پوتی تعداد میں دو یا دو سے زیادہ ہوں اور میت کا بیٹا

بیٹی پوتا موجود نہ ہوں۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ پوتی کل ترکہ کا چھٹا $1/6$ حصہ لے اگی

جبکہ میت کی ایک بیٹی بھی ہو اور بیٹا اور پوتا نہ ہو۔

۴۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ پوتی پوتے کا نصف لے گی جبکہ میت کا بیٹا

نہ ہو۔ اور بیٹی یا بیٹیوں کے ساتھ میت کی پوتی اور پوتا دونوں

موجود ہوں۔

۵۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ پوتی پوتے کا نصف کل 2 ترکہ

میں سے لے گی۔ جبکہ میت کا بیٹا بیٹی دونوں نہ ہوں لیکن پوتا

کے ساتھ پوتا بھی موجود ہو۔

۱۔ یہی حکم ہے اگر بہت سی پوتیاں ہوں۔

۲۔ کل ترکہ۔ باقی ماندہ ترکہ میں سے لے گی۔

(دفعہ ۹)

سگی اور بیٹی بہن۔ چونکہ سگی بہن اس صورت میں میت کی وارث نہیں ہوتی جبکہ میت کا باپ، دادا یا نرینہ اولاد موجود ہو اسی بنا پر سگی بہن کی وارثانہ صورتیں صرف چار ہیں۔

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ میت کے کل ترکہ کا نصف $1/2$ لے گی۔ جبکہ سگی بہن صرف ایک ہو اور میت کا باپ دادا حقیقی بھائی اور ۲ اولاد میں سے کوئی نہ ہو۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ وہ بطور فرضیت کل ترکہ کی دو تہائی $2/3$ حصہ کی مستحق ہے جبکہ سگی بہنوں کی تعداد دو یا دو سے زیادہ ہو اور حقیقی بھائی باپ دادا اور اولاد میں سے کوئی نہ ہو۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ وہ میت کے کل ترکہ میں سے بیٹی یا پوتی کا حصہ دلانے کے بعد جو کچھ بچ گیا ہو وہ بطور عصبہ مع البقیہ کے لے گی۔ جب کہ میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو لیکن میت کا سگا بھائی باپ دادا اور مذکور اولاد موجود نہ ہو۔

۴۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ سگی بہن اپنے سگے بھائی کا نصف $1/2$ حصہ

۱۔ تا آخر سلسلہ کوئی موجود ہو۔

۲۔ تا آخر سلسلہ بچے تک کوئی موجود نہ ہو۔

لے گی۔ جبکہ میت کا سگا بھائی بھی ہو اور باپ دادا نرینہ اولاد نہ ہو۔ (سراجی صفحہ ۱۰)

(دفعہ ۱۰)

علاقائی یعنی پدری بہن۔ چونکہ اگر میت کا باپ یا دادا یا نرینہ اولاد موجود ہو تو کوئی بہن وارث نہیں ہو سکتی۔ نیز علاقائی بہن کے ساتھ جب علاقائی بھائی نہ ہو تو دو بیٹی بہنوں یا ایک عصبہ شدہ بیٹی بہن کی موجودگی میں علاقائی بہن وارث نہیں۔ اسی بنا پر علاقائی بہن کی وارثانہ صورتیں پانچ ہیں۔

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ سوتیلی یعنی علاقائی بہن میت کی کل ترکہ کا نصف $1/2$ حصہ لے گی جبکہ وہ ایک ہو اور میت کی سگی بہن بھائی اور علاقائی بھائی باپ دادا اور اولاد موجود نہ ہو۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ علاقائی بہن میت کے کل ترکہ کی دو تہائی $2/3$ حصہ لے گی جبکہ ان کی تعداد دو یا دو سے زائد ہو اور سگی بہن بھائی علاقائی بھائی باپ دادا اور اولاد میت کی موجود نہ ہوں۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ علاقائی بہن میت کے ترکہ کا چھٹا $1/6$ حصہ لے گی جبکہ میت کی صرف ایک سگی بہن ہو اور میت کا سگا

۱۔ یعنی اگر بھائی کو ترکہ میں سے بیس روپے ملتے ہیں تو بہن کو ترکہ میں سے دس روپے ملیں گے یہ نہیں کہ بھائی کے حصہ میں سے نصف لے گی۔

بھائی باپ دادا اور اولاد موجود نہ ہوں۔

۴۔ چوتھی صورت یہ ہے کہ میت کے ترکہ میں اس کی بیٹی یا پوتی کا حصہ دلانے کے بعد علاقائی بہن باقی ماندہ مال بطور عطیہ مع اخیر لے گی یہ اس صورت میں جبکہ میت کی بیٹی یا پوتی موجود ہو۔ اور میت کا رگا بھائی یا سگی بہن یا علاقائی بھائی باپ دادا اور اولاد موجود نہ ہوں۔

۵۔ پانچویں صورت یہ ہے کہ علاقائی بہن علاقائی بھائی کا نصف ۱/۲ حصہ لے گی جبکہ یہ علاقائی بھائی کے ساتھ ہو اور رگا بھائی باپ دادا اولاد ذکر میت کے موجود نہ ہوں۔ (سراجی صفحہ ۱۱)

(دفعہ ۱۱)

بیوی۔ بیوی کی وراثت کی صرف دو صورتیں ہیں۔

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ میت کی کل متروکہ جائیداد کا چوتھا ۱/۴ حصہ لے گی جبکہ میت کی اولاد موجود نہ ہو خواہ اس بیوی سے یا دوسری بیوی سے۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ بیوی میت کے ترکہ کا آٹھواں ۱/۸ حصہ لے گی جبکہ میت کے اولاد موجود ہوں خواہ اس بیوی سے یا دوسری بیوی سے۔ (قرآن مجید سورۃ نساء)

(دفعہ ۱۲)

ماں۔ ماں کی وراثت کی تین صورتیں ہیں۔

۱۔ پہلی صورت یہ ہے کہ وہ میت کے کل ترکہ میں سے تیسرا ۱/۳ حصہ لے گی جبکہ میت کی کوئی اولاد نہ ہو اور پوتا پوتی تا آخر سلسلہ نیچے تک بھی کوئی موجود نہ ہو۔ اور دو یا دو سے زیادہ کسی قسم کے بھائی بہن موجود نہ ہوں۔

۲۔ دوسری صورت یہ ہے کہ ماں میت کے کل ترکہ میں سے چھٹا ۱/۶ حصہ لے گی یہ اس صورت میں کہ میت کی یا اولاد موجود ہو یا کسی قسم کے بھائی بہن دو عدد یا اس سے زائد موجود ہوں۔

۳۔ تیسری صورت یہ ہے کہ ماں میت کے ترکہ میں سے میت اگر مرد ہو تو اس کی بیوی کو حصہ مقررہ دلانے کے بعد اور اگر میت عورت ہو تو اس کے شوہر کو مقررہ حصہ دلانے کے بعد باقی ماندہ مال کا تیسرا ۱/۳ حصہ لے گی جس کی صرف دو مثالیں ہیں۔

تمثیل ۱: زید مر جاتا ہے اسی کے حسب ذیل ورثاء رہ جاتے ہیں۔ بیوی، ماں، باپ۔ اسی مثال میں چونکہ میت کی اولاد نہیں اس لیے بیوی کا حصہ ۱/۴ ہے۔ جس کے دلانے کے بعد تین حصص ۳/۴ رہ جاتے ہیں جس کا تیسرا حصہ ایک ہے وہ ماں کو دلایا اور باقی دو حصہ عصبہ یعنی باپ کو دلائے گئے۔

تمثیل ۲: سعیدہ حسب ذیل ورثاء کو چھوڑ کر مر جاتی ہے۔ شوہر، ماں، باپ۔ تقسیم کی صحت کے پیش نظر میت کی کل جائیداد کے چھ حصص کر دیئے جائیں گے جس کا نصف ۳/۶ شوہر کو دلانے کے بعد تین حصص رہ گئے جس کا ثلث باقی یعنی ان باقی ماندہ حصص کی تہائی ایک حصہ ہوا جو ماں کو دلایا گیا دو حصے جو باقی رہ گئے وہ عصبہ یعنی باپ کو دلانے گئے۔

(سراجی صفحہ ۱۱۲)

(دفعہ ۱۳)

جدہ صحیحہ۔ دادی یا نانی ماں کی موجودگی میں وارث نہیں۔ باپ کے رشتہ والیاں باپ کی موجودگی میں اور دادا کی رشتہ والیاں دادا کی موجودگی میں بھی وارث نہیں ہو سکتیں۔ نیز اقربہ کی موجودگی میں بعیدہ بھی وارث نہیں۔ اس لیے ان صورتوں کے علاوہ جدہ کل ترکہ کے چھٹے ۱/۶ حصہ کی مستحق ہے۔ خواہ ایک ہو یا ایک سے زائد ہوں۔ اخینانی بہن کا حال گذر چکا ہے اس لیے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

(سراجی)

۱۔ اقربہ۔ خواہ ماں کی جانب سے ہو یا باپ کی طرف سے ہو۔

فصل سوم

عصبات کے بیان میں

(دفعہ ۱)

عصبہ وہ لوگ ہیں جو اگر تنہا ہوں تو کل ترکہ اور اگر اصحاب فروض کے ساتھ ہوں تو ان کے حصوں سے باقی ماندہ ترکہ کے حقدار ہوتے ہیں۔ عصبہ کی تین قسمیں ہیں۔

۱۔ اول وہ قسم ہے کہ جو خود بخود عصبہ ہیں اور ان کا عصبہ بننا کسی دیگر وارث کی وجہ سے نہیں۔ اس کو عصبہ بنفسہ کہتے ہیں جیسے بیٹا باپ وغیرہ۔

۲۔ دوسری قسم وہ ہے کہ خود تو وہ اصحاب فروض میں سے ہیں لیکن دیگر عصبہ وارث کی وجہ سے وہ عصبہ بن جاتے ہیں۔ جیسے میت کی بیٹی۔ یا میت کی پوتی یا میت کی سگی یا علاقائی بہنیں جو اپنے اپنے بھائیوں کی وجہ سے عصبہ بن جاتی ہیں۔ اسی قسم کو عصبہ بغیرہ کہا جاتا ہے۔ یہ عموماً وہی اصحاب فروض ہوتے ہیں جن کا حصہ نصف ۲/۳ آیا دو تہائی ۲/۳ ہوتا ہے۔

۳۔ تیسری قسم وہ اصحاب فروض ہیں۔ جو دیگر اصحاب فروض کے ساتھ جمع ہو جانے کی وجہ سے عصبہ بن جاتے ہیں اگرچہ ان کو

عصبہ بنانے والے دیگر اصحاب فروض بدستور اصحاب فروض ہی رہتے ہیں اسی قسم کو عصبہ مع غیرہ کہا جاتا ہے۔ جیسے میت کی سگی یا علاقائی بہنیں۔ جب میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ جمع ہو جاتی ہیں تو ترکہ میں سے بیٹی یا پوتی کا حصہ دلائے جانے کے بعد بہنیں عصبہ ہو کر کل ترکہ کی حقدار ہوتی ہیں۔ اگرچہ بیٹی یا پوتی اسی طرح صاحب فرضیت رہتی ہیں عصبہ کی یہ قسم صرف عینی علاقائی بہنوں کے ساتھ مختص ہے۔

(سراجی صفحہ ۱۴)

(دفعہ ۲)

عصبہ بنفسہ کی چار قسمیں ہیں۔

- ۱۔ قسم اول میت کی اولاد ذکور کا سلسلہ جیسے بیٹا پوتا پڑپوتا تا آخر۔
- ۲۔ قسم دوم میت کا سلسلہ اباؤ مثلاً باپ دادا پر دادا۔
- ۳۔ قسم سوم میت کے باپ کے ذکور اولاد کا سلسلہ جیسے میت کا بھائی بھتیجا تا آخر۔
- ۴۔ قسم چہارم میت کے دادا کے ذکور اولاد کا سلسلہ مثلاً میت کا چچا یا چچا کا لڑکا تا آخر۔

عصبہ بنفسہ کی ان چار قسموں میں سب سے مقدم پہلی قسم ہے۔ پھر دوم، پھر سوم، پھر چہارم۔ اگر ایک ہی قسم میں متعدد افراد ہوں

تو جو میت کو قریب ہوگا وہی مستحق ہوگا۔ مثلاً قسم اول میں بیٹا اور پوتا موجود ہو تو بیٹا مستحق ہوگا۔

اور قسم دوم میں میت کا باپ اور دادا دونوں موجود ہوں تو باپ مستحق ہوگا۔

قسم سوم میں میت کا بھائی اور بھتیجا دونوں موجود ہوں تو بھائی مستحق ہوگا۔

قسم چہارم میں میت کا چچا اور چچے کا بیٹا دونوں موجود ہوں تو چچا مستحق ہوگا۔ اگر عصبہ کے ایک ہی درجہ میں ایک ہی قسم کے چند افراد ہوں تو میت کے ساتھ جس کی قرابت قوی ہو اس کو ضعیف القرابتہ فرد پر ترجیح ہوگی۔ اسی بنا پر یعنی بھائی اور علاقائی بھائی دونوں موجود ہوں تو صرف عینی بھائی وارث ہوگا۔ علاقائی نہیں علیٰ ہذا القیاس اگر عینی بھائی کی اولاد میں سے ایک کی قرابت قوی اور دوسرے کی ضعیف ہوگی تو قوی قرابت والا وارث ہوگا دوسرا نہیں۔

(دفعہ ۳)

عصبہ بغیرہ۔ وہ عورتیں ہیں جن کا مقررہ حصہ اصحاب الفروض ہونے کی حیثیت سے نصف یا دوثلث $2/3$ ہے۔ جب ان کے ساتھ ان کے بھائی

بھی موجود ہوں تو بھائیوں کی وجہ سے وہ بھی عصبہ بن جاتی ہیں اور کل ترکہ اصحاب الفروض کے مقررہ حصص کے دلائے جانے کے بعد ان پر مذکر کو موٹ کا دو گنا اور مضاعف حق کے اصول کے تحت تقسیم ہوگا ایسی عورتوں کی دو قسمیں ہیں۔

- ۱۔ اول قسم وہ جن کی نسبت خود میت کے ساتھ جزء بالذات یا جزء بالواسطہ ہونے کی ہے۔ جیسے بیٹی کہ وہ میت کا جزء بالذات ہے یا پوتی جو میت کا جزء بالواسطہ ہے۔
- ۲۔ قسم دوم وہ جن کو میت کے باپ کے ساتھ نسبت جزئیت ہے جیسے عینی اور علاقائی بہن۔

قسم اول کے متعلق قصبہ بغیرہ کا سلسلہ غیر محدود ہے کیونکہ میت کی اولاد کی ذکور سلسلے میں ہر درجہ کی پوتی اپنے بھائی یعنی اسی درجہ کے پوتے کی وجہ سے اعصبہ بنے گی۔ خواہ دسواں ہی درجہ ہو یا کم یا زیادہ۔

قسم دوم کا سلسلہ عصبہ بغیرہ خود ان تک محدود ہے یعنی خود عینی یا علاقائی بہنیں تو عینی و علاقائی بھائیوں کی وجہ سے عصبہ ہوئیں لیکن ان بھائی بہنوں کی اولاد میں سے کوئی موٹ اپنے بھائی کی وجہ سے عصبہ نہیں بن سکتی کیونکہ ان دونوں کی موٹ اولاد بلکہ بہنوں کی

۱۔ اگر پوتا نیچے کے درجہ میں ہو اور پوتی کسی اوپر کے درجہ میں ہو تو یہ پوتی بھی عصبہ بن جائے گی۔ (سراجی)

مذکر اولاد بھی ذوی الارحام عینی و علاقائی بھائیوں میں سے ہیں۔ اور عصبہ بغیرہ بننے کے لیے اصحاب الفروض سے ہونا ضروری ہے۔ تاکہ اصحاب الفروض کے مقررہ حصص ترکہ میں شامل ہو کر للذکر مثل حظ الانثیین پر عمل ہو سکے لیکن اصحاب الفروض یا عصبات کی موجودگی میں ذوی الارحام محروم ہیں اس قاعدہ کے مطابق اگر میت کا ایک بھتیجا ہو اور بھتیجی تو بھتیجی بھائی کی وجہ سے عصبہ نہیں ہوگی بلکہ بھتیجی محروم ہے اور صرف بھتیجا وارث ہے۔ اسی طرح اگر میت کا عم اور عمہ یعنی چچا اور پھوپھی ہو یا ابن العم اور بنت العم یعنی چچا کا بیٹا اور بیٹی تو چچا پہلی صورت میں اور چچا کا بیٹا دوسری صورت میں وارث ہونگے اور پہلی صورت میں پھوپھی اور دوسری صورت میں چچا کی بیٹی محروم ہوگی کیونکہ پھوپھی اور چچا کی بیٹی ذوی الارحام سے ہے۔ نہ ذوی الفروض سے اور ذوی الارحام کی موٹ بھائی کی وجہ سے عصبہ نہیں ہو سکتی۔ (سراجی صفحہ ۴۲ وغیرہ)

(دفعہ ۴)

سلسلہ اولاد میت میں سے ہر مذکر جو میت سے بلا واسطہ یا صرف مذکر واسطہ کے ذریعہ رشتہ رکھتا ہے وہ عصبہ بنفسہ ہوگا بشرطیکہ اس سے میت کے قریب تر

مذکور موجود نہ ہو یہ مذکور جس درجہ میں ہو اپنے درجہ سے نیچے میت کے جملہ اولاد ذکر اور اثاثہ کو حق وراثت سے محروم کر دے گا اور اپنے درجہ اور اپنے درجہ سے اوپر کے درجہ میں میت کی جس قدر بیٹیاں یا پوتیاں ہیں ان کو عصبہ بغیرہ بنادے گا۔

(دفعہ ۵)

عصبہ مع غیرہ میت کی حقیقی یا علاقائی یعنی پدری بہنیں جب میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ جمع ہوں تو یہی بہنیں بیٹی اور پوتی کو ان کا مقررہ حصہ دلانے کے بعد کل ترکہ کی مستحق ہو کر عصبہ مع غیرہ بن جاتی ہیں۔ لیکن اس قسم کا عصبہ بننا صرف میت کی بہنوں کے ساتھ مختص ہے بہنوں یا بھائیوں کی لڑکیاں عصبہ مع غیرہ نہیں ہو سکتی۔ لیکن میت کی بیٹی یا پوتی کے ساتھ اگر میت کی بیٹی اور علاقائی بہنیں دونوں قسم کی جمع ہوں تو چونکہ یعنی بہنوں کی قرابت قوی ہے صرف وہی عصبہ مع غیرہ بنیں گی اور علاقائی بہنیں محروم ہوں گی۔

(سراجی صفحہ ۱۴ وغیرہ)

ذوالارحام کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تعریف:- ذوی الارحام میت کے ان رشتہ داروں کو کہا جاتا ہے جو ذوی الفروض اور عصبہ نہ ہوں اور اگر اصحاب فروض یا عصبہات موجود ہوں تو وہ میراث سے محروم ہوتے ہیں البتہ اصحاب فروض اور عصبہات کی عدم موجودگی میں امام مالک شافعی وغیرہ کے نزدیک میت کا مال بیت المال میں داخل کیا جائے گا اور امام ابوحنیفہ کے نزدیک عصبہات کی اِطرح ذوالارحام کل ترکہ کے مستحق ہونگے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک ذوالارحام کی چار قسمیں ہیں:-

- ۱- قسم اول وہ جو میت کی طرف منسوب ہوں مثلاً میت کی بیٹی یا پوتی کی اولاد ذکر اور ہوں یا اثاثہ۔
- ۲- دوسری قسم وہ جن کی طرف میت منسوب ہو مثلاً اجداد فاسدہ یعنی میت کا وہ جد کہ میت اور اس کے درمیان مونث کا واسطہ ہو مثلاً میت کا نانا یا میت کی دادی کا باپ اور جدات فاسدات یعنی میت کی وہ جدہ کہ اس کو میت کی طرف نسبت کرنے میں دو مونثوں کے درمیان مذکور واقع ہوتا ہو۔ مثلاً میت کے نانا کی ماں۔

۱- یعنی مذکور کو مونث کا دو چند۔

۳۔ تیسری قسم جو میت کے والدین کی طرف منسوب ہوں مثلاً میت کی بھتیجیاں اور میت کے بھانجے یا ۱۔ بھانجیاں۔

۴۔ چوتھی قسم وہ جو میت کے دادا یا نانا کی طرف منسوب ہوں۔ مثلاً جیسے پھوپھی خالہ ماموں اور ان کی اولاد اگر کسی میت کے ذوی الفروض اور عصباء نہ ہوں اور ذوی الارحام کی یہ چاروں قسمیں موجود ہوں تو امام ابوحنیفہؒ کی رائے کے مطابق صرف پہلی قسم وارث ہوگی اگر وہ موجود نہ ہو تو پھر دوسری قسم اگر وہ بھی موجود نہ ہو تو پھر تیسری قسم۔ اگر وہ بھی موجود نہ ہو تو پھر چوتھی قسم وارث ہوگی۔

(سراجی صفحہ ۳۴ تا ۳۶)

۱۔ ایسے ہی ماں شریک بھائیوں کی اولاد۔ (سراجی)

فصل چہارم

حجب۔ عول اور رد اور نسبت اعداد کے بیان میں

(دفعہ ۱)

حجب: حجب کے معنی روکنے کے ہیں جب ایک وارث کے ساتھ اس سے زیادہ مستحق اور قابل ترجیح وارث جمع ہو جائیں تو پہلا وارث یا بالکل حق وراثت سے محروم ہو جاتا ہے اس کو حجب حرمان کہتے ہیں یا اس کے مقررہ حصہ میں کمی واقع ہو جاتی ہے۔ اس کو حجب نقصان کہتے ہیں۔ جب حرمان کی مثال یہ ہے کہ جیسے بیٹے کی موجودگی میں پوتا یا باپ کی موجودگی میں دادا جب حرمان کے ساتھ محبوب ہو جاتے ہیں محروم ہونے والے ورثاء بہت ہیں لیکن جو ورثاء موانع ارث کے بغیر کسی بھی قابل ترجیح وارث کی وجہ سے کسی حالت میں محروم نہیں ہوتے ان کی تعداد چھ ہیں۔

۱۔ بیٹا ۲۔ باپ ۳۔ لڑکی

۴۔ شوہر ۵۔ بیوی ۶۔ ماں

ان کے سوا باقی ورثاء کبھی وارث اور کبھی محروم ہو جاتے ہیں۔

حجب نقصان کی مثال مثلاً شوہر اگر اس کی زوجہ متوفیہ کی اولاد نہ ہو تو اس کو ترکہ کا نصف حصہ ملتا ہے لیکن اولاد ہونے کی صورت میں چوتھا ۱/۴ حصہ کا مستحق ہو کر محبوب عجب نقصان ہو جاتا ہے۔ محبوب حجب نقصان ہونے

والوں کی تعداد پانچ ہے۔

۱۔ شوہر ۲۔ بیوی ۳۔ ماں
۴۔ پوتی علاقائی بہن

جب حرمان یعنی ایک وارث کا دوسرے وارث کو محروم کر دینے کے متعلق دو قاعدے لکھے جاتے ہیں اور جب نقصان یعنی حصہ گھٹا دینے کی تفصیلی صورت پیش کی جاتی ہے۔

(دفعہ ۲)

ایک وارث جب دوسرے وارث کی وجہ سے محروم ہوتا ہے اس کے لیے
۱۔ پہلا قاعدہ یہ ہے کہ قریب وارث بعید کو محروم کر دیتا ہے مثلاً بیٹا پوتے کو
اور باپ دادا کو محروم کر دیتا ہے کیونکہ اول میت کو قریب ہے اور دوم بعید ہے
لیکن ایک بیٹی اگر ہو تو وہ باوجود قریب ہونے کے پوتی کو بالکل محروم نہیں
کر دیتی بلکہ اس کا حصہ بجائے نصف سدس ۱/۶ کر دیتی ہے۔

۲۔ دوسرا قاعدہ یہ ہے کہ جو وارث میت کو جس دوسرے وارث کے واسطے
سے منسوب ہو تو واسطہ کی موجودگی میں وہ محروم ہوگا لیکن مادری بھائی بہن
جو میت کو ماں کے واسطے سے منسوب ہیں۔ باوجود ماں کے بھی وارث
ہوئے۔ یہی صورت اس قاعدہ سے مستثنیٰ ہے۔ درحقیقت دونوں قاعدے
عمومی رنگ میں صرف عصبات میں جاری ہو سکتے ہیں۔

جب نقصان یعنی حصہ گھٹا دینے کی تفصیلی صورت یہ ہے۔

نمبر شمار	جس وارث کا حصہ کم ہوا	حصہ گھٹا دینے والا	اصلی حصہ	موجودہ حصہ	کس قدر کم ہوا
۱	شوہر	اولاد میت	۱/۲	۱/۴	۱/۴
۲	بیوی	اولاد میت	۱/۴	۱/۸	۱/۸
۳	ماں	اولاد میت یا میت کے دو بھائی یا زیادہ	۱/۳	۱/۶	۱/۶
۴	اخت علاقائی	اخت بیٹی	۱/۲	۱/۶	۲/۶
۵	پوتی	بیٹی	۱/۲	۱/۶	۲/۶

(دفعہ ۳)

عول: عول کے معنی زیادتی کے ہیں۔ ذوی الفروض کے حصص کی تقسیم کے
لیے جو عدد مقرر کیا گیا ہے اگر ذوی الفروض کے حصص کے لیے وہ عدد نا کافی
ہو یعنی حصص میں زیادتی ہو تو ایسی صورت میں اس عدد کو باندا زہ حصص بڑھا
کر مسئلہ کو عولیہ یا عائلہ کر دیا جاتا ہے۔ حصص ذوی الفروض کے لیے اگر ذیل
اعداد میں سے کوئی عدد مخرج واقع ہوا ہو تو تقسیم مستقیم اور درست ہونے کی
وجہ سے عول کی ضرورت نہیں پڑتی ۲-۳-۴-۸۔ تقسیم کے لیے مندرجہ
ذیل اعداد میں کبھی کبھی عول کی ضرورت ہے وہ تین اعداد ہیں ۶-۱۲-۲۴

پہلا عدد چھ کو بڑھا کر کبھی سات (۷) اور کبھی آٹھ (۸) اور کبھی نو (۹) اور کبھی دس (۱۰) بنادینے سے اصحاب فروض کے حصص پورے ہو جاتے ہیں چھ کے عدد میں اس سے زیادہ صورتیں عول کی نہیں۔

دوسرا عدد بارہ (۱۲) ہے۔ بارہ کو بذریعہ عول حسب ضرورت ۱۳-۱۵-۱۷ بنا کر دینے سے حصص پورے ہو جاتے ہیں بارہ کے عدد میں صرف یہی تین عولی صورتیں ہو سکتی ہیں۔

تیسرا عدد چوبیس کا ہے۔ ۲۴ اس میں اضافہ کر کے صرف ۲۷ کا عول آتا ہے اور کوئی عول نہیں آتا الحاصل تمام عولی۔

صورتیں آٹھ ہوئیں جن کی تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی۔

نمبر شمار	اصل عدد	عول شمار	مثال	توضیح
۱	۶	۷	اصل ۶ عولیہ ۷ میہ شور دو یعنی بہنیں ۳ ۳	شور کا نصف اور یعنی بہنوں کے ثلاثان کے پیش نظر اصل مسئلہ چھ سے ہوا لیکن مجموعہ حصص ۷ ہیں اس لیے عول سات کا ہوا۔
۲	۶	۸	اصل ۶ عولیہ ۸ میہ شور دو یعنی بہنیں ۳ ۳	نصف شور کا ثلاثان بہنوں کا اور سدس ماں کا اصل مسئلہ ۶ سے ہوا لیکن کل سهام آٹھ تھے تو عول آٹھ کا ہوا۔

صورتیں آٹھ ہوئیں جن کی تفصیل نقشہ ذیل سے معلوم ہوگی۔

نمبر شمار	اصل عدد	عول شمار	مثال	توضیح
۳	۶	۹	اصل ۶ عولیہ ۹ میہ شور دو یعنی بہنیں دو اخیانی ۳ ۳ ۲	شور کا نصف یعنی بہنوں کے ثلاثان اخیانی بہنوں کا ثلث اصل مسئلہ ۶ سے ہوا اور کل سهام ۹ تھے تو عول ۹ کا ہوا۔
۴	۶	۱۰	اصل ۶ عولیہ ۱۰ میہ شور دو یعنی بہنیں دو اخیانی ۳ ۳ ۲	شور کا نصف یعنی بہنوں کے ثلاثان اخیانی بہنوں کا ثلث جدہ کا سدس مسئلہ ۶ سے ہوا۔ سهام دس تھے تو عول دس کا ہوا۔
۵	۱۲	۱۳	اصل ۱۲ عولیہ ۱۳ میہ بیوی دو یعنی بہنیں ماں ۳ ۸ ۲	بیوی کا ربع بہنوں کے ثلاثان ماں کا سدس اصل مسئلہ ۱۲ سے کل سهام ۱۳ ہے تو عول ۱۳ کا ہوا۔
۶	۱۲	۱۵	اصل ۱۲ عولیہ ۱۵ میہ بیوی دو یعنی بہنیں دو اخیانی بہنیں ۳ ۸ ۳	بیوی کا ربع یعنی بہنوں کا ثلاثان اخیانی بہنوں کا ثلث مسئلہ ۱۲ ہے سهام ۱۵ تھے تو عول ۱۵ کا ہوا۔

نمبر شمار	اصل عدہ	مولى شمار	مثال	توضیح
۷	۱۲	۱۷	اصل ۱۲ عولیہ ۱۷ بیوی کا ربع یعنی بہنوں کا ثلثان۔ اخیانی بہنوں کا ثلث بیوی دو یعنی بہنیں اخیانی بہنیں ۳ ۸ ۲ ماں ۲	بیوی کا ربع یعنی بہنوں کا ثلثان۔ اخیانی بہنوں کا ثلث ماں کا سدس مسئلہ ۱۲ سے کل سهام ۷ اقول ۱۷ اکا ہوا۔
۸	۲۳	۲۷	اصل ۲۳ عولیہ ۲۷ بیوی دو بیٹیاں ماں باپ ۳ ۱۶ ۳ ہوا کل سهام ۲۷ ہیں عول ۲۷ کا ہوا۔	بیوی ثمن بیٹیوں کا ثلثان ماں کا سدس باپ کا سدس مسئلہ ۲۳ سے ہوا کل سهام ۲۷ ہیں عول ۲۷ کا ہوا۔

(وقفہ ۲)

رد: اس عدد سے جس سے ذوی الفروض کے حصص دیئے جاتے ہیں۔ حصص دلانے کے بعد اگر کچھ باقی رہ جاتا ہے جس کا لینے والا کوئی حصہ موجود نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں وہ باقی ماندہ حصہ واپس ذوی الفروض پر ان کے حصص کے تناسب سے تقسیم کیا جاتا ہے اور اس کو رد کہا جاتا ہے۔ بس اصحاب فروض پر رد ہوتا ہے۔ لیکن نکاحی اصحاب فروض پر مثلاً شوہر بیوی پر رد نہیں ہوتا۔ رد کے متعلق چند قواعد لکھے جاتے ہیں۔

پہلا قاعدہ:

اگر ایسی صورت واقع ہوئی کہ ورثاء میت میں غیر مستحق رد یعنی شوہر یا بیوی موجود

نہیں اور مستحق رد کی صرف ایک ہی قسم موجود ہے۔ تو ان کے اشخاص کی تعداد سے تقسیمی عدد یا مسئلہ کی تصحیح ہوگی جیسے مثلاً زید مر گیا اور اس کی صرف پانچ لڑکیاں رہ گئیں جن کا حق تین حصص میں سے ثلثان ہے لیکن ایک حصہ رہ جاتا ہے جس کا لینے والا نہیں اس لیے مسئلہ رد یہ ہو کر ان کے رد کی تعداد سے جو کہ پانچ ہے مسئلہ کی تصحیح ہوئی جس میں سے ہر لڑکی کو ایک حصہ دیا گیا۔

دوسرا قاعدہ:

اگر واقع شدہ صورت میں غیر مستحق رد موجود نہ ہو اور مستحق رد ورثاء کی متعدد قسمیں موجود ہوں تو ان کے مجموعی حصص سے تقسیمی عدد دلایا جائے گا مثلاً

اصل ۶ ردت ۳
ت

اخانی بھائی ا
اخانی بہن ا
ماں ا

چونکہ تینوں ورثاء میں سے ہر ایک کا حق چھٹا ۱/۶ حصہ تھا جن کو چھ حصص میں سے دلانے کے بعد تین حصص بچ گئے اس لیے ان کے حصص جو کہ تین ہیں ان سے مسئلہ کی تصحیح کر دی گئی۔

تیسرا قاعدہ:

اگر صورت مسئلہ میں غیر مستحق رد میں سے بھی کوئی موجود ہو تو اس کے حصہ کے کم از کم مخرج سے اس کا حصہ دلانے کے بعد اگر باقی ماندہ مستحقین رد ورثاء پر درست تقسیم ہو تو اسی مخرج اور عدد ہی سے تقسیم کو درست تصور کرو۔ جیسے

می

شوہر بیٹی بیٹی بیٹی

شوہر کا حصہ اس صورت میں چوتھا ہے جس کا کم از کم خرچ چار ہے اس میں سے ایک حصہ دلانے کے بعد تین حصے رہ گئے جو تین بیٹیوں پر ٹھیک تقسیم ہوئے۔ اس لیے مسئلہ چار سے ہوا اور نہ ربع یعنی شوہر کا حصہ ہے $\frac{11}{2}$ اور اصل حصہ بیٹیوں کا جو ٹلٹان $\frac{2}{3}$ ہے جمع ہو کر مسئلہ ۱۲ سے ہوگا جس میں تین شوہر اور آٹھ تین لڑکیوں کو دلانے کے بعد ایک حصہ بچ جاتا تھا اس لیے مسئلہ کو بصورت بالا رد یہ بنایا گیا۔

چوتھا قاعدہ:

اگر صورت مسئلہ میں مستحق رد کے علاوہ غیر مستحق رد میں سے بھی کوئی موجود ہو اور اس کے خرچ سے مسئلہ بنانے اور اس کو حصہ دلانے کے بعد جو حصص بچا جاتے ہیں۔ وہ حقداران رد و رثاء پر ٹھیک تقسیم نہ ہو سکے بلکہ باقی ماندہ حصص اور ان و رثاء کی تعداد میں توافق ہو تو اعداد و فوق کو $\frac{12}{2}$ اصل مسئلہ میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو مسئلہ کی تصحیح سمجھ لو۔ اور باقی ماندہ حصص اور مستحق رد و رثاء کی تعداد میں تباہی ہو تو $\frac{13}{2}$ نکلے کل رؤس کو اصل مسئلہ میں ضرب دینے

۱۔ یعنی مستحق رد کے وفق عدد کو۔

۲۔ یعنی غیر مستحق رد کے فرض حصہ کا جو خرچ ہے اس پر ضرب دی جائے۔

۳۔ یعنی مستحق رد کی تعداد۔

سے حاصل ضرب کو تصحیح مسئلہ سمجھ لو۔ پہلی صورت یعنی توافق کی مثال یہ ہے۔

اصلی از ۴ بعد از رد

می

شوہر بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی بیٹی

اصل مسئلہ شوہر کے حصہ کے خرچ کے اعتبار سے چار سے ۴ ہوا چوتھا حصہ اس کو دلانے کے بعد تین حصص رہ گئے اور لڑکیوں کی تعداد چھ ہے تین اور چھ میں توافق بانٹت ہے اس لیے چھ کے ٹلٹ یعنی دو کو اصل مسئلہ یعنی ۴ میں ضرب دیکر حاصل ضرب آٹھ کو تصحیح مسئلہ کر دیا جس میں سے چوتھائی حصہ شوہر کو اور باقی ماندہ چھ حصص میں سے ہر بیٹی کو ایک ایک حصہ دلایا۔

تنبیہ: اگر چہ تین اور چھ میں تداخل بھی ہے لیکن تداخل اور توافق کا حکم ایک ہے بڑا عدد بھی چھ ہی ہے۔ جس کے ٹلٹ $\frac{1}{2}$ یعنی دو کو اصل مسئلہ ۴ میں ضرب دینے سے ۸ حاصل ہوتا ہے۔

دوسری صورت تباہی کی مثال جیسے

اصل ۴ بعد از رد ۲

می

شوہر ہلاکیاں

شوہر کے حصہ $\frac{4}{1}$ کا عدد چار تھا جس میں سے ایک حصہ اس کو دلانے کے

بعد تین حصے بچ گئے اور تعداد لڑکیوں کی پانچ ہے تین اور پانچ میں بتائن ہے۔ پانچ کو اصل مسئلہ یعنی چار میں ضرب دیکر حاصل ضرب میں کو صحیح مسئلہ قرار دیا جس میں سے $\frac{1}{2}$ جو کہ پانچ ہے شوہر کو دیئے اور بھاتی پندرہ میں سے ہر ایک لڑکی کو تین دیئے گئے۔

(دفعہ ۵)

نسبت اعداد:۔ ورثاء کو جو حصے ملتے ہیں اکثر اوقات ان کی تقسیم میں برابری نہ ہونے کی وجہ سے صحیح یعنی ایسا عدد حاصل کرنا پڑتا ہے جس میں سے تمام ورثاء کے حصے اس طور پر نکلے جو تمام ورثاء پر ٹھیک طور پر تقسیم ہو ایسی صورت میں علم حساب کے چند قواعد کا جاننا ضروری ہوتا ہے۔
متماثلین:۔ مثلاً نسبت اعداد۔ دو عدد اگر باہم ایک دوسرے کی مثال ہو مثلاً دو اور دو یا چار اور چار تو ان کی باہمی نسبت کا نام تماثل ہے اور یہ دونوں عدد متماثلین کہلاتے ہیں

تداخل:۔ اور اگر ان دونوں اعداد میں سے ایک عدد بڑا ہو اور ایک چھوٹا اور بڑا عدد چھوٹے پر بلا کسر ٹھیک تقسیم ہو سکے جیسے چار اور آٹھ یا چار اور بارہ $\frac{1}{2}$ تو ان کی نسبت باہمی کا نام تداخل ہے۔

توافق:۔ اور اگر بڑا عدد چھوٹے پر ٹھیک تقسیم نہ ہو سکے لیکن تیسرا عدد ایسا

ہے۔ جس پر دونوں عدد ٹھیک بلا کسر تقسیم ہو سکتے ہیں جیسے چھ اور نو جو کہ

دونوں تیسرے عدد یعنی تین پر ٹھیک تقسیم ہو سکتے ہیں تو ایسے دو عددوں کی نسبت باہمی کو توافق کہا جاتا ہے۔

جزء وفق:۔ اور تیسرے عدد کو جزء وفق کہا جاتا ہے۔

بتائن:۔ اور وہ عدد جس کسر کا مخرج ہے اس کے اعتبار سے اس نسبت کا نام

رکھا جاتا ہے تین چونکہ ٹکٹ کا مخرج ہے تو موافقت بالٹکٹ ہوئی اور اگر یہ

دونوں عدد ایسے ہوں کہ نہ بڑا چھوٹے پر ٹھیک تقسیم ہو سکے اور نہ کوئی تیسرا

عدد ایسا مل سکے جن پر یہ دونوں ٹھیک تقسیم ہو سکیں تو ان دونوں عددوں کی

باہمی نسبت کو بتائن کہا جاتا ہے جیسے پانچ اور سات۔

فصل پنجم

مناسخہ کے بیان میں

(۱)

مناسخہ نسخ سے ماخوذ ہے جس کے معنی ازالہ اور تغیر کے ہیں۔ تقسیم ترکہ سے قبل جب بعض ورثاء فوت ہو جاتے ہیں تو ان فوت شدہ ورثاء کے وہ حصص جو ترکہ میں ان کا حق تھا وہ ان کے ورثاء کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جس سے ان حصص کا اصل مستحق تبدیل ہو کر دوسرے ورثاء نے ان کی جگہ لے لی اسی تبدیلی کا نام مناسخہ ہے۔

مناسخہ بنانے کا طریقہ یہ ہے کہ پہلے کاغذ پر عرضاً ایک لکیر کھینچو اور اس کے آخری سرے پر میت اول کا نام لکھو اور لکیر کے نیچے ان ورثاء کے نام لکھو جو کہ میت اول کی موت کے وقت موجود تھے اس میت اول کے حصص ذوی الفروض کے مطابق تصحیح بنا کر ہر ایک کا حصہ اس کے نام کے نیچے لکھ دو بعد ازاں میت اول کے ورثاء میں سے جو پہلے فوت ہو چکا ہے ایک دوسری لکیر متوازی کھینچ کر اس دوسری لکیر کے آخری سرے پر اس دوسرے میت کا نام اور مانی الید یعنی میت اول سے اس کے حاصل کردہ حصہ کی مقدار لکھ دو اور میت دوم کی موت کے وقت اس کے جو ورثاء موجود تھے اس دوم لکیر کے نیچے ان کے نام جدا جدا لکھ دو اور اس میت ثانی کی بھی میت اول کی طرح تصحیح بنا کر ہر وارث کے نیچے اس کا حصہ لکھ دو اب میت ثانی کی تصحیح اور اس کے مانی الید یعنی حصہ حاصل کردہ میں نسبت دیکھو اگر ان میں

نسبت متماثل ہے تو دونوں مسئلوں کو تصحیح اول سے درست شدہ تصور کرو۔ اور اگر تصحیح ثانی اور مانی الید میں تداعلی یا توافق ہو۔ تو تصحیح ثانی کے جزو وفق کو تصحیح اول میں ضرب دو اور حاصل ضرب کو دونوں مسئلوں کی تصحیح سمجھو اس تصحیح سے دونوں میثوں کے ورثاء کو ان کے حصے اس طرح دو کہ میت اول کے ورثاء کو اپنی تصحیح سے جو حصے ملے تھے ان کو جدا جدا تصحیح دوم کے وفق میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو ان کا حصہ سمجھ کر ان کے نام کے نیچے لکھ دو اور میت ثانی کے ورثاء کو اپنی تصحیح سے جو حصے ملے تھے ان کو جدا جدا مانی الید کے وفق میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو ان کا حصہ سمجھ کر ان کے نام کے نیچے لکھ دو اور اگر تصحیح ثانی اور مانی الید میں نسبت تباؤں ہو تو میت ثانی کی کل تصحیح کو میت اول کی کل تصحیح میں ضرب دو اور حاصل ضرب کو دونوں مسئلوں کی مجموعی تصحیح سمجھ لو اس تصحیح سے اب دونوں میثوں کے ورثاء کو ان کے حصے اسی طرح دو کہ میت اول کے ورثاء کو اپنی تصحیح سے جو حصے ملے تھے ان کو الگ الگ کل تصحیح ثانی میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو ان کا حصہ سمجھ کر ان کے نام کے نیچے لکھ دو۔ اور میت ثانی کے ورثاء کو جو حصے اپنی تصحیح سے ملے تھے ان کو جدا جدا کل مانی الید میں ضرب دو اور حاصل ضرب کو ان کا حصہ سمجھ کر ان کے نام کے نیچے لکھ دو اب علی ہذا القیاس اس مجموعی تصحیح کو ایک تصحیح اور دونوں میثوں کے ورثاء کو ایک ایک وارث اور دونوں میثوں کو ایک میت قرار دیتے ہوئے تیسری لکیر میت سوم کے لیے کھینچو اور اس کی موت کے وقت کے جو ورثاء تھے نیچے ان کے نام لکھ دو اور اس تیسرے میت کی بھی تصحیح بنا کر اس میں سے ہر وارث کا حصہ اس کے نام کے نیچے لکھ دو پھر اس میت ثالث کی تصحیح اور اس کے مانی الید میں نسبت دیکھو اگر متماثل ہے تو مجموعی سابق تصحیح کو ہر سہ مسائل کی تصحیح سمجھو اور اگر

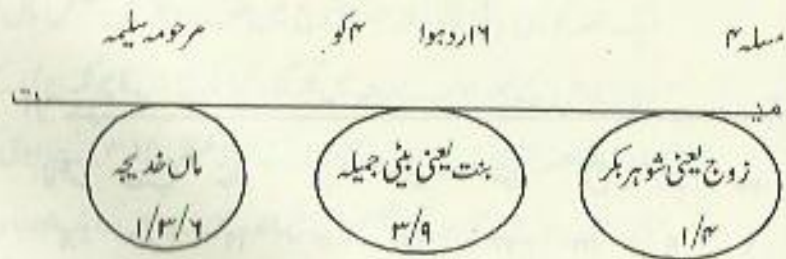
توافق ہے تو وفق تصحیح ثالث کو اور اگر تباؤں ہے تو کل تصحیح ثالث کو پہلی مجموعی تصحیح میں ضرب دو اور حاصل ضرب کو ہر سہ مسائل کی تصحیح سمجھ لو پھر اس تصحیح میں سے ہر سہ اموات کے ورثاء کو اس طرح حصے دو کہ میت اول و دوم کے ورثاء کے حصول کو وفق تصحیح ثالث میں اور بصورت تباؤں کل تصحیح ثالث میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو ان کا حصہ تصور کر کے ان کے نام کے نیچے لکھ دو اور میت ثالث کے ورثاء کے حصوں کو بصورت توافق وفق مانی الید اور بصورت تباؤں کل مانی الید میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو ان کا حصہ تصور کر کے ان کے نام کے نیچے درج کر دو علی ہذا القیاس میت چہارم و پنجم آخر تک۔

تمثیلات مناسخہ

تصویر نمبر ۱۲۸

تصویر نمبر ۳۲

تصویر نمبر ۱۶



مسئلہ ۳ تماثل مرحوم بکر مافی الید نمبر ۴

مید	زوجه فاطمہ	ماں نسیب	باپ خالد
۱/۸	۱/۲/۸	۲/۳/۱۶	

مسئلہ ۲/۶ توافق بالثلاث مرحومہ جلیلہ مافی الید ۳/۹

مید	جدہ خدیجہ	بٹی رقیہ	بیٹا حامد	منصور بیٹا
۱/۳	۱/۳/۱۲	۱/۶/۲	۲/۶/۲۳	

مسئلہ ۶ تباہن مرحومہ خدیجہ مافی الید ۹

مید	زوج مصلح	بھائی زاہد	بھائی عابد
۱/۲/۱۸	۱/۹	۱/۹	

الاحد

فاطمہ	نسیب	خالد	رقیہ	حامد	منصور	مصلح	زاہد	عابد
۸	۸	۱۶	۱۲	۲۳	۲۳	۱۸	۹	۹

تشریح:-

سلیمہ کے ورثاء میں شوہر یعنی بکر کا چوتھائی حصہ ماں کے چھٹا کے ساتھ جمع ہونے کی وجہ سے مسئلہ بارہ سے بنتا چاہئے تھا لیکن بعد از تقسیم ورثاء مذکورہ پر ایک حصہ بارہ میں سے بچ جاتا تھا جس کا لینے والا عصبہ نہ تھا اس لیے مسئلہ کو اس طور پر رد یہ بنا دیا گیا کہ شوہر پر چونکہ رو نہیں کیا جاتا اس لیے شوہر کے حصہ کے کم از کم مخرج یعنی عدد جو کہ (۴) ہے اس سے مسئلہ بنایا چار سے ایک حصہ شوہر کو دلانے کے بعد تین حصص باقی رہ گئے پھر مسئلہ ان ورثاء کا بنایا جن پر رد ہوتا ہے۔ بیٹی اور ماں کے حصص چار تھے اور شوہر سے باقی ماندہ حصص تین جو ان پر درست تقسیم نہیں ہو سکے اسی بنا پر مستحق رد ورثاء کے مسئلہ کو یعنی چار کو غیر مستحق رد وارث کے مسئلہ کے مخرج جو کہ چار ہے اس میں ضرب دیا تو سولہ (۱۶) ہوا زوج کا حصہ جو کہ ایک تھا اس کو مستحق رد کے مسئلہ میں ضرب دیکر چار ہوا وہ زوج کو دیا اور بیٹی کے حصہ ۳ کو زوج سے باقی ماندہ تین حصص میں ضرب دیکر نو (۹) حصص بیٹی کو دیئے اور ماں کے ایک حصہ کو تین باقی ماندہ از حصہ زوج میں ضرب دیکر تین حصص ماں کو دلائے اس کے بعد دوسرے درجہ میں بکر گذر گیا بکر کی ماں کا چونکہ بیوی کے بعد تہائی حصہ تھا اس لیے بیوی کے حصہ کے کم از کم مخرج (۳) سے بیوی کو ایک حصہ دلانے کے بعد تین حصص یا باقی ماندہ میں سے ماں کو ایک اور باپ کو دو حصے دلائے گئے اب صحیح چار اور مافی الید چار کے درمیان نسبت تماثل

ہوئی اس لیے وہی قسح اول سولہ (۱۶) دونوں مٹیوں کی قسح تسلیم کر لی گئی۔
 تیسرے درجے پر بیٹی یعنی جمیلہ گذر گئی جمیلہ کی جدہ ذوی الفروض سے ہو کر
 اس کا حصہ چھٹا تھا اس لیے چھ سے مسئلہ بنا اس کا حصہ دلانے کے بعد پانچ
 حصے رہ گئے جو ایک بیٹی اور دو بیٹیوں پر ٹھیک تقسیم ہوئے اب اس چھ کی قسح
 اور مافی الید جو کہ نو (۹) ہے ان میں باہم نسبت توافق باثلث ہے تو قسح
 ثالث کے وفق یعنی ثلث جو کہ دو ہے اوپر کی بڑی قسح جو کہ سولہ (۱۶) ہے
 اس میں ضرب دیکر حاصل ضرب جو کہ ۳۲ ہے اس کو قسح تسلیم کیا اور تیسرے
 میت کے ورثاء کے سوا اوپر جتنے ورثاء تھے ان کے حصوں کو قسح سوم کے وفق
 یعنی (۲) میں جدا جدا ضرب دیکر حاصل ضرب کو ہر وارث کے نام کے نیچے
 لکھتے گئے اور اس تیسرے میت جمیلہ کے ورثاء کے حصول کو وفق مافی الید
 تین میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو ہر ہر وارث کے نیچے لکھتے گئے اب
 چوتھے درجے میں خدیجہ گذر گئی جس کا مافی الید اول سے چھ اور دوم سے تین
 کل نو (۹) ہے اور زوج کا حصہ نصف ہے اس لیے مسئلہ دو سے ہوا زوج کو
 ایک حصہ دو میں سے دلانے کے بعد ایک بچا جو بھائیوں پر درست تقسیم نہیں
 ہو سکتا اس لیے بھائیوں کے رؤس دو کو اصل مسئلہ میں ضرب دیکر چار ہوا
 جس سے شوہر کو دو اور ہر ایک بھائی کو ایک حصہ ملا اب اس چوتھی قسح اور
 چہارم میت کے حاصل کردہ حصہ نو (۹) میں جائن ہے لہذا کل قسح (۱۳) کو
 اصل مسئلہ (۳۲) میں ضرب دیکر حاصل ضرب (۱۲۸) ہوا جو چاروں مٹیوں

سے مسائل کی قسح ہوئی جس کو آخری میت کے ورثاء کو چھوڑ کر اوپر کے جتنے
 زندہ ورثاء تھے ان میں سے ہر ایک ایک کے حصہ کو جدا جدا کل قسح چہار (۴)
 میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو اس کا حصہ قرار دیکر اس کے نام کے نیچے لکھ
 دیا اور اس آخری میت کے ورثاء کو جو حصے اپنی قسح سے ملے تھے ان میں سے
 ہر ایک کے حصہ کو جدا جدا حاصل کردہ حصہ میت چار میں ضرب دیکر حاصل
 ضرب کو ان کے ناموں کے نیچے لکھ دیا پھر اس آخری بڑی قسح کے تمام
 حصوں جو زندہ ورثاء میں تقسیم ہوئے تھے ان سب کو یکجائی طور پر الا حیاء کی
 فہرست میں جمع کر دیا۔ (سراجی)

فصل ششم

قوانین تصحیح کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تصحیح سے مراد سب سے چھوٹا ایسا عدد مقرر کرنا ہے جس سے تمام مستحقین کے حصے بلا کسر ٹھیک طور پر تقسیم ہو سکے تصحیح کے لیے کل سات قاعدے مقرر ہیں۔ پہلے تین قاعدے ورثاء کی تعداد تفردی یعنی رؤس اور ان کے حصص کے درمیان میں اور پچھلے چار قاعدے مختلف نوعیت کے ورثاء کے درمیان میں تفصیل حسب ذیل ہے۔

(دفعہ ۲)

اگر پیش آمدہ مسئلے میں ورثاء کے ہر گروہ کے حصص ان کی تعداد رؤس پر ٹھیک بلا کسر تقسیم ہو تو مسئلہ تصحیح شدہ تسلیم کرو جیسے

۶

میا	۱	۱	۱
بیٹیاں چار	۱	۱	۱
ماں	۱	۱	۱
باپ	۱	۱	۱

اور اگر مسئلہ عائد ہو تو عول صحیح سمجھو جیسے

اصل ۶ عول ۷

میہ

شوہر

حقیقی بہنیں

۳

۴

(دفعہ ۳)

اگر مسئلہ میں ورثاء کے صرف ایک گروہ اور فریق پر ان کے حصص ٹھیک بلا کسر تقسیم نہ ہوں اور ان کی تعداد روس اور حصص میں توافق ہو تو روس کے وفق کو اصل مسئلہ میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو صحیح سمجھو جیسے (سراجی صفحہ ۲۲)

۶ پھر ۱۸

مضروب ۳

میہ

بیٹیاں ۶ عدد (۴/۱۲) ماں (۱/۳) باپ (۱/۳)

بیٹیوں کا حصہ چھ میں سے دو تہائی ہے جو کہ چار ہے۔ اور بیٹیوں کی تعداد (۶) میں توافق بال نصف ہے چھ کے نصف تین کو اصل مسئلہ (۶) میں ضرب دیکر حاصل ضرب (۱۸) صحیح سلیم ہوئی پھر ہر وارث کے سابق حصص کو اسی مضروب یعنی تین میں ضرب دیکر ان کے نام کے نیچے حاصل ضرب کو لکھتے گئے یہ (۱۸) میں سے ہر وارث کا حصہ ہوا۔

اور اگر مسئلہ عائد ہو تو عول میں ضرب دو جیسے

اصل ۶ عول ۷

۲۱

میہ

شوہر (۳/۹) بہنیں (۴/۱۲) ۶ عدد

بہنوں کے ثلثان ۲/۳ جو کہ اصل مسئلہ چھ میں سے چار تھے اس کی بہنوں کی چھ کے ساتھ نسبت توافق بال نصف ہے اس لیے روس کے نصف تین کو عول میں جو کہ (۷) ہے ضرب دیکر حاصل ضرب (۲۱) کو صحیح قرار دیا اور ہر وارث کے سابق حصہ کو مضروب مسئلہ تین میں ضرب دیکر صحیح (۲۱) میں سے حاصل ضرب کو اس وارث کا حصہ قرار دیا۔

(دفعہ ۴)

اگر حصص اور ورثاء میں صرف ایک فریق پر کسر ہو اور حصص اور عدد روس میں تباہ ہو تو کل تعداد روس کو اصل مسئلہ میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو صحیح سمجھو جیسے

اصل ۶ ۱۸ مضروب ۳

میہ

بیٹیاں ۳ عدد (۴/۱۲) ماں (۱/۳) باپ (۱/۳)

بیٹیوں کے حصص چار اور ان کی تعداد تین میں تباہ تھا لہذا تین کو اصل مسئلہ

کو اصل مسئلہ (۱۲) میں ضرب دیکر تصحیح حاصل ضرب (۱۳۳) کو تصحیح قرار حصہ دیا اور سابق حصہ ہر فریق کو مضروب مسئلہ (۱۲) میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو اس فریق کا حصہ قرار دیا اور اگر مسئلہ عائد ہو تو بڑے عدد رؤس کو عمل مسئلہ میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو تصحیح تسلیم کیا جائے گا جیسے میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو تصحیح تسلیم کیا جائے گا جیسے

$$\begin{array}{r} ۶ \text{ عول } ۸ \\ \hline ۳۸ \\ \hline \text{مضروب } ۶ \end{array}$$

شہر (۳/۱۸) جدات ۶ (۱/۶) اخوات ۳ (۴/۲۳)

(دفعہ ۷)

اگر مسئلہ میں دو یا دو سے زائد فریق پر تقسیم سہام میں کسر ہو اور ان کسروا لے فریق کی تعداد رؤس میں باہم توافق ہو تو ایک فریق کے وفق رؤس کو دوسرے فریق کے کل رؤس میں ضرب دیکر اس حاصل ضرب اور ما بعد فریق کے عدد میں بھی اگر توافق ہو تو ایک کے وفق کو دوسرے کے کل میں اور اگر تباہن ہو تو ایک کے کل کو دوسرے کے کل میں ضرب دو اسی طرح جب جملہ اعداد رؤس میں یہ عمل ختم ہو جائے تو آخری حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دیکر حاصل ضرب کو تصحیح سمجھو۔ جیسے

۱۲ | ۳۳۲ | مضروب ۳۶

بیویاں ۴ عدد (۳/۱۰۸) جدات ۹ (۲/۷۲) اخوات ۳ (۴/۲۳) ربح اور سدس جمع ہوئے۔

مسئلہ (۱۲) سے ہوا لیکن اس تصحیح سے تینوں فریق کے سہام تعداد رؤس پر بلا کسر تقسیم نہیں ہوتے اب تعداد رؤس یہ ہے ۶-۹-۱۲۔ اب چونکہ چار (۴) اور نو (۹) میں تباہن تھا آپس میں ضرب دیا گیا ۳۶ حاصل ضرب ہوا جس کو باقی ماندہ رؤس کی تعداد (۶) کے ساتھ توافق باسدس ہے۔ چھ (۶) کا سدس جو ایک ہے اس کو (۳۶) میں ضرب دینے سے (۳۶) حاصل ہوا جس کو اصل مسئلہ (۱۲) میں ضرب دینے سے (۳۳۲) حاصل ہوا پھر ہر فریق کے سابق حصہ کو مضروب یعنی (۳۶) میں ضرب دیکر اس کے نام کے نیچے لکھ دیا۔

اگر مسئلہ عائد ہو عمل میں ضرب دو۔

$$\begin{array}{r} ۱۲ \text{ عول } ۱۳ \\ \hline ۳۶۸ \\ \hline \text{مضروب } ۳۶ \end{array}$$

بیویاں ۴ عدد (۳/۱۰۸) بنیں ۹ (۸/۲۸۸) جدات ۱۲ (۲/۷۲)

تباہن تھا آپس میں ضرب دیکر (۳۶) حاصل ہوا جس کو رؤس جدات (۱۲) کے ساتھ نسبت مداخل ہے اس نے بڑے عدد (۳۶) کو لیکر عمل یعنی (۱۳) میں ضرب دیا حاصل ضرب (۳۶۸) تصحیح ہوئی۔

اگر مسئلہ میں دو یا زائد فریق پر کسر ہو اور کسر والے تمام رؤس کی تعداد میں تباؤ ہو تو ایک فریق کی تعداد رؤس کو دوسرے فریق کی تعداد رؤس میں ضرب دو حاصل ضرب اور تیسرے فریق کی تعداد میں اگر تباؤ ہو تو حاصل ضرب کو کل تعداد فریق سوم میں اور اگر توافق ہو تو وفق میں ضرب دو اس طرح جب کاروائی تمام اعداد رؤس میں ختم ہو جائے تو آخری حاصل ضرب کو اصل مسئلہ میں ضرب دو اور حاصل ضرب کو صحیح سمجھ لو۔ جیسے

$$\frac{۱۲۳}{۷۲۰} \quad \text{مضروب } ۶۰$$

مید

زوجات ۳ عدد (۱۸۰/۳۰) ۶۰ جہات ۳ (۳۰/۱۲۰) ۱۲۱ (۴۲۰/۷۰) ۸۳
تینوں اعداد رؤس ۳-۵-۱۲ میں باہم تباؤ تھا اول کو دوم میں ضرب دینے سے (۱۲) حاصل ہوا اس کو (۵) کے ساتھ تباؤ تھا ضرب دیکر ساٹھ (۶۰) حاصل ہوا جس کو اصل مسئلہ (۱۲) میں ضرب دینے سے (۷۲۰) حاصل ہوا یہی صحیح ہے اور اگر عائد ہو تو غول میں ضرب دی جائے۔

$$\frac{۱۲۳}{۷۲۰} \quad \text{مضروب } ۶۰$$

مید

زوجات ۳ عدد (۱۸۰/۳۰) ۶۰ اخوات ۳ (۳۰/۱۲۰) ۱۲۱ جہات ۳ (۴۲۰/۷۰) ۸۳
(کل ذلک من السراجی)

مخارج کے بیان میں

(دفعہ ۱)

کتاب اللہ میں ورثاء ذوی الفروض کے حصص کی دو قسمیں ہیں نصف ۱/۲ ربح ۱/۴ اثمن ۱/۸ ایہ ایک قسم ہے۔ دوسری قسم ثلث ۱/۳ اثلثان ۲/۳ سدس ۱/۶ کے ان چھ حصص میں سے اگر صرف ایک حصہ آجائے تو اسی کے نام کے مطابق مخرج یعنی عدد تقسیمی لیا جائے گا مثلاً نصف کے لیے دو ربح کے لیے چار۔ ثمن کے لیے آٹھ ثلث یا اثلثان کے لیے تین۔ سدس کے لیے چھ اور اگر ایک ہی قسم میں سے دو یا تین حصص جمع ہو جائیں تو جو سب سے بڑا عدد ہو اسی کو مخرج مقرر کیا جائے گا مثلاً نصف و ربح و ثمن میں آٹھ اور سدس اور ثلث میں چھ لیے جائیں گے اور اگر دونوں قسمیں کسی مسئلہ میں جمع ہو جائیں تو اول قسم میں سے نصف اگر دوسری قسم کے کل یا بعض کے ساتھ

جمع ہو تو مخرج مسئلہ (۶) ہوگا اور اگر ربع دوسری قسم کے کل یا بعض کے ساتھ آجائے تو مخرج مسئلہ بارہ (۱۲) ہوگا اور اگر اول قسم میں سے ثمن دوسری قسم کے کل یا بعض کے ساتھ جمع ہو جائے تو مخرج مسئلہ ۲۴ ہوگا یا درکھو کہ میراث کے کسی مسئلہ کی ابتدائی تصحیح ان سات اعداد سے باہر نہ ہوگی ۲-۳-۴-۶-۸-۱۲-۲۴ ہاں عول کی صورت میں زیادتی ہو سکتی ہے اور رد کی صورت میں کمی جس کی تحقیق عول ورد کے بیان میں گذر گئی ہے۔

(سراجی)

فصل اول

قوانین عدلیہ کے بیان میں

(دفعہ ۱)

تقریف دعویٰ:۔ حاکم یا ثالث کے سامنے کسی شخص کا اپنے ایسے معلوم حق کا مطالبہ کرنا جو کسی دوسرے شخص کے ذمہ ہو دعویٰ کہلاتا ہے۔ دعویٰ جب شرعی قانون کے مطابق صحیح ہو تو حاکم کے ذمہ فرض ہو جاتا ہے کہ مدعی علیہ سے اس کا جواب دعویٰ طلب کرے اور اگر مدعی علیہ منکر ہو تو مدعی کی پیش کردہ شہادت کی سماعت کرے اور اگر شہادت موجود نہ ہو تو مدعی علیہ کو قسم ادا کرے۔
(الاصول القضائية فی المرافعات الشرعیہ)

(دفعہ ۲)

دعویٰ کی صحت کے لیے مندرجہ ذیل شرائط کا تحقق ضروری ہے ورنہ دعویٰ صحیح نہیں اس لیے متذکرہ صدر احکام اس پر مرتب نہ ہو گئے وہ شرائط یہ ہیں۔

۱۔ یہ صاحبین کا مذہب ہے امام صاحب کے نزدیک وکیل کے ذریعہ دعویٰ دائر کرنا بلا عذر منقول درست نہیں۔ (صفحہ ۲۹۰ عالمگیری)

- ۱۔ صحت دعویٰ کے لیے یہ ضروری شرط ہے کہ مدعی عاقل ہو بناء برین مجنون اور صغیر غیر عاقل کا دعویٰ صحیح نہیں۔
- ۲۔ مدعی جس چیز کا دعویٰ کرے یہ ضروری ہے کہ وہ معلوم اور متعین ہو مجہول چیز کا دعویٰ صحیح نہیں۔
- ۳۔ دعویٰ عدالت حاکم یا عدالت ثالثی کے سامنے ہو خارج از عدالت صحیح نہیں۔
- ۴۔ دعویٰ خود مدعی کی زبان یا تحریر سے ہو یا اس کے وکیل کی تقریر یا تحریر سے ایک غیر متعلق شخص جو نہ دعویٰ کا اصل ہونہ وکیل اس کا دعویٰ قابل سماعت نہیں۔
- ۵۔ صحت دعویٰ کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ جس امر کا دعویٰ کیا جا رہا ہے وہ عقل یا عادت کے بموجب ایک غیر ممکن امر نہ ہو ورنہ دعویٰ صحیح نہیں مثلاً کسی معروف مفلس شخص کا کسی کے برخلاف لاکھوں روپے امانت کا دعویٰ کرنا یا کسی شخص کا کسی دوسرے شخص پر جو اس کا ہم عمر ہے یا اس سے بڑا ہے یہ دعویٰ کرنا کہ وہ اس کا بیٹا ہے درست نہیں کیونکہ پہلا دعویٰ عادت اور دوسرا عقل کے خلاف ہے۔

(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۳)

دعویٰ کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ وہ ایسا ہو کہ جس سے مدعی علیہ کے ذمہ کسی حق کا لزوم ثابت ہوتا ہو ورنہ درست نہیں۔ مثلاً اگر زید نے کسی شخص مثلاً عمرو پر یہ دعویٰ کیا کہ وہ اس کا وکیل ہے تو یہ صحیح نہیں کیونکہ عمرو جب چاہے اس کی وکالت ختم کر سکتا ہے۔ اس لیے دعویٰ قابل سماعت نہیں اسی طرح اگر زید نے عمرو پر اگر غیر مقبوض ہبہ کا دعویٰ کیا تو یہ بھی قابل سماعت نہیں کیونکہ یہ دعویٰ اگر ثابت بھی ہو تو شرعی قانون کے پیش نظر مدعا علیہ غیر مقبوض ہبہ سے رجوع کر کے اس کو ختم کر سکتا ہے جس سے تقدیر ثبوت دعویٰ بھی مدعی علیہ کے ذمہ کوئی واجب الطلب حق باقی نہیں رہتا۔

دعویٰ کی صحت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اس میں تضاد اور تناقض نہ ہو۔

(دفعہ ۴)

مجهول دعویٰ کی استثنائی صورتیں:-

ان صورتوں میں مجهول دعویٰ درست ہے۔

۱۔ ایک ایسی غصب شدہ چیز جس کا موجود ہونا یا نہ ہونا معلوم نہ ہو۔

اس کا دعویٰ بعد ذکر قیمت درست ہے اور تعیین قیمت پر شہادت

نہ ہونے کی صورت میں قسم کے بعد غاصب کے قول کے مطابق

دربارہ تعیین قیمت فیصلہ کیا جائے گا۔

۲۔ اگر زید نے عمرو کے پاس کوئی چیز گروی رکھی تو زید کا دعویٰ چل سکتا

ہے اگرچہ وہ مرہون چیز کی قیمت نہ بتلا سکے لیکن تعیین قیمت کا

فیصلہ بعد از قسم مرتہن کے قول کے مطابق ہوگا بشرطیکہ منجانب مدعی

تعیین قیمت کے لیے شہادت موجود نہ ہو۔

۳۔ اگر زید نے بکر کے متعلق دعویٰ کیا کہ اس نے مجھے ایک نامعلوم

۱۔ اس کا۔ یعنی اس کا دعویٰ درست ہے جبکہ مقصود یہ چیز کی قیمت بیان کر دے اگر متعین ہو چکی تھی اور اگر

غاصب اس کی بیان کردہ قیمت کو تسلیم نہ کرے تو مالک گواہ پیش کرے گا اور شہادت نہ ہونے کی صورت

میں۔

فائدہ:- بعض کے نزدیک مذکورہ بالا دعویٰ میں ذکر قیمت بھی ضروری نہیں اور یہی رائج ہے۔ ہاں اگر کسی

شی بلاک شدہ کے متعلق غصب وغیرہ کا دعویٰ کیا جا رہا ہے تو بیان قیمت و نوع وغیرہ ضروری ہوگا۔

(کذا فی البحر مع السخ ص ۲۱۵ جلد ۷)

۲۔ کذا فی البحر مع السخ ص ۲۱۳ جلد ۷ مع حواشی۔

المقدار چیز مثلاً گندم بطور وصیت دی ہے اور زید کے پاس تعین

مقدار گندم کی شہادت موجود نہ ہو تو ورثاء بکر کے قول کے مطابق

بعد از حلف مقدار گندم کا فیصلہ کیا جائے گا جبکہ گندم کی نفس

وصیت فریقین کے ہاں مسلم ہو صرف مقدار میں اختلاف ہو۔

۴۔ زید نے اگر خالد پر یہ دعویٰ کیا کہ اس نے میرے حق کا اقرار کیا

لیکن وہ اس حق کی وضاحت نہ کر سکے تو خالد کو مجبور کیا جائے گا

کہ وہ حلفیہ اس حق کی تشریح کر دے اور اسی کے مطابق فیصلہ کیا

جائے گا بشرطیکہ مطلق حق کا اقرار ہر دو فریق تسلیم کرتے ہوں اور

تعیین کے متعلق کوئی ثبوت نہ ہو۔ (صفحہ ۲۳۰ جلد ۳ ہدایہ)

۵۔ اسی طرح اگر زید کسی مدعا علیہ کی نسبت یہ کہہ دے کہ اس نے مجھ

کو اپنے حق سے بری کر دیا ہے اور ابراہم کو مدعا علیہ بھی تسلیم کرتا ہو

تو بلا تعیین یہی ابراہم درست ۲ ہے۔

۶۔ اگر کوئی شخص فہمیدگی حساب کے سلسلے میں نامعلوم المقدار رقم کا

دعویٰ کرے تو دعویٰ صحیح ہے اور قابل سماعت ہے۔

(الاصول القصائید)

۷۔ دعویٰ کی صحت کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ مدعی کہہ دے کہ

۱۔ کذا فی البحر مع السخ ص ۲۱۳ جلد ۷ مع حواشی۔

۲۔ کذا فی حاشیۃ البحر مع السخ ص ۲۱۳ جلد ۵۔

مدعی بہ چیز مدعی علیہ کے قبضہ میں ہے اور مدعی اس کو طلب کرتا ہے اور میراث کے دعویٰ میں یہ ضروری ہے کہ مدعی یہ کہدے کہ میراث مورث مرگیا ہے اور زید دعویٰ چیز اس نے مدعی کے لیے بطور میراث چھوڑ دی ہے۔ (کنز الدائق)

(دفعہ ۵)

متناقص دعویٰ چند صورتوں میں درست اور قابل سماعت ہے۔

۱۔ ایسے امر کا دعویٰ جس کا سبب مدعی سے مخفی ہو۔ مثلاً ایک عورت کا کسی شخص کے متعلق ایک معین تاریخ میں یہ اقرار کرنا کہ وہ اس کا شوہر ہے اور پھر اس عورت کا یہ دعویٰ کرنا کہ اس تاریخ مذکور سے قبل اس نے اس کو طلاق دی ہے یہ درست ہے کیونکہ طلاق دینا صرف شوہر کا فعل ہے جو زوجہ مدعیہ سے مخفی رہ سکتا ہے اس لیے ممکن ہے کہ اقرار زوجیت کے وقت عورت کو طلاق کا علم نہ ہو۔ (الاصول التضاویۃ)

۲۔ اگر مدعی نے متناقص دعویٰ کر دیا لیکن مدعی علیہ کی تصدیق سے تناقص زائل ہوا تو ایسا دعویٰ درست اور قابل سماعت ہے مثلاً مدعی نے زید پر مبلغ ایک ہزار کی رقم کا بطور قرض دعویٰ کر دیا لیکن بعد میں مدعی نے اقرار کیا کہ مذکورہ رقم بطور زرخمانت زید سے

واجب الطلب ہے اور زید نے بھی تصدیق کر دی تو تناقص زائل ہو کر دعویٰ صحیح ہوا۔ (حوالہ مذکورہ)

۳۔ اس طرح اگر مدعی کے دعویٰ کے متناقص اجزاء میں اگر تطبیق ممکن ہو یا حکم حاکم سے ایک جز کی تکذیب ہو چکی ہو تو ان دونوں صورتوں میں دعویٰ کا تناقص زائل ہو کر دعویٰ قابل سماعت بن جاتا ہے۔

حکم حاکم سے تکذیب کی مثال یہ ہے کہ زید نے عمرو سے گھوڑا سو روپیہ میں خریدا جس پر بکر نے یہ دعویٰ کیا کہ گھوڑا میرا ہے زید مشتری نے انکار کیا جس پر حاکم نے بعد ثبوت فیصلہ بکر کے حق میں کر دیا اور زید نے واپسی زر ثمن ایک سو کا دعویٰ بائع عمرو کے برخلاف کر دیا تو یہ دعویٰ اگرچہ متناقص ہے کیونکہ قبل ازیں وہ گھوڑا کا مالک بائع کو قرار دے چکا تھا اور اب مطالبہ واپسی زر ثمن کی صورت میں اصل مالک مستحق یعنی بکر کو قرار دیتا ہے۔ لیکن بائع کی مالکیت بوجہ حکم عدالت ختم ہو کر تناقص زائل ہوا اس لیے دعویٰ درست ہے۔

(الاصول التضاویۃ)

فصل دوم

تعریفات و متعلقات دعویٰ

(دفعہ ۱)

دعویٰ کرنے والے کو مدعی اور جس شخص پر دعویٰ کیا جا رہا ہو اس کو مدعی علیہ اور جس چیز کا مدعی دعویٰ کر رہا ہے اس چیز کو مدعی بہ کہا جاتا ہے۔

(دفعہ ۲)

زمین کے دعویٰ میں یہ ضروری ہے کہ جن اشخاص کی زمین اس مدعی بہ زمین کے مشرق مغرب شمال جنوب میں واقع ہو دعویٰ میں ان چاروں حدود یا کم از کم تین حدود کو بیان کیا جائے۔ اور ان حدودات کے مالکوں کا نام بھی ذکر کیا جائے تاکہ زیر دعویٰ زمین متعین ہو سکے چوتھی حد کا بیان اگر ترک ہو تو مضائقہ نہیں۔ لیکن اگر ذکر کر دیا لیکن غلط ذکر کیا تو دعویٰ صحیح اور قابل سماعت نہیں۔

(کنز مع البحر، الاصول القضاویہ)

۱۔ ذکر کیا جائے۔ یعنی ایسے طریقہ سے ذکر کیا جائے کہ مالکوں کا بخوبی پتہ چل جائے مع ولدیت اور مع لقب اگر لقب سے مشہور ہوں (خانہ صفحہ ۹۷ جلد ۳)

(دفعہ ۳)

دین اور قرض کے دعویٰ زیر دعویٰ چیز کی (۱) مقدار، (۲) جنس، (۳) نوع اور صفت کو بیان کرنا ضروری ہے اور سبب دین بھی ورنہ دعویٰ صحیح نہیں۔ مثلاً اگر مدعی نے دعویٰ کیا کہ زید پر میرا (۱) دس، (۲) پونڈ، (۳) مصری، (۴) کھرے بطور قرض ہے تو یہ دعویٰ صحیح ہوا کیونکہ اس میں بالترتیب چاروں چیزوں کا بیان ہوا ہے۔ اور اگر پونڈ متعدد ہوں تو جو زیادہ مروج ہو وہی مراد ۲ ہوگا۔

(دفعہ ۴)

منقول ہالک: اگر مدعی کسی تلف شدہ قابل انتقال چیز کا دعویٰ کر رہا ہو تو یہ حقیقت دین کا دعویٰ لہذا زیر دعویٰ چیز کی جنس، عمر، صفت، حلیہ اور قیمت کا بیان کرنا بھی ضروری ہے۔ اور بعض کے نزدیک اس ہالک شدہ چیز کی جنس ذکور و انوث کا بیان کرنا بھی ضروری ۳ ہے۔

(الاصول القضاۃ)

۱۔ عالمگیری صفحہ ۲۹۲ جلد ۳، بحر وغیرہ۔

۲۔

۳۔ عالمگیری صفحہ ۲۹۲، جلد ۳، بحر وغیرہ۔

(دفعہ ۵)

منقول قائم۔ اگر مدعی کسی قابل انتقال موجود چیز کا دعویٰ کر رہا ہو اور وہ چیز ہلکی یعنی گراں بار نہ ہو۔ (مثلاً منگ زعفران یا کپڑا، بندوق وغیرہ) تو دعویٰ شہادت اور حلف کے وقت اس چیز کا عدالت میں حاضر کرنا بھی ضروری ہے تاکہ اسکی طرف اشارہ کیا جاسکے۔ لیکن اگر مدعا علیہ اس امر کو مانتے ہوئے کہ وہ جس چیز پر دعویٰ ہے اس کے پاس ہے لیکن پھر بھی عدالت میں اس کو حاضر کرنے سے انکاری ہو تو اس کو مجبور کیا جائے گا کہ حاضر کرے ورنہ جیل میں رکھا جائے گا۔ الا اس صورت میں کہ مدعا علیہ عدالت میں ثابت کر دے کہ وہ چیز اس کے قبضہ میں نہیں تو پھر احضار کی ضرورت نہیں۔

(حوالہ مذکورہ، خانہ صفحہ ۴۷۱)

(دفعہ ۶)

منقول قائم۔ اگر زیر دعویٰ چیز قابل انتقال ہے اور موجود بھی ہے لیکن گراں بار ہے اور عدالت میں لانا دشوار ہے مثلاً غلہ کا انبار وغیرہ تو اس کو عدالت میں لانے کی ضرورت نہیں بلکہ حاکم خود جا کر یا اپنے معتمد کو گواہاں کے ساتھ بشمول مدعی موقعہ پر بھجوا کر دعویٰ و شہادت کی تکمیل کر دے اور فیصلہ صادر کرادے۔

۱۔ ہند یہ صفحہ ۲۹ جلد ۳۔

(دفعہ ۷)

اگر مدعی نے ایک ایسی قابل انتقال چیز کا دعویٰ کر دیا جس کا موجود ہونا یا تلف کرنا اس کو معلوم نہ ہو اور اس کی جنس اور صفت اور قیمت بیان کر دی تو دعویٰ درست ہے بلکہ غصب اور رہن کے دعویٰ میں اگر قیمت کو بھی بیان نہ کرتے جب بھی دعویٰ درست ہے اور تعین قیمت کے لیے اگر ثبوت میسر نہ ہو تو اس کا فیصلہ مدعا علیہ کے بیان و حلف کے مطابق کر دیا جائے گا۔

فصل سوم

خصم اور غیر خصم کی پہچان وغیرہ
کے بیان میں

(دفعہ ۸)

چونکہ عدالت میں جواب طلبی شہادت کا پیش کرنا انکار کی صورت میں قسم دینا یہ امور اس شخص کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں جو مدعی کا خصم اور مدعا علیہ ہو اس لیے خصم اور غیر خصم کی پہچان بھی ضروری ہے۔ تاکہ خصم کو غیر خصم اور غیر خصم کو خصم نہ بنایا جائے۔ ہم اس سلسلہ میں چھ اصول بیان کرتے ہیں تاکہ قانون شرعی واضح ہو جائے۔

(کتاب الاصول القصائید فی المرافعات الشرعیہ)

(دفعہ ۹)

پہلا اصل یہ ہے کہ وہ شخص کہ جس کا اقرار اور انکار مدعی پر چیز کی نسبت قانوناً درست ہو وہی مقدمہ کا خصم یعنی اصل مدعا علیہ ہے لیکن نابالغ کے مال اور مال وقف میں اگرچہ باپ وصی اور متولی وقف تینوں کا انکار مال صغیر اور مال وقف کے متعلق درست ہے اور اقرار قانوناً درست نہیں لیکن اس کے باوجود

وہ مقدمہ کا خصم اور مدعا علیہ بن سکتے ہیں جن کو اگرچہ حلف بغیر ان کے اپنے کسی فعل کی وجہ سے نہیں دیا جاسکتا لیکن ان کو مدعا علیہ قرار دیکر عدالت شہادت کی سماعت کر سکتی ہے۔ (کتاب الاصول القضائیتہ)

(دفعہ ۳)

دوسرا اصل۔ کسی عین اور ذات کے دعویٰ میں مدعی علیہ یعنی خصم وہ شخص ہوگا جس کے قبضہ میں وہ چیز ہوگی۔ لیکن کسی فعل کے دعویٰ میں (مثلاً غصب سرقہ) وہی شخص مدعا علیہ ہوگا جس پر فعل کا دعویٰ ہو خواہ وہ چیز اس کے قبضہ میں ہو یا نہ ہو مستاجر مرتہن مستعیر اور امین اس مدعی کے خصم اور مدعا علیہ نہیں جس نے ملکیت مطلق کا دعویٰ کیا ہو بلکہ ان مذکورہ اشخاص کے ساتھ اصل مالک کی حاضری ضروری ہے کیونکہ مذکورہ اشخاص کا قبضہ مالکانہ نہیں بلکہ امانت دارانہ ہے۔ (صفحہ ۲۱۴، ۲۱۵ ہدایہ)

(دفعہ ۴)

تیسرا اصل۔ حاضر خصم خواہ مدعی ہو یا مدعی علیہ غیر حاضر کی قائم مقامی کا فرض انجام دے سکتا ہے۔ بشرطیکہ دونوں میں حقوق کا اتصال ہو مثلاً دس آدمیوں کا زید پر قرضہ ہو اور زید نے ان میں سے ایک کی موجودگی میں اپنی مفلسی عدالت میں ثابت کر دی تو باقی قرض خواہوں کا مطالبہ بھی تاوقت غناء زید

ملوثی رہے گا یا ایک مقتول کے متعدد ورثاء میں سے صرف ایک وارث کی موجودگی میں قاتل نے اگر ایک وارث کی نسبت یہ امر شہادت سے ثابت کر دیا کہ اس نے قصاص معاف کر دیا ہے تو یہ معافی سب ورثاء کی موجودگی کے بغیر بھی ثابت شدہ تصور ہوگی علیٰ ہذا القیاس۔ (حوالہ مذکورہ)

چوتھا اصل۔ میراث یا وصایت یعنی سرپرستی کے دعویٰ میں حسب ذیل اشخاص فریق مقدمہ اور خصم بن سکتے ہیں۔

۱۔ میت کا وہ وارث جو پہلے سے مصروف و متعین ہے۔

۲۔ میت کا دائن یعنی وہ شخص جس کا میت پر قرضہ ہو۔

۳۔ میت کا امین اور غاصب۔

۴۔ میت کا مدیون یعنی وہ شخص جس پر میت کا قرضہ ہوگا۔

(حوالہ مذکورہ)

۱۔ میت کے امین اور غاصب کا دعویٰ وصایت میں خصم بننا اس کا حوالہ کتب فقہیہ سے مل نہیں سکا۔ ہاں میت کا وارث اور اس کا قرض خواہ اور مقروض وغیرہ مذکور دعویٰ میں خصم بن سکتے ہیں۔ (عائلیہ صفحہ ۳۰۹ جلد ۳، صفحہ ۱۹۴ جلد ۳ والخصم فی اثبات الوصایۃ وارث المیت او موصی لہ او غیرہم لہ للسمیت علیہ دین او غیرہم علی المیت دین کذا فی القصول العمادیۃ)

پانچواں اصل۔ ایک بالغ عورت پر جب نکاح کا دعویٰ ہو تو وہ بالغہ خود فریق مقدمہ ہے ولی کی ضرورت نہیں خواہ نکاح کا دعویٰ صغریٰ کے وقت سے متعلق ہو یا وقت بلوغ سے لیکن صغیرہ پر اگر نکاح کا دعویٰ کیا جائے تو فریق مقدمہ وہ خود نہیں بلکہ اس کا ولی ہے۔

چھٹا اصل۔ سمجھدار صغیر جس کو خرید و فروخت کی اجازت ہوئی ہو وہ بغیر کسی ولی یا وصی اور سرپرست کے خود فریق مقدمہ بن سکتا ہے۔ مدعی بھی اور مدعی علیہ بھی لیکن اگر وہ صغیر مازون نہ ہو بلکہ مجبور ہو تو وہ خود کسی مقدمہ کا فریق نہیں بن سکتا بلکہ فریق مقدمہ اس کا ولی ہوگا۔ (الاصول القضاۃ)

(دفعہ ۵)

اگر ترکہ میت میں عین کا دعویٰ صرف ایک وارث نے کیا دیگر ورثاء نے نہیں کیا تو اگر دعویٰ مذکورہ اس وارث نے اپنے حق و دیگر ورثاء کے حق دونوں کے لیے دائر کیا ہو تو بعد از ثبوت جو فیصلہ صادر ہوگا اس سے سب ورثاء کا حق ثابت ہو جائے گا۔ دیگر ورثاء کو تجدید دعویٰ کی ضرورت نہیں اور اگر اس نے صرف اپنے حق کے لیے دعویٰ دائر کیا ہو تو اس کے حق میں فیصلہ ہو جانے پر بھی دیگر ورثاء کے لیے جدید ثبوت کی ضرورت ہے۔

(الاصول القضاۃ صفحہ ۳۵، ۳۶ صفحہ ۵۱ جلد ۷)

فصل چہارم

مدعی اور مدعا علیہ کا فرق

اور

دعویٰ زائد المعیاد کے بیان میں

(دفعہ ۱)

مدعی کی پہچان کے لیے شرعی قانون کے مطابق چند علامات ہیں:

- ۱۔ اول یہ کہ مدعی وہ شخص ہے جو اگر مقدمہ چھوڑنا چاہے تو اور اس کو مقدمہ جاری رکھنے پر مجبور نہ کیا جاسکے۔
- ۲۔ دوم یہ کہ زیر دعویٰ چیز جس شخص کے قبضہ میں نہ ہو تو وہی شخص مدعی کہلاتا ہے اور قابض فریق مدعا علیہ ہے۔
- ۳۔ سوم یہ کہ مدعی وہ شخص ہے جو کہ کسی ملک یا حق کا ثابت کرنے والا ہو اور مدعی علیہ وہ ہے جو نفی کرنے والا ہو۔

(تکلمہ لابن ابن عابدین)

(دفعہ ۲)

چونکہ مدعی اور مدعا علیہ کا امتیاز ایک حد تک قبضہ پر موقوف ہے اس لیے جو فریق زیر دعویٰ چیز میں دوران مقدمہ کے وقت یا قبل از مقدمہ تصرف کرتا آیا وہی مدعی ہے اور اس کے خلاف مدعا علیہ اسی بنا پر جس شخص نے تازہ وقت میں کسی کا قبضہ توڑ کر زمین کو اپنے تصرف میں لایا اس سے اس کو قابض قرار نہیں دیا جاسکتا بلکہ جس شخص کا قبضہ توڑا گیا ہے قانوناً وہی قابض متصور ہوگا۔

(دعویٰ التہستانی)

(دفعہ ۳)

منقولات میں قبضے کا ثبوت معائنہ سے اور زمین میں قبضے کا ثبوت شہادت یا حاکم کے ذاتی علم سے ہو سکتا ہے۔ فریقین کے متفقہ اقرار سے نہیں ہو سکتا کیونکہ یہ ممکن ہے کہ ملکیت اور قبضہ تیسرے شخص کا ہو اور فریقین سازشی طور پر مدعی اور مدعا علیہ بن کر اس غرض سے مقدمہ دائر کر رہے ہوں کہ دونوں میں سے جو فریق مقدمہ جیت لے تو زیر دعویٰ زمین وہ آپس میں تقسیم کریں گے۔

(فتاویٰ عالمگیریہ۔ بحر الرائق)

(دفعہ ۴)

اگر کوئی شخص زمین میں تصرف کر رہا ہو اور زید کو اس تصرف کا علم ہو لیکن اس نے اس تصرف شخص کے خلاف اپنی زندگی میں کوئی دعویٰ دائر نہیں کیا تو اب زید کی وفات کے بعد زید کے ورثہ کا اس زمین پر دعویٰ ناقابل سماعت نہیں۔ اسی طرح اگر وہ شخص تصرف مر گیا اور زمین زیر تصرف پر زید نے اس شخص کے خلاف دعویٰ نہیں کیا تو اب اس شخص کے مرنے کے بعد اس شخص کے ورثاء پر خود زید کا دعویٰ قابل سماعت نہیں۔ (تکملہ رد المحتار صفحہ ۳۴۷)

(دفعہ ۵)

سرکاری زمین پر دعویٰ کرنے کے لیے دس سال اور وقف زمین کے لیے (۳۶) سال اور عام زمین کے لیے پندرہ سال میعاد مقرر ہے اس میعاد کے بعد دعویٰ کرنا بوجہ زائد المیعادی کے قابل سماعت نہیں الا ان صورتوں میں کہ مدعی غیر حاضر ہو یا کوئی اور عذر مانع دعویٰ ہو۔

(تکملہ رد المحتار صفحہ ۳۴۷ و الجملہ صفحہ ۲۹۲)

۱۔ عام زمین کے دعویٰ کی سماعت پندرہ سال کے بعد نہ ہوگی یہ جب ہے کہ بادشاہ کی طرف سے حاکم کو ایسے احکام موصول ہوئے ہوں جن میں بادشاہ کی طرف سے مذکور مدت کے بعد مذکور دعویٰ کی سماعت سے ممانعت کر دی گئی ہو ورنہ قابل سماعت ہے۔ نیز بادشاہ خود یا اس کا مجاز حاکم مدت کے بعد بھی سماعت کے اختیارات رکھتے ہیں ہاں (۳۶) برس کے بعد بادشاہ کو بھی اختیار سماعت نہیں ہے۔

(صفحہ ۳۵۷، صفحہ ۳۵۸ جلد ۴ شامی)

(دفعہ ۶)

زائد المیعاد دعویٰ اگر چہ قابل سماعت نہیں لیکن زائد المیعاد سے مدعی کا حق زائل نہیں ہوتا مثلاً اگر مدعا علیہ کا یہ اقرار پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ متنازعہ زمین مدعی کی ملکیت ہے تو زمین مذکورہ مدعی کو ہو جب اقرار مدعا علیہ دلائی جائے گی۔

(المجلد صفحہ ۲۹۵، صفحہ ۳۵۷ شامی جلد ۴)

فصل پنجم

شہادت کے احکام

(دفعہ ۱)

تعریف:- شہادت کی تعریف یہ ہے کہ کوئی شخص عدالت حاکم میں ہو جو دو گئی فریقین اشہد کے لفظ کے ساتھ ایسی خبر بیان کرے جس سے مدعی علیہ کے ذمہ کوئی حق ثابت ہوتا ہو۔ (المجلد صفحہ ۲۹۸)

(دفعہ ۲)

حکم شہادت: شریعت اسلام میں شہادت دینا ایک اہم فریضہ اور بہترین عبادت ہے کیونکہ عدل و انصاف کا قیام بغیر سچی شہادت کے ناممکن ہے اس لیے قرآن حکیم نے سچی شہادت چھپانے کو جرم قرار دیا ہے جن حقوق کے لیے شہادت کی ضرورت ہے ان کی تین اقسام ہیں۔

۱۔ انسانی حقوق۔

۲۔ الہی حقوق جو حدود ہوں مثلاً حد زنا وغیرہ۔

۳۔ الہی حقوق جو حدود نہ ہوں مثلاً کفارہ و تعزیر۔

۱۔ پہلی قسم میں شہادت پیش کرنے کے لیے یہ ضروری ہے کہ عدالت میں قبل از شہادت باقاعدہ دعویٰ دائر ہو چکا ہو اور دوسری اور تیسری قسم میں دعویٰ کی ضرورت نہیں۔ دعویٰ کے بغیر بھی گواہاں گواہی دے سکتے ہیں کیونکہ وہ کوئی انسانی حقوق کا معاملہ نہیں جس میں دعویٰ کی ضرورت ہو۔

انسانی حقوق یعنی پہلی قسم میں گواہاں کے ذمہ یہ واجب ہے کہ وہ عدالت میں جا کر سچی گواہی ادا کر دے بشرطیکہ مدعی ان سے گواہی دینا طلب کرے اور گواہی نہ دینے کی صورت میں مدعی کے حق تلف ہونے کا اندیشہ ہو۔

۲۔ دوسری قسم یعنی حدود میں گواہی برحق دینا ۲ واجب ہے اگرچہ ان سے گواہی طلب نہ کی گئی ہو۔

۳۔ تیسری قسم مثلاً کفارہ اور تعزیر میں گواہی دینا واجب نہیں۔

(الاصول القصائیہ)

۱۔ بحر صفحہ ۶۲۰ جلد ۷۔

۲۔ حدود کے بارے میں شہادت کے متعلق یہ حکم جب ہے کہ مجرم کھلے بندوں اعلیٰ طور پر بلا کسی مذمت کے مرتکب جرم ہوتا ہو بلکہ اس پر فخر کرتا ہو ورنہ اس شہادت کا چھپانا مستحب ہے (علیہ التوکل وستر حافی المحمد وودا جب۔ کنز مع بحر صفحہ ۶۲۳ تا ۶۵۳ جلد ۷)

(دفعہ ۳)

نصاب شہادت: زنا کے اثبات کے لیے چار عادل مردوں اور ۱۱ اثبات قتل کے لیے دو عادل مردوں اور ۲ معاملات کے لیے دو عادل مرد یا ایک مرد اور دو عورتوں اور عورتوں کے مخفی اور زیر پردہ امور کے لیے ایک عورت کی شہادت ضروری ہے۔

(الاصول القصائیہ)

(دفعہ ۴)

شروط شہادت:

۱۔ شرط اول۔ شہادت کے لیے یہ ضروری ہے کہ عدالت حاکم میں

ہو خارج از عدالت کسی گواہ کا بیان قانوناً شہادت نہیں۔

۲۔ شرط دوم۔ یہ کہ شہادت گواہاں زیر شہادت معاملہ کے معائنہ اور

دید پر مبنی ہونہ کہ شنید پر۔

۱۔ بقیہ حدود کے اثبات کے لیے دو مرد عادل ہونا لازمی ہیں۔

۲۔ اسی طرح نکاح طلاق وکالت، وصیت، نسب میں بھی ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی کافی ہے۔

(دفعہ ۵)

مندرجہ ذیل امور میں شہادت قابل اعتبار ہے بشرطیکہ زیر شہادت معاملہ گواہاں کے نزدیک متواتر شہرت رکھتا ہو یا دو عادل مردوں اور یا ایک عادل مرد اور دو عادل عورتوں سے گواہاں نے اس معاملہ کو اشد بآلہ کے مضمون کے ساتھ سن لیا ہو وہ امور جن میں ایسی سماعی شہادت درست ہے

۱۔ نسب ۲۔ نکاح ۳۔ زن و شوہر کی ہم بستری
۴۔ موت ۵۔ ولایت قاضی ۶۔ نفس وقف۔

(الاصول القضاۃ صفحہ ۱۸۹)

(دفعہ ۶)

شرط سوم۔ اگر عدالت میں فریقین اصالتاً موجود ہوں۔ تو شہادت کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ گواہاں دوران شہادت میں فریقین کی طرف اشارہ کریں اور اگر اصالتاً موجود نہ ہوں تو گواہاں فریقین مقدمہ کا نام اور اگر ضرورت ہو تو ان کے باپ اور دادا کا نام بھی ادا شہادت کے وقت ذکر کرے۔

(مجلہ صفحہ ۳۹۹)

۱۔ ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ ایک مرد اور دو عورتوں کی گواہی پر یہ شہادت دینا درست نہیں بلکہ دو عادل مردوں کی گواہی ضروری ہے۔ ہاں موت کے بارے میں اگر ایک عادل مرد سے سنا تو بھی گواہی دینا درست ہوگا۔ (کد فی البحر صفحہ ۸۲ جلد ۷)
۲۔ ہند یہ صفحہ ۲۰۶ جلد ۳۔

(دفعہ ۷)

شرط چہارم۔ صحت شہادت کے لیے یہ شرط ہے کہ مشہور یہ امر معلوم ہو اور اگر زمین پر شہادت ہو تو کم از کم زمین کے تین حدود کا ذکر کرنا ضروری ہے لیکن اگر گواہاں نے حدود کا حوالہ دستاویز پر کر دیا اور خود حدود کو ذکر نہیں کیا تو بھی شہادت درست ہے۔ (المجلہ)

(دفعہ ۸)

شرط پنجم۔ شہادت اگر انسانی حقوق سے متعلق ہو تو یہ بھی شرط ہے کہ مدعی نے اپنے حق کے متعلق باقاعدہ دعویٰ دائر کر دیا ہو۔ (حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۹)

شرط ششم۔ صحت شہادت کے لیے یہ شرط ہے کہ شہادت محسوس اور متواتر امر کے برخلاف نہ ہو۔

(حوالہ مذکورہ)

۱۔ ایک مدعی نے کسی گھر کا بذریعہ دستاویز دعویٰ کیا اور مدعی نے عدالت میں اس دستاویز کو پڑھا تو گواہوں نے چونکہ خواندہ نہ تھے کہا ہم بھی اس مدعی کے حق میں اور مدعا علیہ کے برخلاف اسی طرح گواہی دیتے ہیں یہ شہادت صحیح ہے۔ (ہند یہ عن السرخصی صفحہ ۲۰۶ جلد ۳)
۲۔ بحر صفحہ ۶۲ جلد ۷۔

(دفعہ ۱۰)

شرط ہفتم۔ شہادت کی صحت کے لیے یہ شرط ہے کہ گواہاں کے لیے کسی منفعت کا حصول یا اپنے سے کسی ضرر کا ازالہ محرک شہادت نہ ہو اس لیے اصول مثلاً باپ دادا وغیرہ کے لیے یا فروغ بیٹے اور پوتے وغیرہ کے لیے یا زن و شوہر ایک دوسرے کے لیے یا شریک کا شریک کے لیے شہادت درست انہیں۔
(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۱)

شرط ہشتم۔ صحت شہادت کے لیے یہ شرط ہے کہ گواہاں جس شخص یا اشخاص کے برخلاف شہادت دیں ان میں اور گواہاں میں کوئی دنیوی عداوت موجود نہ ہو۔
(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۱۲)

صحت شہادت کے لیے یہ شرط ہے کہ ایک گواہ کی شہادت دوسرے کے برخلاف اور نیز ہر دو گواہاں کی شہادت اصل دعویٰ کے برخلاف نہ ہو۔
(المجلد)

۱۔ کنز مع البحر صفحہ ۶۲ و ۹۰ جلد ۷

۲۔ بحر صفحہ ۶۱ جلد ۷

۳۔ بحر صفحہ ۶۲ و ۱۱۹ جلد ۷

(دفعہ ۱۳)

شرط نهم۔ صحت شہادت کے لیے یہ شرط ہے کہ گواہاں گونگے اور اندھے نہ ہوں۔
(المجلد)

(دفعہ ۱۴)

شرط دہم۔ صحت شہادت کے لیے یہ بھی شرط ہے کہ گواہاں عادل ہوں تاکہ غالب گمان کے پیش نظر وہ جھوٹ نہ بولتے ہوں۔ عدل کی تعریف یہ ہے کہ جس شخص کی بھلائیاں برائیاں سے زیادہ ہوں وہ عادل ہے۔ (المجلد)

(دفعہ ۱۵)

تکمیل شہادت کے بعد اگر حاکم اور قاضی کو گواہاں کا عادل ہونا معلوم ہو تو حاکم بلا کسی مزید تحقیق کے شہادت کے مطابق فیصلہ صادر کرے گا۔ اور اگر حاکم کو گواہاں کا فسق اور دروغ گوئی معلوم ہو تو شہادت مسترد کر دے گا۔ اور اگر گواہاں کا حال حاکم کو معلوم نہ ہو اور فریق مخالف نے گواہاں کے حق میں ایسی جرح کو ثابت کر دیا جو موجب تردید شہادت ہو تو شہادت مسترد کی جائے گی۔ لیکن اگر فریق مخالف نے گواہاں پر کوئی جرح نہیں کی تو حاکم پیش کردہ گواہاں کی عدالت کے متعلق اعلانیہ اور خفیہ تحقیق کر کے اسی کے مطابق قبول یا رد شہادت کا فیصلہ صادر کر دے گا۔
(الاصول التمسائیہ)

(دفعہ ۱۶)

اگر فسق اور دروغ گوئی عام ہو جائے اور عادل گواہاں کمیاب ہوں تو بوجہ ضرورت کے محتاط تحقیق کے غیر عادل گواہاں کی شہادت بھی قبول کی جاسکتی ہے۔

(معین الحکام صفحہ ۱۳۵)

اخراجات گواہاں

(دفعہ ۱۷)

گواہاں کو کھانے اور کرایہ کے اخراجات فریق مدعی سے حاصل کرنا امام ابو یوسفؒ کے قول کے مطابق جائز ہے اور فتویٰ اسی پر ہے۔

(الاصول القضاۃ صفحہ ۱۴۸)

۱۔ تو ایسی صورت میں بعض قضاۃ نے گواہوں کو قسم دلا لینے کو اختیار فرمایا ہے۔ صاحب بحر فرماتے ہیں۔ قلت ولا يضعفه ما في الكتب المعتمدة كالمخلاصة والبرازية من انه الايمين على الشاهد لانه عند ظهور عدالته والكلام عند خفائها خصوصاً في زماننا ان الشاهد مجهول الحال وكذا المزمع في غالباً صفحہ ۶۹ جلد ۷ اگر قاضی نے قبل تحقیق گواہاں فیصلہ کر دیا تو نافذ ہوگا وکذا الوقعی بشہادۃ الفاسق۔

کس فریق کی شہادت قابل قبول ہے؟

(دفعہ ۱)

اگر فریقین کا نزاع کسی شی کی ملکیت مطلقہ کے متعلق ہو تو زیر نزاع چیز پر یا صرف ایک فریق کا قبضہ ہو گا یا دونوں فریق کا یا تنازعہ چیز پر تیسرے شخص کا قبضہ ہو گا۔

اگر پہلی صورت ہو کہ تنازعہ چیز پر صرف ایک فریق قابض ہو تو اگر دونوں نے ملکیت خود کے لیے کوئی تاریخ معین نہیں کی یا دونوں فریق نے اپنی اپنی ملکیت کی ایک ہی تاریخ بیان کی تو ان دونوں حالتوں میں صرف غیر قابض فریق کی شہادت قبول کی جائے گی۔

اور اگر دونوں فریق نے ملکیت خود کی مختلف تاریخیں بیان کیں تو جس فریق کی تاریخ مقدم ہو اسی فریق کی پیش کردہ شہادت کے مطابق فیصلہ صادر کیا جائے گا۔

اور اگر دوسری صورت ہو کہ تنازعہ چیز پر ہر دو فریق کا قبضہ ہو یا تیسری صورت کہ تنازعہ شی تیسرے کے قبضہ میں ہو تو اگر کسی فریق نے بھی تاریخ ملکیت خود بیان نہ کی ہو یا دونوں فریق نے ایک ہی تاریخ بیان کی ہو۔ اور دونوں نے شہادت پیش کی تو دونوں فریق کی شہادت کے مطابق فیصلہ کیا

جائے گا اور فریقین تنازعہ شی کے حصہ برابر مالک متصور ہوں گے۔
اور اگر دونوں فریق نے مختلف تاریخیں ملکیت خود کے لیے بیان کیں تو جس فریق کی تاریخ مقدم ہو اسی فریق کی پیش کردہ شہادت کے مطابق فیصلہ کیا جائے گا۔ (حامن من جامع الفصولین) انقروی جلد دوم صفحہ ۱۲۰۔

(دفعہ ۲)

اور اگر فریقین میں سے ہر ایک کا دعویٰ تنازعہ چیز کی تملیک تو رشی کے متعلق ہو تو اگر وہ چیز فریقین یا تیسرے شخص کے قبضہ میں ہو اور تملیک تو رشی کی تاریخ دونوں میں سے کسی نے بیان نہیں کی ہو یا دونوں نے ایک ہی تاریخ بتلائی ہو تو ثبوت فریقین پیش ہو جانے کے بعد دونوں اس تنازعہ چیز کے مالک حصہ برابر قرار پائیں گے۔

اور اگر دونوں نے وراثت تملیکی کی تاریخ مختلف بتلا دی ہو تو جس فریق کی تاریخ مقدم ہوگی بعد از ثبوت وہی مالک متصور ہو گا۔

اور اگر ایک فریق نے تاریخ بتلائی اور دوسرے نے نہیں تو ثبوت کے بعد دونوں حصہ برابر مال ہوں گے۔ (کذا فی الکافی فیہایہ عیہ الرجال)

(دفعہ ۳)

تملیک تو رشی کے دعویٰ میں اگر اس تنازعہ چیز پر صرف ایک فریق کا قبضہ ہو تو اگر دونوں میں سے کسی نے تاریخ بیان نہ کی ہو یا دونوں نے ایک ہی

تاریخ بیان کردی ہو ان دونوں صورتوں میں فریق غیر قابض کی شہادت کے مطابق خارج کے حق میں فیصلہ صادر کیا جائے گا اور اگر دونوں نے مختلف تاریخ کو بیان کر دیا ہو تو جس فریق کی تاریخ مقدم ہو اسی کی جانب سے پیش کردہ شہادت کے مطابق فیصلہ صادر کیا جائے گا اور اگر ایک فریق نے تاریخ بیان کی اور دوسرے فریق نے نہیں کی تو غیر قابض فریق کی شہادت پر فیصلہ صادر کیا جائے گا۔

(حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۴)

اور اگر فریقین نے متنازعہ چیز کے متعلق ملکیت شرا یعنی بذریعہ خرید ایک ہی آدمی سے دعویٰ کر دیا اور وہ متنازعہ چیز بائع کے قبضہ میں ہو اور فریقین نے تاریخ خرید بیان نہ کی ہو یا ایک ہی تاریخ خرید بیان کر دی ہو تو دونوں طرف سے شہادت اور ثبوت پیش کرنے کے بعد دونوں کے حق میں حصہ برابر مالک ہونے کا فیصلہ کیا جائے گا۔ (ہند یہ صفحہ ۳۲۷ جلد ۳ دفعہ ۴-۳-۲ سب کا حوالہ) اور اگر دونوں نے مختلف تاریخیں خرید کی بتلا دی تو جس فریق کی تاریخ خرید مقدم ہو اسی کی پیش کردہ شہادت قابل ترجیح ہوگی۔

اور اگر ایک فریق نے تاریخ خرید بتلائی اور دوسرے فریق نے نہیں بتلائی تو تاریخ بتلا دینے والے فریق کی پیش کردہ شہادت قابل ترجیح ہوگی۔

(حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۵)

اور اگر خرید کے دعویٰ مذکورہ میں وہ چیز ہر دو فریق کے قبضہ میں ہو تو اگر دونوں نے خرید کی کوئی تاریخ نہ بتلائی ہو یا ایک ہی تاریخ بتلائی ان دونوں صورتوں میں دونوں فریق کی شہادت پر عمل ہوگا اور دونوں مالک حصہ برابر ہو گئے البتہ اگر ایک فریق کی تاریخ مقدم ہو اور دوسرے فریق کی موخر تو مقدم تاریخ فریق کی پیش کردہ شہادت قابل ترجیح ہے اور اگر دعویٰ خرید میں متنازعہ چیز پر صرف ایک فریق کا قبضہ ہو تو اسی قابض میں فریق کی شہادت قابل ترجیح۔ الا اس صورت میں کہ فریق غیر قابض کی تاریخ خرید مقدم ہو تو اس صورت میں غیر قابض فریق کی جانب سے پیش کردہ شہادت قابل ترجیح ہے۔

(حامن جامع المفصولین)

فرعی گواہاں

(دفعہ ۱)

حدود اور قصاص کے بغیر اگر اصل گواہاں مر چکے ہوں یا مریض ہوں یا سفر میں ہوں یا پردہ دار مستورات ہوں تو بالواسطہ دوسرے گواہاں کے ذریعہ ان اصلی گواہاں کی شہادت عدالت میں منتقل کی جاسکتی ہے بشرطیکہ نیابتی اور فرعی گواہاں میں سے ہر ایک گواہ اصلی گواہاں میں سے ہر ایک گواہ کے بیان پر عدالت میں گواہی دے ایسا نہیں ہو سکتا کہ فرعی گواہاں میں سے صرف ایک اصلی گواہاں میں سے صرف ایک گواہ کے بیان پر اور دوسرا فرعی گواہ صرف دوسرے اصلی گواہ کے بیان پر شہادت دے۔

(الاصول القضاۃ) (ہندیہ صفحہ ۲۳۳، ۲۳۵ جلد ۳)

(دفعہ ۲)

اگر کسی شخص کی نسبت جھوٹی گواہی دینے کا جرم ثابت ہو جائے تو عدالت اس کو تعزیر دے گی جو حاکم کو اختیار ہے کہ چاہے اس کے جھوٹے گواہ ہونے کی بازار اور عام مجلس میں تشہیر کرائے یا مناسب تعداد میں سزا تازیانہ ادا کرے تاکہ جھوٹی شہادت کا انداد ہو۔

(الاصول القضاۃ صفحہ ۲۲۲ فتاویٰ انقروی صفحہ ۳۸۲ جلد ۳)

۱۔ صاحبین ایسے ہی فرماتے ہیں۔ مولانا عبدالحی صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ رشوت خورد قاضی وغیرہ کو بھی تعزیر یا سزا کی دی جاسکتی ہے جھوٹے گواہ اور رشوت خورد اسر کو منہ کالا کر کے بازاروں میں پھرانے کی بھی اجازت ہے۔ (مخلص من حاشیہ علی الہدایہ صفحہ ۱۷۱ جلد ۳)

اقرار کے قوانین کے بیان

(دفعہ ۱)

ثبوت دعویٰ کا ایک ذریعہ خود مدعا علیہ کا اقرار بھی ہے خواہ زبانی اقرار ہو یا تحریری۔ بشرطیکہ اقرار کنندہ (۱) نابالغ، (۲) مجنون، (۳) فاقر العقل، (۴) مجبور کردہ، (۵) اغلام اور (۶) حالت خواب میں یا بیہوش نہ ہو ورنہ ان صورتوں میں اس کا اقرار درست نہیں۔ (الاصول القضاۃ)

(دفعہ ۲)

جس شخص کو حاکم نے بوجہ کثرت قرضہ کے تصرف سے بند کیا ہو اس کا اقرار درست ۲ نہیں۔ گو نگا اگر اشارہ سے اقرار کر دے اور اشارہ معلوم المراد ہو تو یہ اقرار درست ہے لیکن جو شخص گو نگا نہ ہو اس کا اقرار بذریعہ اشارہ درست نہیں۔ (حوالہ مذکورہ، خانیہ کتاب الاقرار)

۱۔ غلام کا اقرار اپنے نفس کے بارے میں درست ہے اگر مال کا اقرار کرے تو غلامی کے بعد یہ مال دینا لازم ہوگا۔ اگر کسی حد یا قصاص کے متعلق اپنے برخلاف اقرار کر لیا تو فوراً نافذ ہے ہاں مالک کے مال میں اقرار صحیح نہیں۔ (ہدایہ صفحہ ۳۵۱ جلد ۳)

۲۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ اقرار بعد ادائیگی ان قرضہ جات کے لازم ہوگا۔ جن قرضہ جات کی وجہ سے مقروض کو تصرفات سے روک دیا گیا ہے۔ یہ نہیں کہ یہ اقرار بالکل لغو ہے بلکہ لازم ہے لیکن بعد ادائے دیون مذکورہ۔ (ہند یہ صفحہ ۶۰۳ جلد ۳)

(دفعہ ۳)

انسانی حقوق کے متعلق اگر کوئی شخص اقرار کر دے تو پھر اس کا اقرار سے رجوع درست نہیں۔

(حوالہ مذکورہ عالمگیری صفحہ ۱۵۶، جلد ۳)

(دفعہ ۴)

زبانی اقرار اور تحریری اقرار دونوں از روئے قانون شرعی ثبوت دعویٰ کے لیے کافی ہیں خواہ تحریری اقرار خود مقرر نے اپنے قلم سے لکھا ہو یا دوسرے شخص سے لکھا کر اس پر دستخط کر دیا ہو بشرطیکہ ان تحریری دستاویزات کے جعلی ہونے کا ثبوت موجود نہ ہو۔

(المجلہ)

(دفعہ ۵)

تجارت پیشہ لوگوں کے کھاتہ جات میں عبیدگی دستخط جو قرضہ جات درج ہوں وہ مقروض اشخاص کے برخلاف قرضہ مندرجہ کے اثبات کے لیے کافی ثبوت ہے جیسے کہ خود مقروض نے عدالت میں رو بروئے حاکم قرضہ کا اقرار کر لیا ہو۔

(حوالہ مذکورہ معین الکام صفحہ ۱۷۷)

(دفعہ ۶)

جملہ دستاویزات جو رسم و ضابطہ مروجہ وقت کے مطابق لکھے گئے ہوں وہ شرعی قانون کے مطابق قابل عمل ہیں نیز قبض الوصول کے مندرجات بھی شرعی قانون کے مطابق قابل عمل ہیں اسی طرح اگر میت کے ترکہ میں میت کے قلم سے کسی تھیلہ یا بنوہ وغیرہ پر ایسی تحریر پائی گئی کہ تھیلی میں رقم ہے وہ فلاں شخص کی امانت ہے تو وہ شخص اس امانت کا مالک قرار پائے گا اور دیگر ثبوت پیش کرنے کی ضرورت نہیں۔

(المجلہ)

(دفعہ ۷)

اگر دستاویزات اور سندات پیش کردہ میں یہ شبہ پیش آئے کہ ممکن ہے کہ جعلی اور بناوٹی ہوں تو ان کے اصلی اور جعلی ہونے کا فیصلہ ماہرین اور رابر باب تجربہ کی رائے کے مطابق کیا جائے گا۔

(المجلہ والاصول القصائیہ)

اقرار سکوتی

(دفعہ ۱)

شرع کا عام قانون ہے کہ خاموشی اور ساکت شخص کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جاتا لیکن مندرجہ ذیل مستثنیات میں خاموشی بھی قانوناً اقرار کے حکم میں ہے۔

۱۔ ایک باکرہ عورت سے اس کے نکاح کے وقت جب اس کا دلی اجازت طلب کرے اور خاموش رہے تو یہ خاموشی اجازت کے حکم میں ہے۔ (درمختار صفحہ ۴۱۰ جلد ۲)

۲۔ اسی طرح اگر کسی منکوحہ عورت کا مہر اس کا باپ یا وکیل نکاح اس کے شوہر سے وصول کر لے اور وہ عورت باوجود علم کے نکاح توڑنے کا مطالبہ نہ کرے تو یہ خاموشی بھی اجازت نکاح کے حکم میں ہے۔ (بحر صفحہ ۱۴۲ جلد ۳)

۳۔ شفع کو اگر زمین کے فروخت ہونے کا علم ہو جائے اور پھر بھی طلب شفعہ سے خاموش رہے تو یہ خاموشی اس امر کا اقرار ہے کہ وہ حق شفعہ سقط کر چکا ہے اس لیے بعد ازاں اس کا دعویٰ شفعہ قابل سماعت نہیں۔ (بحر صفحہ ۱۴۶ جلد ۸)

۴۔ چند اشخاص کی موجودگی میں ایک شخص کا کسی چیز کو فروخت کر دینا اور ان اشخاص کا فروخت کے وقت میں خاموش رہنا ان اشخاص کی طرف سے اس امر کا اقرار سمجھا جائے گا کہ فروخت کنندہ اس چیز کا مالک ہے اس لیے ان اشخاص کا بعد ازاں مشتری پر اس چیز کی ملکیت کے متعلق دعویٰ کرنا قابلِ اساعت نہیں۔
(کنز مسائل شتی)

۵۔ اگر خریدار کو قبل از خرید اس چیز کے عیب کا علم ہو جس کو وہ خرید رہا ہے۔ اور پھر بھی خاموش رہا ہو بعد از خرید وہ بیع کو عیب کی وجہ سے واپس کر دینے کا حق نہیں رکھتا کیونکہ اس کی سابقہ خاموشی عیب پر رضامندی کے حکم میں ہے۔

(الاصول القضاۃ از صفحہ ۲ تا ۷، ہند یہ صفحہ ۳۶ جلد ۳)

۱۔ لیکن صاحب فتح القدیر نے اس مسئلہ میں سقوط دعویٰ کے لیے یہ بھی شرط بڑھائی ہے کہ مشتری قبضہ کر کے اس چیز میں کچھ زمانہ تصرف بھی کرتا رہا ہو اور جن اشخاص کے سامنے یہ سب کچھ ہوا وہ کچھ نہ کہیں فقط بیع کے وقت کی خاموشی سقوط دعویٰ کے لیے کافی نہیں۔ (بحر جلد ۳ صفحہ ۱۲۲)

بیمین یا قسم

(دفعہ ۱)

مدعی اگر دعویٰ خود پر ثبوت پیش کرنے سے عاجز ہو تو چند شرائط کے ماتحت مدعی علیہ خواہ مسلمان ہو یا کافر اس کو حلف باللہ دی جائے گی اگر وہ قسم سے انکار کر دے تو فیصلہ مدعی کے حق میں کیا جائے گا۔ وہ شرائط قسم حسب ذیل ہیں:-

۱۔ مدعی علیہ پر قسم عائد ہونے کے لیے یہ شرط ہے کہ مدعی کا دعویٰ صحیح ہو اگر دعویٰ فاسد ہو تو مدعی علیہ پر قسم نہیں۔

(صفحہ ۲۹۶ جلد ۳ ہندیہ)

۲۔ مدعی علیہ دعویٰ سے انکار کر رہا ہو اگر اقرار کر رہا ہو تو اس پر قسم نہیں۔ (حوالہ سابقہ)

۳۔ یہ بھی شرط ہے کہ زیر دعویٰ چیز انسانی حقوق سے متعلق ہو اگر زیر دعویٰ چیز خالص الہی حقوق سے متعلق ہو جیسے حدود یا اعان تو ان میں مگر شخص پر قسم عائد نہ ہوگی۔ (کنز مع البحر صلی ۳۳۸ جلد ۷)

۴۔ انکار مدعی علیہ کی صورت میں اس پر قسم جب عائد ہوگی کہ مدعی بھی اس کو قسم دینے کا مطالبہ کرے ورنہ قسم نہیں دی جائے گی۔

(الاصول القضاۃ) (ہدایہ صفحہ ۲۰۱ جلد ۳)

کیفیت قسم

(دفعہ ۱)

اگر مدعی علیہ کے برخلاف مدعی نے جو دعویٰ کیا ہے وہ خود مدعی علیہ کے فعل سے متعلق ہو مثلاً کہ مدعی یہ دعویٰ کرے کہ مدعی علیہ نے اس کے کسی رشتہ دار کو قتل کیا ہے یا پیٹا ہے یا مدعی کی چیز کو سرقت کیا ہے۔ یا غصب کیا ہے وغیرہ وغیرہ ان سب صورتوں میں اگر مدعی علیہ کو انکار ہو تو ان کو نفی فعل کے متعلق قسم دی جائیگی۔ اس طرح کہ وہ قسم اٹھائے کہ میں نے یہ فعل نہیں کیا ہے۔ (حوالہ سابقہ)

(دفعہ ۲)

لیکن اگر مدعی کا دعویٰ مدعی علیہ کے برخلاف خود مدعی علیہ کے فعل سے متعلق نہ ہو بلکہ کسی دوسرے شخص کے فعل سے متعلق ہو مثلاً مدعی یہ دعویٰ کرتا ہو کہ مدعی علیہ کے باپ نے زیر دعویٰ چیز غصب کی تھی لیکن وہ مر گیا ہو تو مدعی علیہ اگر انکاری ہو تو اس کو نفی علم پر قسم دی جائے گی یعنی وہ اس امر پر حلف دے گا کہ اس کو اپنے باپ کے غصب کرنے کا علم نہیں۔ (حوالہ سابقہ)

۱۔ ہند یہ صفحہ ۳۰۱ جلد ۳۔

۲۔ ہند یہ صفحہ ۳۰۱ جلد ۳۔

قرینہ قاطعہ

اور

علم قاضی

(دفعہ ۱)

اگر کسی چیز کے اثبات کے لیے بہت سے ایسے قرائن عقلیہ قطعہ موجود ہوں جنہیں دیکھنے کے بعد اس واقعہ کی نسبت شک و تردد باقی نہ رہے یہ قرائن بھی قانوناً اثبات دعویٰ کے لیے کافی ثبوت بن سکتے ہیں مثلاً ایک شخص کو ایک کمرہ سے فوراً اس حالت میں نکلا ہوا دیکھا گیا کہ اس کا چہرہ بگڑا ہوا ہے اور خوفزدہ ہے اور اس کے ہاتھ میں خون آلود چھری یا چاقو وغیرہ ہے اور کمرہ مذکور میں دوسرا آدمی نہیں بلکہ اس میں صرف ایک تازہ مقتول کی لاش پڑی ہوئی ہے اور اس کمرہ سے لگے ہوئے شخص کے برخلاف مقتول کے درگاہ نے دعویٰ کر دیا تو اس دعویٰ کے ثبوت کے لیے متذکرہ صدر قرینہ قاطعہ اثبات جرم کے لیے کافی ہے۔ (تکملہ رد المحتار صفحہ ۳۱۲، الجملہ صفحہ ۳۱۰)

۱۔ ہند یہ صفحہ ۲۲۲ جلد ۷۔

(دفعہ ۲)

قاضی یا حاکم کو اگر کسی واقعہ کے متعلق ذاتی علم ہو خواہ عہدہ قضا کے دوران میں یا قبل ازیں تو جب تک۔ اس کے سوا کوئی دوسرا ثبوت مہیا نہ ہو نظر برتہمت حاکم یا قاضی ذاتی علم کی بنیاد پر ڈگری نہیں ادا کر سکتا۔

(الاصول القضاۃ صفحہ ۲۷۷)

(دفعہ ۱)

اگر کوئی فریق مقدمہ عدالت میں حاضر ہونے سے صاف انکار کر دے یا عملاً حاضری سے منحرف ہو تو عدالت اس وقت تک اس کو ا قید کی سزا دے گی جب تک کہ وہ تعمیل حکم کے لیے آمادہ نہ ہو جائے۔

(معین الحکام صفحہ ۱۲۲)

۱۔ یعنی حاکم اس کے گھر کے دروازے کو بند کر کے اس پر مہر لگا دے گا اور ارد گرد سے بھی باہر نکلنے کے راستے مسدود کر دے گا یہ اس صورت میں ہوگا کہ مدعی فریق ثانی کے متعلق یہ ثابت کر دے کہ وہ گھر میں موجود ہی ہے۔

(ہندہ صفحہ ۱۵۳ جلد ۳)

اگر کسی کو سمن پہنچے اور تحریر پڑھ کر سنا بھی دی گئی اور مدعی علیہ لینے سے انکار کر دے تو اس انکار پر گواہی لی جائے دو آدمیوں کی۔ پھر بذریعہ پولیس اس کو حاضر عدالت کیا جائے گا اور پھر بعد ثبوت ثمرہ انکار قاضی اس کو سزا دے سکتا ہے۔ تعمیل سمن کر دی اور حاضر نہ ہوا تو بھی ایسا کیا جاسکتا ہے۔

(صفحہ ۱۵۴ جلد ۳ عالمگیری)

اگر کوئی فریق مقدمہ

حاضری عدالت سے انکاری ہو

یا روپوش ہو جائے تو کیا کرنا چاہیے۔

اگر کوئی فریق مقدمہ روپوش ہو جائے تو عدالت اس کے گھر پر اعلان و اطلاع کر دینے کے بعد اس کی جانب سے وکیل مقرر کر کے اس کی غیر حاضری کے باوجود مقدمہ کی دریافت اور فیصلہ صادر کرنے کی مجاز ہے۔

(مبین الحکام صفحہ ۱۱۹، عالمگیری صفحہ ۱۵۳ جلد ۳)

مدعی کے حق کی وصولی

(دفعہ ۱)

مدعی کے حق میں عدالت نے جب مالی حق کا فیصلہ کر دیا تو اس کو بلا تاخیر حسب ذیل طریقہ سے وصول کیا جائے۔

سب سے پہلے مدعی علیہ کے ملک میں اگر نفس رقم موجود ہو تو اسی سے مدعی کا حق دلایا جائے۔ ازاں بعد اس کی منقولہ اشیاء کو فروخت کر کے اس کا حق دلایا جائے۔ بعد ازاں مدعی علیہ کی غیر منقولہ اشیاء کو حق مدعی کی وصولی کے لیے فروخت کیا جائے۔

(ہدایہ صفحہ ۳۴۳ جلد ۴، عالمگیری صفحہ ۱۸۹ جلد ۳)

۱۔ یہ صاحبین کا مذہب ہے نیز کپڑے گھر نوکر کی بنیادی نہیں کی جائے گی، نیز خلاف (کھدنی عالمگیری صفحہ ۱۸۹ جلد ۳)

اگر مدعی علیہ باوجود صاحب استطاعت ہونے کے ادا الحق مدعی سے انکاری ہو تو باستثناء ۲ قرضہ ولد جو اس کے والدین یا دادا، دادا کی برخلاف اس کے حق میں ڈگری دی گئی ہو باقی سب صورتوں میں مدعی علیہ کو قید کیا جائے گا الا اس صورت میں اس کو رہا کیا جائے گا جب کہ وہ عدالت میں اپنا افلاس ثابت کر دے۔

(معین الحکام صفحہ ۳۳)

۱۔ حق۔ حق سے مراد ایسا مال ہے جو کہ مال کے تبادلہ کی صورت میں مدعی علیہ پر واجب ہوا ہو جیسے شمن، مجمع، مزدوری، کرایہ، قرض وغیرہ مہر و کفالت کے بارے میں اختلاف ہے صحیح یہ ہے کہ ان کے بارے میں بھی قید کیا جاسکتا ہے۔ ضمان مغضوب ضمان جنایت وغیرہ کے متعلق قید نہیں کیا جاسکتا البتہ عین مغضوب موجود ہے تو قید کی اجازت ہے۔

(صفحہ ۱۸۶ جلد ۳ عالمگیری صفحہ ۳۳۰ جلد ۴ شامی)

۲۔ باستثناء مطلب یہ ہے کہ اگر والدین یا دادا، دادا کے خلاف لڑکے کے حق میں ایسی ڈگری صادر ہوئی تو ان کو قید نہیں کیا جائے گا۔

فائدہ: اگر کوئی مدعی علیہ خاموش رہے اور کوئی جواب نہ دے اور ثابت ہو جائے کہ گواہ نہیں تو قید کیا جائے گا جب تک جواب نہ دے۔

(۶۰ صفحہ ۲۲۲ جلد ۷)

توپین عدالت اور جھوٹی مقدمہ بازی

(دفعہ ۱)

اگر عدالت میں ایک فریق نے دوسرے فریق کو گالی دی۔ یا اور کسی قسم کی ایسی حرکت کی جو موجب توپین عدالت ہو۔ تو حاکم حسب صوابدید خود اس کو قید کی سزا دے سکتا ہے۔

(حوالہ مذکورہ)

(دفعہ ۲)

حاکم کو جب ایک شخص کے متعلق یہ معلوم ہو جائے کہ وہ جھوٹے مقدمات بنا کر عوام کو تکلیف دیتا ہے تو اس کو حسب صوابدید خود قید کی سزا دے سکتا ہے۔
(معین الحکام صفحہ ۲۱۳، ۲۱۴ صفحہ ۱۱۰ جلد ۷ مع حاشیہ)

جرمانہ کی سزا

(دفعہ ۱)

حاکم کو یہ اختیار حاصل ہے کہ وہ جرمانہ کی سزا مجرم کو دے دے۔ یہی امام ابو یوسفؒ، امام مالکؒ کا ہے اور حضرات خلفاء راشدینؓ کا معمول ہے جو لوگ سزا جرمانہ کو منسوخ سمجھتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

(معین الحکام صفحہ ۲۳۱)

۱۔ جرمانہ: جرمانہ کی سزا دینا درست نہیں در مختار میں تعزیر کے متعلق ہے لا باخذ مال فی الذهب بحر وفيه عن البزازينه و قيل يجوز و معناه ان يمسكه مدة لينز جرثم يعيده له فان ايس من توبته صرف الي ما يري۔

وفي المجتبى۔ انه كان في ابتداء الاسلام ثم نسخ۔

وفي الشامي۔ والحاصل ان المذهب عدم التعزير باخذ الاموال صفحہ ۱۸۴ جلد ۳ كذا في العالم گيريه صفحہ ۲۳۶ جلد ۲ و كذا في فتاوى دار العلوم صفحہ ۱۵۲، ۱۵۳، امداد المفتين و مثله في امداد الفتاوى و مجموعته

الفتاوى۔



شیخ الاسلام فہمحق المصنف علامہ رشید الحق افغانی رحمہ اللہ